آج اسے ٹھیک ہوجانا چاہیے ورنہ میں سلطان شاہ کو اس کی مکاری سے آگاہ کردوں گا۔''

''مجھے وہ اپنی آواز سے اذیت میں معلوم ہورہی تھی۔'' اس نے تحیر زدہ آواز میں کہا ''تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے؟''

''اس نے خود بتایا تھا۔ ایسی گھٹیا حرکتوں میں جب تک کسی کو اپنا راز دار نہ بنایا جائے' مزہ نہیں آتا۔ وہ اس صدی کی سب سے بڑی اداکارہ ہے۔ ہالی ووڈ میں ہوتی تو اب تک نہ جانے کتنے آسکر ایوارڈ لے چکی ہوتی۔''

''اس پر اتنا غصہ نہ کرو۔ وقت گزارنے کے لیے وہ کوئی شغل کررہی ہے تو کرنے دو۔ وہ سلطان شاہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ وہ دونوں خوش ہیں تو ہمیں بھی چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کرکے خوش رہنا چاہیے۔''

وہ مثبت سوچ کا انداز تھا۔ میں نے اول خان سے اختلاف نہیں کیا اور ہماری گفتگو ختم ہوگئی۔

غزالہ روانگی کے لیے پوری طرح تیار تھی۔ میں نے پھرتی سے جوتے پہنے اور اس کے ساتھ ہوٹل سے چل دیا۔ بدھ مندروں اور پرشکوہ نقاہتوں کا وہ فسوں خیز شہر دیکھنے کے لیے اس سے بہتر فرصت کے لمحات شاید بعد میں میسر نہیں آسکتے تھے۔

ہوٹل کی حدود سے نکل کر فرنٹ پاتھ پر پہنچتے ہی غزالہ کے بارے میں چاؤ فان کے کہے ہوئے بے ہودہ الفاظ بچھو کے ڈنک کی طرح میرے ذہن میں چبھے اور میری نظریں بے اختیار غزالہ کے چہرے کی طرف اٹھ گئیں۔

بلاشبہ وہ بہت حسین تھی اور قدرت کی صناعی کا شاہکار کہی جاسکتی تھی۔ اس وقت اس کا چہرہ ہر قسم کے میک اپ سے بے نیاز تھا پھر بھی اس کے رخساروں سے شفق رنگ سرخی پھوٹی پڑ رہی تھی۔ گولڈن ڈریگن میں قتل کی واردات والی رات وہ بھرپور میک اپ کرکے شعلہ جوالہ بنی ہوئی تھی۔ اس کا وہی روپ دیکھ کر چاؤ فان نے اپنی بے لاگ رائے دی تھی۔ میرا خیال تھا کہ میک اپ کی غیر موجودگی میں اس وقت غزالہ کسی بھی طرح اتنی زوردار نہیں لگ رہی تھی کہ نگاہیں بے ساختہ اس کی طرف اٹھنے لگیں۔ ہم کسی کی نگاہوں کا مرکز بنے بغیر اطمینان سے شہر گھوم سکتے تھے۔

غزالہ کی فرمائش پر میں نے ہاتھ اٹھا کر ایک خالی ٹک ٹک کو روکا اور ڈرائیور کو گولڈن پیلس کا نام بتا کر سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''واٹ فرا کاؤ؟'' مقامی ڈرائیور نے اپنی سفید بتیسی نکال کر تفہیمی انداز میں کہا اور وہ پرشور سواری بنگاک کی سڑک پر اچھلتی کودتی' ہمیں لے کر آگے روانہ ہوگئی۔

سواری بہت نامعقول تھی لیکن اس کا ڈرائیور خوش اخلاق تھا۔ ہوٹل میں روم سروس کے عملے سے لے کر ٹک ٹک ڈرائیور تک جو بھی تھائی باشندہ ہمارے سامنے آتا رہا تھا اس کے لبوں پر اپنائیت سے بھرپور ایک استقبالیہ مسکراہٹ سجی ہوئی ہوتی تھی۔ وہ لوگ دور دیس سے اپنے ملک میں آنے والوں کے لیے سراپا انکسار و تواضع بنے رہتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ تھائی لینڈ کو عرف عام میں مسکراہٹوں کی سرزمین کہا جاتا تھا۔

☆☆☆

اگلے دو دن بیکاری اور انتظار میں گزر گئے۔ ڈان کے فرمان استراحت کے بعد اپنی مرضی سے کوئی کام شروع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

اسد نے ہماری میزبانی کے فرائض سنبھالنے کے لیے اپنے دفتر کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ وہ رات کو سونے کے لیے گھر جاتا اور صبح سویرے واپس آکر ہمارے اترنے کے انتظار میں ہوٹل کی لابی میں جم جاتا۔ وہاں سے ہم تینوں شہر کی کوچہ نوردی کے لیے نکل کھڑے ہوتے۔ لاکھوں کی بھیڑ میں یہ امکان نہ ہونے کے برابر تھا کہ سوبھراج مجھے کہیں دیکھ کر پہچان لے اور وہیں ایک ہنگامہ کھڑا ہوجائے۔

قابلِ دید مقامات کی سیر کے سلسلے میں اسد کی رہنمائی نے عجیب ہی مزہ دیا۔ وہ کافی عرصے سے وہاں اکیلا رہ رہا تھا۔ اس کی قابل رشک معلومات نے ہر تفریح کا لطف دوبالا کردیا۔ شہر سے گزرنے والے دریا میں ایکسپریس بوٹ سسٹم کی بڑی سی لانچ میں بیٹھ کر' سرِشام شہر کا روشن نظارہ دیکھنا بھی ایک انوکھا تجربہ تھا۔ دریا میں اتنی کشتیاں رواں تھیں کہ مجھے حیرت ہورہی تھی۔ میں نے رات گئے گولڈن ڈریگن سے واپسی پر زندہ ٹائم بم دریا میں پھینکا تو مجھے نیچے پھیلی ہوئی نیم تاریکی میں دریا خالی نظر آیا تھا۔ وہ کسی بوٹ پر گرا ہوتا تو کیا ہوتا میرے لیے وہ خیال خوف آور تھا۔

میری حیرت دور کرنے کے لیے اسد نے بتایا کہ رات گہری ہونے کے ساتھ دریائی ٹریفک برائے نام رہ جاتا ہے۔ کام کی نازک نوعیت کی وجہ سے اس نے جان بوجھ کر دریا ایسے پل پر سے عبور کیا تھا جس کے نیچے عام طور پر زیادہ کشتیاں نہیں ہوتیں۔

پھوکیٹ اور جیانگ مائی قابل دید ہونے کے باوجود بنگاک سے بہت دور تھے ہمیں اس سفر پر آمادہ نہ پاکر اسد نے ہمیں وہاں کی زبانی سیر کرادی۔ پتایا شہر سے زیادہ دور نہیں

Downloaded from https://t.me/pakistanipoint

تھا۔ وہاں کے سبز سمندری پانی کے کنارے حسن وشوق کی ایک انوکھی دنیا بکھری ہوئی تھی جہاں ہر ایک دوسروں کو یکسر فراموش کر کے اپنی ذات میں مگن تھا۔

پیراکی کے مختصر کپڑوں میں ملبوس' بے پروا نازنینوں کا ساحلی میلہ پتایا میں ہم جیسے رجعت پسند سیاحوں کے ہوش اڑانے کے لیے کافی سے بہت زیادہ تھا۔ جمال پرستوں کے لیے وہاں قدم قدم پر ایسی رنگین وسنگین رکاوٹیں منسل آفتابی میں کروٹیں لے رہی تھیں کہ لہریے دار کنارے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے کے لیے انہیں ایک مدت درکار تھی۔

ان تفریحی سرگرمیوں کے ساتھ میرا فون بھی باقاعدگی سے استعمال ہو رہا تھا۔ امریکا سے پاکستان تک کی خبریں تواتر سے مل رہی تھیں۔ ویرا کے پیر کی موچ میری ہدایت کے عین مطابق ٹھیک ہو چکی تھی۔ دس ڈالر لینے والا بھکاری پراسرار ثابت ہو رہا تھا۔ اول خان نے ایک امریکی سفارت کار کو براہ راست یہ اطلاع فراہم کر دی تھی کہ سوبھراج ایران کے راستے بنکاک بھاگ چکا تھا۔

جلال اسلام آباد میں حسب معمول بہت زیادہ مصروف تھا۔ رتن سیٹھ سوبھراج کے خلاف اہم ترین گواہ تھا' اسے خصوصی حفاظتی انتظامات کے تحت صدف مینشن سے اسلام آباد منتقل کر دیا گیا تھا اور سوبھراج کے خلاف اس کی غیر حاضری میں مقدمہ چلانے کی تیاریاں شروع کر دی گئی تھیں۔ جلال کو امید تھی کہ عدالت جلد ہی سوبھراج کو مفرور قرار دے دے گی۔

دوسری طرف چاؤ فان میری جان کا آزار بنا ہوا تھا۔ میں نے جب سے اسے اپنے مقامی موبائل فون کا نمبر دیا تھا وہ ہر دو تین گھنٹوں بعد مجھے فون کر کے میری خیریت معلوم کرنے لگا تھا۔ اسے شکایت تھی کہ میں نے ہوٹل میں ٹکنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ جب بھی کوئی تحفہ لے کر ہوٹل میں پہنچتا تھا' میرے کمرے میں بجنے والی انٹر کام کی طویل گھنٹیاں اس کا منہ چڑانے لگتی تھیں۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے چاؤ فان کو شہر میں میری خبر گیری کے سوا کوئی دوسرا کام نہیں تھا۔

اس نے ابتدا میں یہ جاننے کے لیے بہت ہاتھ پیر مارے کہ ڈان سے فون پر میری کیا بات ہوئی تھی مگر میں نے اسے ایک لفظ نہیں بتایا۔ وہ جس طرح مجھے خبر گیری کی مار مار رہا تھا اس کا تقاضا تھا کہ جواب میں اسے بھی سکایا جائے۔

ڈان نے مجھے وہ گفتگو اپنی ذات تک محدود رکھنے کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں دی تھی مگر میں چاؤ فان سے کوئی

موازنہ

''دنیا میں عجیب عجیب واقعات رونما ہوتے ہیں۔''

فیصل فریدی نے ارشد صاحب سے گپ شپ کرتے ہوئے کہا

''ایک صاحب بیس سال میں ایک لفظ بھی نہیں بولے تھے۔ ایک روز ایک گدھے نے انہیں دولتی رسید کی تو اچانک ان کی قوت گویائی واپس آ گئی۔''

''قوت گویائی بحال کرنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے جو کم تکلیف دہ ہے۔'' ارشد صاحب بولے۔

''وہ کیا؟'' فیصل نے جاننا چاہا۔

''بیوی کو پیکے بھیج دیا جائے۔'' ارشد صاحب نے جواب دیا۔

کھلا جھوٹ بولے بغیر یہ تاثر دیتا رہا کہ کسی تیسرے فرد کو اس گفتگو کا امین بنانا ڈان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کے مترادف ہوتا۔

تیسرے دن میں نے اسد کے ساتھ باہر جانے کا ارادہ منسوخ کر دیا وہ آیا تو میں نے اسے اوپر کمرے میں بلا لیا۔

ہم تینوں خوش گپیوں میں وقت گزار رہے تھے کہ میرے موبائل فون پر چاؤ فان کی کال آ گئی۔

''صبح بخیر ماسٹر! کیا حال ہے..... اس وقت کہاں گھوم رہے ہو میں نے ساری زندگی میں اتنا شہر نہیں دیکھا جتنا تم نے دو تین دنوں میں دیکھ لیا ہے!'' میری آواز سن کر وہ ایک ہی سانس میں بے تکان بولتا چلا گیا۔

''میں خیریت سے ہوں مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اور میں ہر وقت تمہاری سلامتی کے لیے دعا گو رہتا ہوں..... کیا میں اب فون بند کر دوں۔'' میں نے اسے ہوٹل میں اپنی موجودگی سے باخبر کیے بغیر اس کے انداز میں جواب دیا۔

وہ ہنس پڑا ''ماسٹر! تم بہت دلچسپ آدمی ہو' تم سے بات کر کے میری طبیعت بے مزہ نہیں ہوتی' جلی کٹی باتیں بھی بہت ڈھنگ سے کرتے ہو۔ اب یہی دیکھو کہ آج کل فرصت کے دن ہیں اس کے باوجود تم میری سلامتی کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہو۔''

''اب نہیں کروں گا۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا ''اور کوئی شکایت ہو تو وہ بھی بتا دو۔ میں اسے بھی دور کر دوں گا۔''

''ماسٹر! میرے پاس ایک چٹ پٹی خبر ہے سوچا کہ تمہیں بھی سنا دوں!''

Downloaded From https://paksociety.com

وہ خاموش ہوگیا میں نے قدرے تیزی سے کہا ''جلدی سے سناڈالو۔ میں اس وقت بہت زیادہ مصروف ہوں۔''

''دس منٹ پہلے مسلح اور باوردی امریکی فوجیوں سے بھری ہوئی تین گاڑیاں موتی محل میں گئی ہیں۔ بنکاک کا پولیس کمشنر بھی ان کے ساتھ تھا۔'' اس نے بتایا۔

وہ بہت اہم اطلاع تھی۔ میرا ذہن فوری طور پر اول خان کی طرف مبذول ہوگیا۔ کراچی میں سوبھراج روپوش تھا۔ امریکی اپنے طور پر اسے تلاش کررہے تھے۔ اس بارے میں ان کا مقامی حکام سے کوئی رابطہ نہیں تھا اس لیے وہ اس کی نقل وحرکت سے بالکل بے خبر تھے۔

میں نے اول خان کو اس بارے میں امریکیوں کو معلومات فراہم کرنے کی جو ہدایت کی تھی اس کا نتیجہ سامنے آگیا تھا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ کراچی سے وہ خبر بنکاک پہنچتے ہی امریکی حرکت میں آچکے تھے۔

ایف بی آئی والے اپنے غداروں کو کسی قانونی مرحلے سے گزارے بغیر خاموشی سے مار ڈالنے کے قائل تھے اور وہ کراچی میں مسلسل ان ہی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔ قرائن بتارہے تھے کہ اس کے بنکاک آنے کے اطلاع پاتے ہی امریکیوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تھا۔ انہوں نے سوبھراج کو خاموشی سے ٹھکانے لگانے کا ارادہ ترک کرکے اسے قانون کے بے رحم شکنجے میں جکڑنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

قیدیوں سے بدسلوکی کے معاملے میں دنیا بھر میں امریکیوں کی شہرت دن بہ دن خراب ہوتی جارہی تھی۔ ان کی تحویل میں آئے ہوئے مجرم اور مشتبہ قیدی آئے دن مشکوک حالات میں مارے جاتے تھے۔ سوبھراج کو اپنے قبضے میں لے کر وہ کسی بھی وقت اس کا نرخرا کاٹ کے یہ دعویٰ کرسکتے تھے کہ سوبھراج نے قید وبند کی سختیوں سے گھبرا کر خودکشی کرلی۔

وہ قانون کا سامنا کیے بغیر مارا جاتا۔ یوں ایف بی آئی والوں کی روایت برقرار رہتی۔

بنکاک میں متعین امریکی اہل کاروں نے کراچی سے آنے والی خبر کو آنکھیں بند کرکے قبول نہیں کیا ہوگا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے انہوں نے اپنے طور پر اس اطلاع کی تفتیش کی ہو اور جب انہیں یہ یقین ہوگیا کہ سوبھراج شہر میں راجن کا مہمان ہے تو ان کا ایک یونٹ سوبھراج کی گرفتاری کے لیے نکل کھڑا ہوا۔

غالب امکان یہ تھا کہ امریکیوں نے تھائی حکام کے ذریعے راجن سے مذاکرات نہیں کیے ہوں گے۔ اپنی جہان بین کے دوران میں انہیں سوبھراج اور راجن کے گہرے تعلق جوڑ کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا۔ وہ مذاکرات کی راہ اختیار کرتے تو راجن اپنے جگری دوست کی موجودگی سے انکار کرتے ہوئے بہت خاموشی کے ساتھ اسے تھائی لینڈ سے نکال دیتا۔

امریکی اہل کار اتنے احمق نہیں تھے کہ اپنے بڑے مجرم تک پہنچنے کے لیے وہ خطرہ مول لیتے۔

پلک جھپکتے میں وہ سارے امکانات میرے ذہن میں روشن ہوگئے۔ میں نے بے پروائی سے چاؤفان سے پوچھا۔ ''پولیس کمشنر راجن سے ملنے کے لیے اس کے گھر گیا ہے تو اس میں کیا خاص بات ہے؟''

''کمشنر کو گولی مارو۔ وہ بے چارہ یتیم افسر ہے۔ چھوٹا راجن جب چاہے کان پکڑ کر اسے اپنے پاس بلوا سکتا ہے۔ تم امریکی فوجیوں پر کیوں غور نہیں کرتے وہ وہاں کیوں گئے ہیں۔''

''چاؤفان! تم بلاوجہ میرا دماغ کھا رہے ہو۔'' میں نے مصنوعی اکتاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''ہوسکتا ہے کہ کوئی فوجی افسر بھی راجن سے ملنے گیا ہو۔ فوجی افسر کہ رکھاؤ اور دبدبے کے اظہار کے عادی ہوتے ہیں' دس بیس فوجیوں کا بھرم بہت ہوتا ہے وہ انہیں بھی اپنے ساتھ لے گیا تاکہ راجن کو مرعوب کرسکے!''

''ماسٹر! تم کچھ بھی کہہ لو مجھے دال میں کالا لگتا ہے۔''

چاؤفان کو سوبھراج کی کہانی کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ اسے وہ سب بتانا بے سود تھا جو میرے ذہن میں آچکا تھا۔ اس امر میں کوئی کلام نہیں تھا کہ چاؤفان نے مجھے بہت اہم خبر دی تھی لیکن میں اس کی اہمیت تسلیم کرکے کھیل بگاڑنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ بہترراہ وہی تھی جو میں نے اختیار کی تھی اور اسی کا تسلسل برقرار رہنا ضروری تھا۔

''دال میں کچھ کالا ہے تو اسے تلاش کرو۔ اس وقت تم کہاں ہو؟'' میں نے اصل معاملے کا کھوج لگانے کی ذمہ داری اسی کے سر ڈالتے ہوئے سوال کیا۔

''ماسٹر! تم نے میرا دل توڑ دیا۔ میرا خیال تھا کہ تم یہ خبر سنتے ہی اچھل پڑو گے۔ موتی محل پر میں نے دن رات چار آدمی لگائے ہوئے ہیں۔ ان کی طرف سے خبر ملتے ہی میں موتی محل کی طرف چل پڑا تھا پہچان سے بچنے کے لیے میں نے ایک پرانی گاڑی لی ہے۔ بس پانچ منٹ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔''

''چاؤفان! ذرا عقل سے کام لو۔ اس خبر پر میں کیسے اچھل سکتا ہوں؟ دو لشکر لے کر راجن کو مارنے کے لیے نہیں

Downloaded from https://paksociety.com

گئے ہوں گے۔ یہ صرف ایک دوستانہ ملاقات ہوسکتی ہے۔ ممکن ہے کہ امریکی افسر راجن کی املاک کے نقصان پر اظہار افسوس کے لیے گیا ہو۔''

''یہ بات تم کہہ سکتے ہو میں نہیں مانتا۔'' اس کا لہجہ دوٹوک تھا ''نئی تھائی نسل امریکیوں اور امریکی اڈوں کے خلاف ہے۔ یونیورسٹی اور کالجوں کے لڑکے اس سوال پر بہت ہنگامہ آرائی کر چکے ہیں۔ اب امریکی سپاہی اپنے اڈوں پر اور بیرکوں میں رہتے ہیں۔ شہر میں سادہ کپڑے پہن کر آتے ہیں۔ میری گناہ گار آنکھیں آج ایک مدت کے بعد اتنی تعداد میں باوردی امریکی فوجیوں کو شہر میں دیکھیں گی۔ مان لو کہ یہ غیر معمولی واقعہ ہے۔''

''دیکھو اور جب کسی نتیجے پر پہنچ جاؤ تو مجھے آگاہ کردو کہ اصل واقعہ کیا تھا۔'' میں نے نرمی سے کہا۔ ''میں تمہاری محنت اور فرض شناسی کی قدر کرتا ہوں۔ مجھے تمہارے اندازوں کی تائید سن کر دلی خوشی محسوس ہوگی۔''

''ماسٹر! تم عظیم آدمی ہو اس وقت تم نے میرا دل رکھ لیا۔'' اس کا لہجہ ممنونیت سے لبریز تھا ''میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ آج موتی محل سے کوئی بڑی کہانی برآمد ہوگی۔ امریکی بہت مغرور ہوتے ہیں۔ یہ چھوٹا راجن کے نقصان پر کبھی ہمدردی کے دو بول نہیں کہیں گے۔''

''تمہاری طرف سے اجازت ہو تو یہ عظیم آدمی اپنا فون بند کردے!''

چاؤ فان کھلکھلا کر ہنس پڑا اور میں نے فون بند کردیا۔

''تم اس بے چارے کو بہت بے رحمی سے رگڑتے ہو'' اسد نے تحیر زدہ لہجے میں کہا ''یہ بھی یہاں کا نامی گرامی بدمعاش ہے، کہیں یہ تم سے بدک نہ جائے!''

''فکر نہ کرو۔ میں جنگلی گھوڑوں پر سواری کرنا جانتا ہوں وہ بدکا تو میں اسے سنبھال لوں گا۔''

اسد نے پہلی بار میری اور چاؤ فان کی گفتگو سنی تھی۔ اس کی حیرت اپنی جگہ بجا تھی۔ اسے یہ علم نہیں تھا کہ میں نے روز اول سے چاؤ فان کے ساتھ وہ رویہ نہیں اپنایا تھا۔ اس کا مزاج سمجھنے کے ساتھ تدریج میں اس پر حاوی ہوتا چلا گیا تھا۔ اسد کے اندیشے کے برعکس مجھے پورا یقین تھا کہ میں چاؤ فان کو گالیاں بھی دے بیٹھوں تو وہ ہنس کر ٹال دے گا۔

''چاؤ فان کیا کہہ رہا تھا؟'' غزالہ نے مضطربانہ لہجے میں سوال کیا ''پولیس کمشنر، امریکی افسر اور فوجیوں کا کیا چکر ہے؟''

''اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آج سوبھراج میرے

> ''جج صاحب! میری بیوی خوامخواہ مجھ پر جھگڑا کرنے کا الزام لگا رہی ہے۔ میں نے تو پچھلے پانچ سال سے اس سے بات ہی نہیں کی۔''
>
> ''تم نے پچھلے پانچ سال سے اس سے بات کیوں نہیں کی؟''
>
> ''سر! میں اس کی بات کا ٹنا نہیں چاہتا تھا۔''

پھیلائے ہوئے جال میں پھنسنے ہی والا ہے۔'' میں نے اپنی خوشی پر قابو پاتے ہوئے کہا ''امریکی فوجیوں سے بھری ہوئی تین گاڑیاں کچھ دیر پہلے راجن کے محل میں داخل ہوئی ہیں۔ بنکاک کا پولیس کمشنر ان کے ساتھ ہے۔''

اسد اپنی جگہ پر اچھل پڑا ''اتنی تعداد میں باوردی امریکی فوجیوں کا شہر میں آنا بہت غیر معمولی واقعہ ہے۔ اتنی اہم خبر دینے پر تم اس کو اس بری طرح رگید رہے تھے!''

''اسے مصلحت کہتے ہیں۔'' میں نے بائیں آنکھ دبا کر اسے جواب دیا ''چاؤ فان راجن کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اسے سوبھراج کی کہانی کا علم نہیں ہے۔''

''تمہارا جال کیا تھا، امریکی فوجی وہاں کیسے پہنچ گئے..... کچھ تفصیل تو بتاؤ!'' اسد نے بے چین ہوکر تجسس آمیز لہجے میں کہا۔

میں نے ان دونوں کو وہ سب بتانا شروع کردیا جو چاؤ فان سے گفتگو کے دوران میں میرے ذہن میں آتا رہا تھا۔

''یہ کہو کہ بنکاک میں بیٹھ کر کراچی میں ڈوریاں ہلا رہے ہو۔'' اسد نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا ''یہ زبردست چال ہے۔ اس مرتبہ سوبھراج نہیں بچ سکے گا۔''

''تم میری آنکھوں میں کیا دیکھ رہے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''سچائی!'' اس نے برجستہ کہا ''تم نے سوبھراج کے خلاف جو چال چلی ہے اور امریکیوں کی چڑھائی کا جو تجزیہ کیا ہے، وہ کسی عام آدمی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ میں نے انٹیلی جنس بیورو میں اپنی ساری عمر جھوٹ اور سچ کو پرکھنے میں گزاری ہے۔ جھوٹ زبان پر آنے سے پہلے آنکھوں میں جھلکنے لگا ہے۔ میرا تجربہ بتاتا ہے کہ تم وہ نہیں ہو جو خود کو ظاہر کرتے ہو۔''

''تم نے کیا پہیلیاں شروع کردیں۔'' غزالہ نے موضوع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے ترشی سے اسد کو اپنا نشانہ بنالیا ''بات سوبھراج کی ہو رہی تھی، تم کہیں اور پہنچ گئے!''

Downloaded from https://paksociety.com

اسد اپنا سر ہلا کر فہمی انداز میں مسکرا دیا جیسے میری اور غزالہ کی ملی بھگت کو خوب سمجھ رہا ہو۔ پھر وہ ایک گہرا سانس لے کر بولا ''میں کہہ رہا تھا کہ پاکستان میں سوبھراج کو امریکیوں نے پال پوس کر ایک اونچے سیاسی مرتبے تک پہنچایا تھا۔ اچھا ہے کہ اب وہ ان ہی کے ہاتھوں اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ پرائی مٹی پر تمہارے ہاتھ خون سے بچے رہیں گے۔''

''یہ نہ کہو دوست!'' میں نے احتجاج کیا ''میں ایک مدت سے اسے اپنے ہاتھوں سے مارنے کی آرزو اپنے دل میں لیے بیٹھا ہوں۔''

''ہماری آرزوئیں اور ہماری خوشیاں کچھ بھی نہیں ہیں۔'' اسد سنجیدگی سے بولا ''ملک کی ضرورتیں ہماری جانوں سے زیادہ افضل ہیں۔ اس وقت ہمارے ملک کو سوبھراج کی ذات سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کام جس کسی کے ہاتھوں ہوتا ہے، ہونے دو۔ اس میں کسی کی انا کو رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔''

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا ''میرے ذہن میں ایک نیا خیال سر ابھار رہا تھا۔ امریکی بہت خود غرض اور سفاک تھے۔ ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ سوبھراج جیسے سرکش باغی کو ضرورت سے ایک لمحہ بھی زیادہ جینے دیں گے۔ ایف بی آئی کے بڑے اس کی عبرت ناک موت کا فیصلہ صادر کر چکے تھے۔ وہ اسے زندہ ہرگز نہ پکڑتے۔ موتی محل میں گھیرتے ہی اسے گولیوں کی باڑ پر رکھ لیتے۔ میرے لیے اس موذی سے کھیلنے کا وقت ختم ہوتا نظر آرہا تھا۔

''علی!'' اسد کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ کہہ رہا تھا ''تمہاری آنکھوں میں اداسی اتر آئی ہے۔ اپنے اور ملک کے دشمن کے عبرت ناک انجام پر تمہیں خوش ہونا چاہیے۔ تم دل گرفتہ کیوں نظر آرہے ہو۔ یہ جال تمہارا پھیلایا ہوا تھا۔ چال بھی تمہاری تھی۔ تم کامیاب اور سرخ رو ہونے والے ہو۔ تمہارا تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ اور پرواز کرتا ہوا اپنے نشانے کی طرف جارہا ہے۔ اب تک امریکی فوجی موتی محل میں پھیل چکے ہوں گے۔ سوبھراج کسی خوف زدہ چوہے کی طرح چھپتا پھر رہا ہوگا مگر کب تک۔ آخر کار وہ اسے ڈھونڈ کر پکڑ لیں گے۔ اسے زندہ اپنے ساتھ لے جانا یا وہیں گولیوں سے چھلنی کر دینا ان کے افسر کا صوابدیدی فیصلہ ہوگا جس کے لیے کوئی اس سے جواب طلب نہیں کرے گا۔''

''میرے زخموں پر نمک پاشی کر رہے ہو!'' میں نے مجروح مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''زخم کیسے..... تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ آج تمہارا ایک بڑا شکار زیر ہونے والا ہے۔''

''اس کی موت کی خبر سن کر مجھے بے اندازہ خوشی ہوگی مگر زندگی بھر اس بات کا قلق رہے گا کہ اس کی زندگی میں، میں اسے ایک ٹھوکر بھی نہ مار سکا۔''

''یہ سب چلتا رہتا ہے، زندگی کا ایک حصہ ہے۔'' اس کی آواز ہر قسم کے جذبات سے عاری تھی۔

اچانک میرے مقامی موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے سرعت سے کال وصول کرلی۔

''ماسٹر! یہاں گڑبڑ شروع ہوگئی ہے..... میری چھٹی حس صحیح بات بتا رہی تھی۔'' دوسری طرف سے چاؤفان کی ہذیانی آواز دفور جوش سے کپکپا رہی تھی۔ ''اندر گاڑیاں رکتے ہی امریکی فوجی اپنی رائفلیں تان کر ہر طرف پھیل گئے ہیں۔ موتی محل کا کھلا رہنے والا پھاٹک بند کر دیا گیا ہے۔''

''ویری گڈ! وہیں رکے رہو اور حالات پر نگاہ رکھو۔ فون کھلا رکھو اور اس پر مجھے خبر دیتے رہو۔'' میں نے گمبھیر لہجے میں اسے ہدایت دی۔

''ماسٹر! میرے نتھنوں میں ابھی سے انسانی خون کی بو آنے لگی ہے۔ یہ امریکی سپاہی درندوں کی طرح لڑتے ہیں۔ گناہ گار کو دیکھتے ہیں نہ بے گناہ کو..... سامنے آنے والے ہر شخص کو بھون ڈالتے ہیں۔ اب کسی بھی لمحے اندر گولیاں چلنے لگیں گی..... لاشیں گریں گی اور چھوٹا راجن کا نام مٹی میں مل جائے گا۔''

آپریشن سوبھراج کے خلاف ہو رہا تھا۔ وہ راجن کی تباہی کا خواب دیکھ رہا تھا۔ میں نے ذرا سختی سے کہا ''چاؤفان! ہوش میں رہو۔ تم اس ٹکراؤ میں شامل نہیں ہو۔ ایک تماشائی ہو، تماشائی بنے رہو۔ لفاظی کی ضرورت نہیں، صرف رپورٹ دیتے رہو!''

''او کے ماسٹر!'' اس کی آواز پر یکا یک مردنی چھا گئی۔

کزاچی کے راج محل کو آگ لگا کر فرار ہونے والا آخر کار بنکاک کے موتی محل کی فصیلوں کے پیچھے اپنے بدترین دشمن کے حصار میں آنے والا تھا۔

فیصلہ کن لمحوں کے انتظار میں میرا دوران خون تیز ہوگیا کسی بھی لمحے موتی محل میں پہلی گولی چلنے والی تھی۔ اس کے بعد وہاں ایک قیامت برپا ہوجاتی!

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

لاہور میری جائے پیدائش ہے۔ والد صاحب کی وفات اور سوتیلی ماں کے مظالم پر میں نے گھر اور شہر چھوڑ کر کراچی میں پناہ لی تو یہاں جہانگیر، داؤد اور نادر سے میری دوستی ہوئی اور ہم چاروں بے روزگاری سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں منشیات فروشوں کی ایک بھیانک عالمی تنظیم شی کے منحے چڑھ گئے۔ ان لوگوں نے مغربی معاشرے کی بیہودگی کو وبا سے محفوظ رکھنے کے لیے پاکستان میں چرس کا بحران پیدا کر کے میرے گھر کو فروغ دیا اور قدم جمانے کے بعد پاکستان کے خلاف ہر محاذ پر تخریبی کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ ان ہی دنوں سلطان شاہ مجھ سے آ ٹکرایا اور بعد میں میرا دست راست ثابت ہوا۔ شی کے سر براہ جمی لائیڈ کی ملک دشمن سرگرمیوں نے مجھے شی سے بغاوت پر مجبور کر دیا جس پر جمی لائیڈ میرے لہو کا پیاسا بن گیا۔ میں نے ملک میں اور ملک سے باہر ان کی تخریبی اور دہشت گرد کارروائیوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ میرا لگایا ہوا ہر زخم ان لوگوں کے اشتعال میں اضافہ کر دیتا تھا کہ وہ میرا بال بھی بیکا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ قومی مفاد کے اہم ترین منصوبوں کے تحفظ میں مجھے اول خان نے بہت مدد فراہم کی۔ وہ زندگی سے بے پروا اور دشمن کے لیے جاں بازوں کی ایک ایسی پراسرار ارمیشن کا مقامی سربراہ تھا۔ جسے انٹیلی ٹاسک فورس کہا جاتا تھا۔ جمی لائیڈ کی بیٹی ویرا بھی ابتدائی دشمنی کے بعد میری حلیف بن گئی۔ ویرا میری دوست تھی مگر غزالہ ایک مدت سے میری محبت تھی۔ حالات کی ستم ظریفی کہ ہم دونوں کو مکاؤ میں ڈون کوانگ نوما کی ایک جیتی بدمعاش کے دباؤ پر شادی پر مجبور ہونا پڑا۔ دوسری طرف امریکا میں آنریبل بیل نامی ایک نسل پرست یہودی دہشت گرد اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر شی کے بے انداز مالی وسائل پر قابو پا کر انہیں ڈیوڈ اسٹارز نامی سیہونی تنظیم کے لیے استعمال کرنے کا خواہاں تھا۔ جمی لائیڈ کو صدارتی انتخابات میں کامیابی کی مجبوری کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس کی پراسرار ہلاکت کے بعد آنریبل بیل ٹھٹے کی بہترین ہیروئن کے پیداواری ذرائع پر قبضہ کرنے کے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا تھا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر واپس امریکا فرار ہوا، ہم بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری کوششوں سے اس کی بربادیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوڈ اسٹارز اور امریکی حکومت کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدے کیمپ کے افشا ہونے کے باعث امریکیوں کی نظر میں مقتوب ٹھہرا۔ ایٹمی مشن کی کامیابی کے بعد ہم پاکستان واپس آ گئے۔ ہمارا اگلا معرکہ بھارتیوں سے ان کے اپنے دیش میں ہوا جس میں ہم سرخرو ہوئے۔ بھارت سے واپسی پر ہمیں علم ہوا کہ پاکستان میں راسر گم عمل تھی اور اس کی پشت پناہی کو برا کے کوڈ نیم تلے ایک ایسی پراسرار تنظیم کام کر رہا تھا۔ بہت جلد ہمیں اس کا سراغ مل گیا۔ وہ سوہجراج تھا۔ ہم اس پر نچیدگی سے اٹھ دانے کے سوچ رہے تھے۔ اسی وقت ہمیں اطلاع ملی کہ جہانگیر کے گھر میں گھس کر اسے اغوا کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ جہانگیر نے ایک بدمعاش کو قابو میں کر لیا تھا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ کام سنیل کے ذریعے سوہجراج نے کرایا تھا۔ تاہم ناکامی کے بعد وہ معافی تلافی پر اتر آیا تھا۔ سوہجراج کے خلاف تمام تیاریاں مکمل تھیں اور اس کا ہلاکا شروع ہو گیا تھا۔ اس موقع پر اس نے ملک سے فرار کی راہ اختیار کی۔ اس دوران سوہجراج واپس لوٹ آیا اور میری آنکھوں کے سامنے اس پر ہلاکا حملہ ہوا۔ حملہ آور امریکی کمانڈوز تھے۔ میں نے سیلاٹ فون پر اس سے رابطہ کیا تو وہ مجھ سے سخت ناراض تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں نے اسے کوئی مہلت نہیں دی تھی۔ میں نے اسے سمجھایا کہ حملہ میں نے نہیں بلکہ کک اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے کرایا گیا تھا۔ میں نے سوہجراج کے سیکریٹری سنیل کی خوبرو بیوی سے ملاقات کی وہ خاصی کھلی کھیلی ہوئی عورت تھی فوراً ہی مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوششیں کرنے لگی اور مجھے بتایا کہ سوہجراج کو سنیل کے ساتھ راج محل میں ہی ہونا چاہیے۔ جلال اس دوران راج محل پر چڑھائی کر چکا تھا مگر سوہجراج نے راج محل کو راکھ کا ڈھیر بنا کر وہاں سے راہ فرار اختیار کر لی۔ اب وہ زخمی سانپ کی طرح خطرناک ہو چکا تھا۔ اسی دوران سوہجراج نے مجھے بتایا کہ اس کا اگلا نشانہ جہانگیر ہوگا۔ ویرا کے لیے یہ دھمکی اضطراب کا باعث تھی۔ وہ اسی وقت جہانگیر کے گھر روانہ ہو گئی۔ ہمارا خیال تھا کہ سوہجراج اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے میں کچھ وقت لگائے گا مگر ایسا نہیں ہوا۔ ویرا، سلمیٰ اور جہانگیر کی ہمراہی میں گھر سے نکلی اس کا ارادہ ہوا خوری کا تھا مگر سوہجراج کے بارے میں ہمارے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ ان کا تعاقب کیا گیا اور ویرا تعاقب کنندگان میں سے ایک کو جہنم واصل کرنے میں کامیاب ہو گئی جبکہ دوسرا شدید زخمی حالت میں پولیس کے قابو میں آ گیا۔ اسی وقت سنیل کی خوب روبیوی نے فون کر کے بتایا کہ سنیل اس کے گھر میں موجود تھا۔ میں اور سلطان شاہ اس کو اس کے گھر سے پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس سے سوہجراج کا پتا معلوم ہو گیا۔ آئی بی نے وہاں چھاپا مارا مگر سوہجراج اپنی فطانت کے باعث بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے ساتھ اسے میرے خلوص کا بھی یقین آ گیا۔ اسی دوران میں ایس ٹی ایف کا سربراہ کراچی میں وارد ہوا۔ میری اور اس کی ملاقات کے دوران ایشین فورس کی حدود میں اس کی گاڑی کو بمبار اٹل سے نشانہ بنا کر تباہ کر دیا گیا۔ اس حملے کی ذمے داری کیری ہارٹ نے قبول کر لی۔ دوسری طرف سوہجراج نے بتایا کہ را کے دو ایجنٹ کراچی آ چکے ہیں۔ میں نے ان کو پکڑنے کے لیے کوشش کی مگر وہ تیزی دکھا کر میرے ہاتھ سے نکل گئے۔ سوہجراج نے بتایا تھا کہ شاید وہ اس کے مشورے کے مطابق کلفٹن کے علاقے میں تھے۔ ہم ریڈیائی لہروں کے ذریعے سراغ لگانے والی ایشین گاڑیوں کے ذریعے ان کا سراغ لگانے اس علاقے میں پہنچ گئے۔ خوش قسمتی سے ان میں سے چار ہی ایک جاں گسل معرکے کے بعد میرے ہاتھ آ گئیں۔ اس سے تفتیش آئی بی کی ذمے داری تھی۔ اسی دوران سوہجراج کا سامنا ویرا سے ہو گیا۔ وہ ویرا کو نہیں دیکھ سکا مگر ویرا نے اسے پہچاننے کی کوشش میں اس کی گاڑی تباہ کر ڈالی اور اسے وہ کار سڑک پر چھوڑ کر فرار ہونا پڑا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے رابطہ کیا اور فرمائش کی کہ میں اس کے دوست کی کار اس کے گھر تک پہنچا دوں۔ میں رضامند ہو گیا۔ سلطان شاہ میرے ساتھ تھا۔ میں گاڑی پہنچانے اس کے دوست کے گھر پہنچا تو وہاں خود سوہجراج سے ملاقات ہو گئی۔ میں اس سے ڈیل کا ہرکارہ بن کر ملا تھا۔ اس نے باتوں باتوں میں اندازہ لگایا کہ میں اپنی وفاداریاں تبدیل کر سکتا ہوں تو وہ میرے ساتھ میرے ہی شکار پر روانہ ہو گیا تاہم راستے میں شاید اسے کچھ شک آ گیا اور وہ ہم پر فائرنگ کرتا ہوا فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے دوست کو بھی قتل کر دیا۔ اس دوران را کے دو سے ایجنٹ کا کچھ پتا نہیں چل سکا تھا۔ ہمیں توقع تھی کہ اکیلا ہونے کے باعث وہ کوئی کارروائی نہیں کر سکے گا مگر ہمارا یہ اندازہ غلط نکلا اور ایک اہم شخصیت پر ناکام قاتلانہ حملہ ہوا۔ جائے واردات سے امریکن پراکٹل کی بازیابی ظاہر کر رہی تھی کہ را کے ایجنٹ نے امریکیوں سے مدد طلب کر لی تھی۔ دوسری طرف سوہجراج کے گرگے جہانگیر کو اس کے گھر سے اغوا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جہانگیر زیادہ دیر ان کی قید میں نہیں رہ سکا اور ایس ٹی ایف کی مدد سے بہت جلد اسے بازیاب کرا لیا۔ اسی اثنا میں میری ملاقات سوہجراج سے ہوئی اور اس نے بتایا کہ گرین کوبر اغوا کیس اس کے گلے میں تھی اور وہ اسے اپنے تحفظ کی ضمانت قرار دے رہا تھا۔ دوسری طرف امریکی بہت زیادہ پر پرزے نکال رہے تھے ان کا ایک۔ مفارت کار کرنل داؤد کی تلاش میں ایشین کے اوپر ہیلی کاپٹر میں چکر کاٹ رہا تھا۔ اب ان سے پیچھا چھڑانا ضروری تھا لہٰذا کرنل داؤد کی خودکشی کا ڈراما کھیلا گیا اور اس کی اطلاع مخالف کیمپ میں بھجوا دی گئی۔ اس خبر نے امریکیوں میں جشن کا سا سماں پیدا کر دیا اور اس خوشی کو منانے کے لیے وہ سمندر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کو سنبھلنے کا یہ سنہری موقع تھا۔ جس سے فائدہ اٹھانا ضروری تھا۔ جلال نے اس مہم میں شرکت سے معذوری ظاہر کی تھی لہٰذا میں ایس ٹی ایف کے چند جانبازوں اور اپنی ٹیم کے ساتھ ان کی سمت کو لی کے لیے روانہ ہو گیا۔ خوش قسمتی سے تھوڑی سی جدوجہد کے بعد ان کے کمانڈوز کے بعد دیگرے میرے ہاتھوں ناکارہ ہوتے چلے گئے اور بالآخر تمام میرے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔ تین امریکی کمانڈوز اور تمام کی ہلاکت نے مخالفین کا جوش وخروش ٹھنڈا کر دیا۔ اسی وقت سوہجراج نے مجھ سے ملنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ میں نے اس سے ملاقات کی میں اسے گھیرنا چاہتا تھا مگر وہ بہت عیار تھا۔ گرین کوبر اغوا کی فائل کے باعث مجھے اسے واپس جانے کی اجازت دینا پڑی۔ سلطان شاہ اس کے پیچھے تھا مگر وہ اسے بھی جل دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ جلال نے مجھ سے کہا کہ مجھے چند دنوں کے لیے تھائی لینڈ کا رخ کرنا چاہیے۔ میں اس کی تجویز پر بات چیت کر رہا تھا کہ میرے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی۔ فون سوہجراج کا تھا۔ اس نے بلا توقف مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اس کے خیال میں، میں نے اسے چھنوانے کے لیے اپنے کارندے پارک ٹاور نے کے آس پاس پھیلا رکھے تھے۔ میں نے تلخی سے اس کی تردید کی تو وہ متذبذب کا شکار ہو گیا۔ اس کے ساتھ اس

Downloaded from https://paksociety.com

نے مجھے تجویز دی کہ یہ ملک میرے لیے خموش ہوگیا تھا لہٰذا مجھے یہاں سے باہر نکل جانا چاہیے تھا۔ اس نے پیش کش کی کہ وہ پاکستان سے باہر جانے میں میری مدد کرسکتا تھا۔ میں نے اس کی پیش کش قبول کرلی۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ مجھے ہر قیمت پر گھیرنا چاہتا تھا تاکہ امریکیوں سے اپنے بگڑے ہوئے معاملات کو سیدھا کرسکے۔ اس نے مجھے ایک ویران مقام پر بلایا۔ مجھے توقع تھی کہ وہ خود بھی وہاں ہوگا۔ اس کا منصوبہ شاندار تھا مگر جلال کی حکمت عملی کے باعث اسے ناکامی ہوئی۔ میں اس کے بلائے ہوئے مقام پر گیا مگر سوبھراج وہاں نہیں تھا البتہ اس کے گرگے مجھے گھیرنے کی پوری تیاری کے ساتھ آئے تھے تاہم جلال کے باعث وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکے اور کئی افراد آئی بی کے نشانہ بازوں کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔

اس اثنا میں امریکیوں نے ہم کو قتل کی ذمے داری مجھ پر ڈالتے ہوئے قانونی مدد طلب کرلی تھی۔ میری گرفتاری کے وارنٹ جاری ہوگئے تھے۔ ان حالات میں جلال اور اول خان دونوں نے مجھے ملک سے نکل جانے کا مشورہ دیا۔ میں نے تھائی لینڈ کا رخ کیا جبکہ حیرت انگیز طور پر ویرا اور سلطان شاہ کو ہمراہ لے کر امریکا عازم سفر ہوئی۔ تھائی لینڈ میں آئی بی ایجنٹ اسد ہمارا منتظر تھا۔ وہ چھوٹا راجن اور سوبھراج دونوں سے بخوبی واقف تھا۔ میرے مشن کی تفصیلات جاننے کے بعد اس نے بتایا کہ بنکاک کی زیر زمین دنیا کا ڈان برنارڈ راجن کے خلاف ہماری مدد کرسکتا تھا۔ اس کے بارے میں اسد کا کہنا تھا، ڈان برنارڈ خود بھی چھوٹا راجن کا ڈسا ہوا تھا اور بنکاک کے بدمعاشوں کی بزدلی پر سخت نالاں تھا۔ ڈان سے ملاقات دلچسپ رہی اور وہ چھوٹا راجن کے خلاف میری مدد کے لیے تیار ہوگیا۔ اس نے مجھے چاؤفان سے ملایا جو نہایت تیز بدمعاش تھا۔ وہاں سلطان شاہ نے ایک بھکاری کی بھی ظاہر کی تھی۔ اس نے چھوٹا راجن کے کلیر میں بم دھماکے کرائے۔ اسی دوران سوبھراج بھی بنکاک پہنچ گیا۔ چھوٹا راجن کا ایک محافظ میری انگوٹھی کے زہر کا نشانہ بن گیا تھا جس کے باعث سوبھراج نے بنکاک میں میری موجودگی کا شک ظاہر کیا۔ میں ابھی مزید کسی کارروائی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ چاؤفان نے بتایا کہ امریکی فوجیوں کی بڑی تعداد چھوٹا راجن کی حویلی میں داخل ہوگئی تھی۔ شاید سوبھراج کا آخری وقت آگیا تھا۔

آپ آپ قسط نمبر 246 کے واقعات ملاحظہ کیجئے

بنکاک سے کراچی تک بہت سے لوگ سوبھراج سے نبرد آزما تھے۔ ان میں سے کسی سے بھی بات کی جاتی تو اس بارے میں دو رائے نہیں ہوسکتی تھیں کہ اس غدار اعظم کی فوری موت پاکستان کے مفادات کے تحفظ کے لیے ضروری ہوچکی تھی۔

پرکشش سیاسی نعروں سے بار بار فریب کھانے والے سادہ لوح پاکستانی عوام نے مل جل کر اسے ایک ایسے منصب پر پہنچایا تھا جہاں وہ دوسروں کی فلاح و بہبود کے لیے بہت کچھ کرسکتا تھا۔ وہ نالی کا کیڑا تھا۔ اسے نالی سے اٹھا کر مخملیں مسند پر پہنچا دیا گیا تھا۔ اس کا ماضی اس کا پیچھا چھوڑتا تھا نہ اس کی فطرت میں تبدیلی آئی تھی۔ اس کا ذہن کبھی بھی تعمیر کی طرف نہیں چل سکا۔ اس کی بنیاد تخریب کے خمیر سے اٹھی تھی۔ وہ اوپر پہنچ کر بھی بگاڑ کے راستوں پر چلتا رہا۔

کون سوچ سکتا تھا کہ عوامی حمایت سے اپنے لوگوں کی نمائندگی کرنے والا وہ خودغرض شخص اپنے منصب کو بھی ذاتی مفاد کے لیے استعمال کررہا تھا۔ وہ پاکستان میں رہ کر پاکستان سے دشمنی کررہا تھا۔ را، ایف بی آئی اور سی آئی اے والوں کا مخبر اور رہبر بنا ہوا تھا۔ اس کے لیے صرف ایک سزا تجویز کی جاسکتی تھی جو موت سے کسی طرح کم نہیں تھی۔

اس کے جرائم اپنی جگہ تھے۔ ان کے ساتھ یہ خرابی بھی تھی کہ اس نے مجھے اپنے پیچھے بہت دوڑ لگوائی تھی۔ میں اپنی خواہش اور بھرپور کوششوں کے باوجود اسے کہیں زیر نہیں کرسکا۔ وہ ہر بار کسی چکنی مچھلی کی طرح مجھے جل دے کر صاف نکل گیا۔ اس وقت اس کے مقدر کی خرابی نے مسلح امریکی فوجیوں کو موتی محل میں پہنچا دیا تھا۔ تب بھی وہ میری دسترس سے بہت دور تھا۔

اسد کی بات اپنی جگہ درست تھی۔ وہ ملک کے مفاد کی لڑائی تھی جس میں کسی کی انا کو ستر راہ نہیں بننا چاہیے تھا۔ اسے امریکی فوجی کیا' خون خوار کتے اور بھیڑیے بھی مارتے تو انہیں کامیاب ہونا چاہیے تھا۔ سوبھراج نے سب کو بہت تھکا دیا تھا۔ اسے مرجانا چاہیے تھا۔

میں تجسس اور ہیجان کے عالم میں خاموش بیٹھا انتظار کرتا رہا۔ موبائل فون میرے کان سے لگا ہوا تھا۔ دوسری طرف چاؤفان بھی خاموش تھا۔ اسے موتی محل میں سے کیچ بن کر نمودار ہونے والی کسی خبر یا پہلی گولی کا انتظار تھا۔

غزالہ اور اسد کے چہرے بھی اعصاب شکن انتظار کی مجسم تصویر بنے ہوئے تھے۔ سب اپنی اپنی جگہ مضطرب تھے' آنے والے لمحوں کا شدت سے انتظار کررہے تھے۔

وقت رینگ رینگ کر گزرتا جارہا تھا۔ مجھے امید تھی کہ چاؤفان کسی بھی لمحے چلا کر مجھے فون پر کوئی اچھی خبر سنائے گا۔

ثانیے گزر کر منٹوں میں ڈھل گئے۔ دو چار منٹ کے بعد میرے اعصاب چٹخنے لگے۔ میں نے فون پر کہا ''چاؤفان! کیا تم سو گئے؟''

''ماسٹر! کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ اندر کیا ہورہا ہے۔ ہر طرف گہرا سناٹا ہے۔ میں تمہیں کیا بتاؤں۔ میری عقل خود حیران ہے۔''

''زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔'' میں نے اپنے ہیجان پر قابو پاتے ہوئے اسے نرمی سے مشورہ دیا۔ کان اور آنکھیں کھلی رکھو۔ ان لوگوں کی آمد خالی از علت نہیں ہے۔ کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ کوئی خاص بات ہو تو فوراً مجھے بتاؤ۔''

''ماسٹر! فون بند کردوں!'' اس بار چاؤفان کی آواز مجھے کچھ سہمی ہوئی محسوس ہوئی۔

''نہیں!'' میں نے سختی سے کہا ''ہوسکتا ہے کہ عین وقت پر تمہیں دوبارہ نمبر ملانے کا موقع نہ ملے۔ فون کو آن رہنے

Downloaded from https://paksociety.com

دو۔''

''یہ کسی بھی وقت جواب دے جائے گا۔'' اس بار چاؤ فان کی آواز سے واضح طور پر بے بسی مترشح تھی'' کچھ دیر پہلے کارڈ کا بیلنس بہت کم رہ گیا تھا۔''

''چاؤ فان! تم سے خدا سمجھے۔ تم نے فون میں نیا کارڈ چارج کیوں نہیں کیا؟''

''وہی کرنے والا تھا کہ میرے آدمی کا فون آ گیا۔'' اس نے گھگیا کر وضاحت کی'' موتی محل میں امریکی فوجیوں کے داخلے کی خبر سنتے ہی میں سب کچھ بھول بھال کر اس طرف دوڑ پڑا تھا۔ یہاں سے واپسی پر نیا کارڈ خرید کر چارج کروں گا۔''

اس کے جواب پر میں نے بہت مشکل سے اپنا غصہ ضبط کیا اور تیزی سے کہا'' اپنا فون آن رہنے دو۔ وہ جواب دے گیا تو میں تمہیں فون کرلوں گا۔ اس کی بیٹری کام کر رہی ہے یا وہ بھی جواب دینے والی ہے؟''

''ماسٹر! وہ بالکل ٹھیک ہے۔'' میری زبان سے رابطے کی متبادل تجویز سن کر اس کی جان میں جان آ گئی۔

انتظار کی سولی پر آدھا گھنٹا اسی طرح گزر گیا۔ چاؤ فان کا فون سگنل ٹون کے بعد بند ہوا تو میں نے اسے فون کرلیا۔ موتی محل میں حالات جوں کے توں تھے۔ اس مدت میں وہاں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

کوئی گولی چلی نہ شور شرابا ہوا۔ امریکی فوجی بدستور اندر موجود تھے۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ راجن کے مہمان خانے میں قیام کرنے کے ارادے سے آئے ہوں۔ چاؤ فان نے بس ایک اہم تبدیلی نوٹ کی تھی کہ اس دوران میں اندر سے چڑیا کا بچہ بھی باہر نہیں نکلا تھا۔ باہر سے وہاں آنے والوں کو پھاٹک یا اس کا ذیلی دروازہ کھولے بغیر واپس لوٹا دیا گیا تھا۔

فون پر مسلسل رابطہ رکھنے میں میرے بھات خرچ ہو رہے تھے۔ میں نے چاؤ فان سے کہا کہ جیسے ہی کوئی خاص بات ہو وہ کسی بھی طرح فون کر کے مجھے اطلاع دے۔ اسے آخری ہدایت دے کر میں نے فون بند کر دیا۔

''سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔'' میں نے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔

''دو باتیں ممکن نظر آتی ہیں۔ راجن نے ان کی فوجی طاقت سے مرعوب ہو کر سوبھراج کو خاموشی سے ان کے حوالے کرنے پر اپنی رضامندی ظاہر کر دی ہے یا امریکیوں کے اس اہم ترین مشن کو تمہاری بددعا لگ گئی ہے۔''

''میری بددعا کیوں لگے گی..... میں انہیں بددعا کیوں دوں گا؟'' میں نے اسے گھورتے ہوئے' تنک کر پوچھا۔

''ہوسکتا ہے کہ سوبھراج ان لوگوں کے بجائے تمہارے ہاتھوں مرنا چاہتا ہو۔'' میرے تیور دیکھ کر اس نے دھیرے سے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر خفیف سی ذومعنی مسکراہٹ تیر گئی تھی۔

''انتظار کی اذیت سے گزرنے سے بہتر ہے کہ آپ اسی وقت سوبھراج کو فون کرلیں۔'' غزالہ نے تجویز پیش کی'' وہ مصیبت میں گھر گیا ہے تو آپ کی کال کوئی وصول نہیں کرے گا۔ دوسری صورت میں اس سے آپ کی بات ہو جائے گی۔''

میں نے لمحہ بھر کے لیے غور کیا۔ غزالہ کی تجویز بہت محفوظ اور معقول تھی۔

میں نے کراچی والے موبائل فون پر سوبھراج کا نمبر ملانا شروع کر دیا۔ اسد کی مسکراہٹ اور ہاتھوں کو میں نے نظرانداز کرنا مناسب سمجھا تھا۔ اس کی جگہ میں خود ہوتا تو شاید میرا رویہ زیادہ جارحانہ ہوتا۔ اسد نے میرے ساتھ بے تکلف ہونے کے باوجود اپنے شکوک وشبہات کے اظہار میں ادب ولحاظ کا پہلو بہرحال برقرار رکھا تھا۔

غزالہ کی آخری تجویز میرے ذہن میں بیٹھ گئی تھی۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ مصیبت کے ان لمحات میں سوبھراج میری فون کال کا کوئی جواب دے گا۔

میری حیرت اور بے یقینی کی انتہا نہ رہی جب پہلی گھنٹی بجتے ہی مجھے اپنے فون پر سوبھراج کی ہیلو کی آواز سنائی دی۔ اس کی آواز سے کسی تشویش اور پریشانی کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔

غزالہ کے مشورے پر میں نے جھونک میں آ کر اسے فون تو کرلیا تھا لیکن پہلے سے یہ نہیں سوچ سکا کہ اس سے رابطہ ہو جانے کی صورت میں' میں کیا بات کروں گا۔ فون پر اس کی آواز سنتے ہی لمحہ بھر کے لیے میرا ذہن سن ہو کر رہ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ سکا کہ میں اس سے بات کس انداز میں آگے بڑھاؤں۔ میری کال وصول کر کے اس نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ اس وقت تک آزاد تھا۔

میں نے اپنے بارے میں اسے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ میں بنکاک میں نہیں تھا بلکہ اپنے شہر' کراچی ہی میں بیٹھا ہوا تھا۔ گولڈن ڈریگن میں چھوٹا راجن کا جو آدمی مارا گیا وہ میرے بھیجے ہوئے ایک ہرکارے کا نشانہ بنا تھا جو انسانی جسم میں پراسرار طریقے سے سریع الاثر زہر داخل کرنے والے مہلک ہتھیار سے لیس تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

اس وقت تک میرے حریفوں میں سے کسی کو اس حقیقت کی ہوا نہیں لگی تھی کہ وہ زہر میری انگلی میں پڑی ہوئی انگوٹھی کے کھوکھلے نگینے سے میرے شکار کے جسم میں داخل ہوتا تھا۔ اسد سمیت ہر شخص کا ذہن بلو پائپ کی طرف جاتا تھا جو جدید تہذیب سے نابلد افریقی قبیلوں کے لیے آج بھی ایک بہترین ہتھیار سمجھا جاتا ہے۔ خطرناک زہر میں بجھے ہوئے ہلکے پھلکے تیر کو پتلی سی نالی میں رکھ کر ایک زوردار پھونک کے ذریعے حریف پر چلایا جاتا ہے۔ تیر کی نوک جلد میں پیوست ہوتے ہی زہر اپنا کام کر گزرتا ہے۔ انسانی خون دودھ کی طرح پھٹ کر دہی میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ خون کے وہ لوتھڑے لمحہ بھر میں شریانوں میں جم کر دورانِ خون کو معطل کردیتے ہیں اور فوری طور پر انسان کی موت واقع ہوجاتی ہے۔

میری انگوٹھی کے نگینے کا زہر بھی شاید اسی قسم کا تھا۔ پراسراریت کی بات یہ تھی کہ میرے ہاتھوں اس طرح مرنے والے کسی مجرم کے بدن سے کبھی کوئی تیر برآمد نہیں ہوسکا تھا۔ مرنے والوں کی جلد میں موجود ننھا سا سوراخ ہر بار اس امر کی نشان دہی کرتا رہا کہ مرنے والے کے جسم میں خارجی طور پر زہر داخل کیا گیا تھا۔

بظاہر یہ محسوس ہوا تھا کہ سوبھراج نے بنکاک میں میرے آدمی کی موجودگی کی کہانی پر یقین کرلیا تھا۔ میں بنکاک میں نہیں تھا تو میرے لیے وہاں کے تازہ ترین حالات سے باخبر رہنا ممکن نہیں تھا۔ میں صرف ایک ہی کارڈ کھیل سکتا تھا کہ میرا آدمی مجھے بنکاک کی صورتِ احوال سے پل پل باخبر رکھ رہا تھا اور وہاں کے بدلتے ہوئے حالات کے بارے میں مجھ سے براہِ راست تازہ ترین ہدایات لے رہا تھا۔

وقت کی سدا سے اپنی ایک رفتار ہے۔ وہ ازل سے اسی رفتار سے گزرتا چلا آرہا ہے۔ سیکنڈ، منٹ، گھنٹے اور دن وغیرہ وقت کے معین پیمانے ہیں۔ واقعات وقت .... کے انہی پیمانوں پر رونما ہوتے ہیں اور اسی گردش دوران میں انسان اپنی عمر پوری کرکے فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے لیکن انسانی ذہن کی رسائی وقت کی ان پابندیوں سے یکسر آزاد ہے۔ انسان سوچنے پر آتا ہے تو برسوں پر محیط کہانیاں لمحہ بھر میں اس کے ذہن سے گزرتی چلی جاتی ہیں۔

اس وقت سوبھراج کی آواز سن کر میں نے بھی بہت کچھ سوچا لیکن وہ بس پل بھر کی بات تھی۔ سوبھراج کو اندازہ بھی نہیں ہوسکا ہوگا کہ میں کسی تذبذب سے دوچار ہوگیا تھا۔ میں نے ذرا سے توقف کے بعد پوچھا ''مہاراج! کیا حالِ احوال ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اب تک تمہارا غصہ اتر چکا ہوگا۔''

''اوہ..... ڈینی!'' اس کی بے ساختہ آواز میرے موبائل فون کے لاسلکی ریسیور پر ابھری ''تم اپنی خباثتوں سے باز نہیں آؤ گے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس وقت تم نے اپنی نئی بدمعاشی کا نتیجہ جاننے کے لیے مجھے فون کیا ہے۔ تم یہ بات بھول گئے کہ اونٹ پالنے والے اپنے دروازے اونچے رکھتے ہیں۔''

وہ ذہین بدمعاش تھا۔ فوری طور پر بات کی تہ تک پہنچ گیا۔ میں نے بھی گھما پھرا کر بات کرنے کا ارادہ ترک کردیا اور خوشگوار لہجے میں پوچھا ''تم میری کس چال کی بات کررہے ہو؟ اس وقت میں نے تم پر کئی طرف سے جال ڈالے ہوئے ہیں۔''

''مرد اپنی لڑائی خود لڑتے ہیں۔ دوسروں کو بیچ میں نہیں لاتے۔ تمہارے آدمی نے امریکی کتوں سے میری مخبری کرکے اچھا نہیں کیا۔ تم کو معلوم ہے کہ مجھ سے زیادہ وہ تمہارے خون کے پیاسے ہیں۔ ہم دونوں ان کے سامنے ہوں تو وہ مجھے بھول کر تمہیں جہنم واصل کرنے کو ترجیح دیں گے۔'' وہ کسی اشتعال کے بغیر، سرد لہجے میں کہتا چلا گیا۔

''کتا قرار دے کر تم ان کی عزت افزائی کررہے ہو۔'' میں نے اسے ٹوکا ''وہ کتے کو دوستی، محبت اور وفاداری کی علامت سمجھتے ہیں۔ دوستوں کو کتا بنا کر ان کی عزت افزائی کرتے ہیں۔''

''وہ اور بھی بہت کچھ سمجھتے ہیں۔ ان کے کچھ سمجھنے سے اصل حقائق نہیں بدل سکتے۔ میرے لیے کتا اس دنیا کی ذلیل ترین مخلوق ہے جسے صرف بھونکنے اور کاٹنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ تم ان غیر ضروری باتوں میں مجھے کیوں الجھا رہے ہو؟''

''یہ غیر ضروری بات نہیں ہے۔'' میں نے کہا ''بھونکنے اور کاٹنے کے علاوہ وہ سونگھتے بھی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے بنکاک میں تمہاری بُو پالی ہو۔''

''یہ ناممکن ہے!'' اس نے وہ امکان یکسر مسترد کردیا ''میں خاموشی اور مکمل رازداری کے ساتھ یہاں آیا ہوں۔ میرے دشمنوں میں سے صرف تم میری یہاں موجودگی کا سراغ لگا سکے ہو۔ دوسرے ابھی تک بے خبر تھے۔''

''میں تم سے بحث میں نہیں الجھنا چاہتا۔ تمہاری باتوں سے ظاہر ہورہا ہے کہ بنکاک میں بھی امریکی تمہارے پیچھے لگ چکے ہیں۔ انہوں نے تم کو مار لیا تو مجھے زندگی بھر افسوس رہے گا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''سوبھراج مٹی کا مادھو نہیں ہے جسے یہ کتیا کہ پلّے زیر کرسکیں۔ ان اُلّو کے پٹھوں کو یہ نہیں معلوم کہ موتی محل میں داخلے کا ایک راستہ ہے تو وہاں سے نکلنے کے چار راستے ہیں۔ احاطے میں ان کی گاڑیاں گھستے ہی میں نیزی سے وہاں سے نکل گیا۔ اب اس یونٹ کا افسر وہاں اپنے سر کے بال نوچ رہا ہوگا۔ وہ موتی محل سے ذلیل وخوار ہوکر لوٹیں گے۔''

''مجھے خوشی ہے کہ تم ان کے ایک وار سے بچ گئے۔''

''بکواس مت کرو۔'' وہ غرایا ''مجھے پورا یقین ہے کہ تمہارے آدمی نے تمہاری ہدایت پر انہیں میرے پیچھے لگایا ہے۔''

''اس بدگمانی کو اپنے ذہن سے جھٹک دو.....!''

اس نے میری بات درمیان سے اڑا دی ''یہ تمہارے آدمی کی حرکت نہیں تھی تو اس نازک وقت پر تم نے مجھے کیوں فون کیا ہے؟''

''ٹھنڈے دل سے سوچو۔ میری اور امریکیوں کی ٹھنی ہوئی ہے۔ میرا آدمی ان سے کیسے رابطہ کرسکتا ہے۔'' بڑی پیچیدگی دور ہوجانے کے بعد میں نے اس سے کھیلنے کا فیصلہ کرلیا۔

اس آنکھ مچولی میں میری کامیابی کی صرف ایک صورت تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس سے میرا رابطہ برقرار رہے اور مجھے اس کی نقل وحرکت کا صحیح علم ہوتا رہے۔

''فون کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ تمہارے آدمی نے ایسی ہی کوئی ذلیل حرکت کی ہوگی۔'' اس نے بے اعتباری سے کہا۔

وہ میری پیش کی ہوئی صفائی کو قبول نہیں کررہا تھا لیکن مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ اس بار سوبھراج نے واضح طور پر میرا پیش کیا ہوا' میرے آدمی کا نظریہ قبول کرلیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اس نے میری یہ بات مان لی تھی کہ میں بنکاک میں نہیں' کراچی میں تھا۔

''میں ان اوچھے ہتھکنڈوں کا قائل نہیں ہوں۔ اپنی لڑائی خود لڑتا ہوں' دوسروں کو بیچ میں نہیں لاتا۔'' میں نے... پُرزور لہجے میں جواب دیا ''اصل قصہ یہ ہے کہ تمہارے بنکاک پہنچتے ہی میرا آدمی تمہاری گھات میں لگ گیا تھا۔ اس وقت بھی وہ موتی محل کے باہر اپنی کسی کمین گاہ میں موجود ہے۔ اس نے ابھی ابھی فون کرکے مجھے اطلاع دی ہے کہ تین بھاری گاڑیوں میں سوار' مسلح امریکی فوجی موتی محل میں داخل ہوئے ہیں۔ ان گاڑیوں کے اندر گھستے ہی موتی محل کا ہمیشہ کھلا رہنے والا پھاٹک بند کردیا گیا ہے' اندر سے کوئی باہر آیا ہے نہ باہر سے کسی کو اندر جانے کی اجازت ہے۔ میرے لیے یہ خبر حد سے زیادہ پریشان کن تھی' میں نے تمہیں فون کرلیا۔''

میں نے چاؤ فان سے ملنے والی معلومات کا اہم ترین حصہ اس کے کانوں میں انڈیل دیا۔

''ابتدا میں تمہارا لہجہ طنزیہ بلکہ استہزائیہ تھا!'' سوبھراج نے اشتباہ آمیز لہجے میں شکایت کی۔

''یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ مجھے بہت زیادہ تجسس تھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ موتی محل میں پہنچنے والے امریکی فوج وہاں کیا کررہے ہیں۔''

''وہ مجھے حلوہ کھلانے کے لیے نہیں آئے۔ میری اور تمہاری دشمنی ہے۔ تم کو ان کے یوں اچانک آنے سے تشویش کیوں تھی؟''

''تم میرے شکار ہو۔ تمہاری گردن دبوچنے کا پہلا حق مجھے حاصل ہے۔ میں یہ کیسے گوارا کرسکتا تھا کہ میری زد پر آئے ہوئے شکار کو میری آنکھوں کے سامنے کوئی اور اُچک کر لے جائے۔'' اس بار میں نے ذرا ترشی کے ساتھ اس کی بات کا جواب دیا۔

میرے کانوں میں اس کی ہنسی کی آواز آئی۔ جس میں تکبّر نمایاں تھا۔ مجھے محسوس ہوا جیسے وہ میرے جواب سے محظوظ ہوا ہو۔ اس نے کہا ''ڈینی! یہ خیال اپنے دل سے نکال دو۔ میں تمہارا شکار نہیں' شکاری ہوں۔ بہت جلد تمہاری کھوپڑی شانوں پر سے کاٹ لی جائے گی۔ میں اپنی بربادی کے ذمے دار کو بھول کر بھی معاف نہیں کرسکتا۔ تم نے دیکھ لیا کہ تمہارا آدمی راہ تکتا رہ گیا' امریکی جھک مار رہے ہوں گے اور میں صاف بچ نکلا ہوں۔ یوں جیسے مکھن میں سے بال!''

''قسمت نے تم کو میرے لیے اس سے بچایا ہے۔ یہ نتیجہ بہت جلد تمہارے سامنے آجائے گا۔'' میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

''اس وقت ان تلخ باتوں کو بھول جاؤ۔'' سوبھراج نے یکا یک وہ مشورہ دے کر مجھے حیران کردیا۔ وہ کہہ رہا تھا ''امریکی ہم دونوں کے بدترین دشمن ہیں۔ ہم دونوں آپس کی لڑائی کے باوجود ان کا منہ کالا کرنے کے خواہش مند ہیں۔ میں ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر موتی محل سے نکل آیا ہوں۔ اس وقت میں چھوٹا راجن کو فون نہیں کرسکتا۔ تمہارا آدمی موتی محل کے باہر موجود ہے۔ اس سے پتا کرکے بتاؤ کہ امریکی وہاں کیا کررہے ہیں۔''

وہ سوبھراج کی طرف سے عارضی جنگ بندی کا کھلا اعلان تھا۔ مجھے اس سے کوئی خوش فہمی نہیں ہوئی۔ وہ بہت بڑا

Downloaded from https://paksociety.com

مکار تھا۔ میں اس کے کسی قول یا فعل پر اعتبار نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود اسے اپنی طرف سے دھوکے میں رکھنا ضروری تھا۔

وہ اس وقت بوکھلایا ہوا تھا۔ یہ بھول گیا کہ میں موتی محل کے بند پھاٹک کے پیچھے ہونی والی کارروائیوں سے اپنے مفروضہ آدمی کی بے خبری کا تذکرہ کر چکا تھا۔ وہ یہ جاننے کے لیے بے چین تھا کہ اس کے نکل آنے کے بعد موتی محل میں کیا ہو رہا تھا۔

اسے شیشے میں اتارنے کے لیے میں نے اسے کچھ امکانی تفصیلات سنانے کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا ''پھاٹک بند ہو جانے کے بعد اندر کا حال جاننا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ میں نے موتی محل دیکھا ہے نہ اس کے آس پاس کا علاقہ۔ میرے آدمی کا کہنا ہے کہ اندر زبردست گڑبڑ ہو رہی ہے۔ امریکی فوجی وہاں تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ شاید ابھی تک ان کے دماغ میں یہ خیال نہیں آیا کہ تم موتی محل کے کسی اور راستے سے نکل چکے ہو۔''

''انہیں وہاں آئے ہوئے آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت ہو چکا ہے۔ وہ بددماغ ہوتے ہیں۔ انہوں نے چھوٹا راجن کو پریشان کر کے رکھ دیا ہوگا۔''

''اگر وہ وہاں موجود ہے تو ساری جرح اسی سے ہو رہی ہوگی۔'' میں نے سوبھراج کی فکرمندی کو ہوا دینے کی کوشش کی ''ان کے ساتھ بنکاک کا پولیس کمشنر بھی وہاں پہنچا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ وہ باضابطہ میری گرفتاری کے لیے آئے ہیں۔'' اس کی آواز سے اندازہ ہو رہا تھا کہ پولیس کمشنر کا نام سن کر وہ چونکا تھا۔

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ بنکاک کے سارے اعلیٰ حکام چھوٹا راجن کی مٹھی میں ہیں۔ کمشنر اس کی مرضی کے خلاف نہیں جا سکتا۔''

''دوستی اپنی جگہ رہتی ہے۔ کوئی بات ریکارڈ پر آ جائے تو پھر فائلوں کا پیٹ بھرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ابھی تک وہ بالا ہی بالا میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ یہ ان کا گڑھ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں انہوں نے میرے خلاف قانونی محاذ بھی کھول لیا ہے۔''

وہ ایک باریک نکتہ تھا جو میرے ذہن میں نہیں آ سکا تھا۔ اگر سوبھراج کا شبہ درست تھا تو اس کے لیے بنکاک میں بھی کراچی جیسی خطرناک صورتِ حال پیدا ہو چکی تھی۔ ایک طرف امریکی ایف بی آئی اسے اپنا غدار قرار دے کر خفیہ طور پر اس کا پیچھا کر رہی تھی تو دوسری طرف وہ ایک عالمی مجرم کی نظروں میں آ گئے ہو۔ تم کہیں بھی پناہ لے لو' یہ بات طے ہے کہ تمہارا انجام طرح مقامی قانون کو مطلوب تھا۔

اول خان کے ذریعے امریکیوں سے رجوع کرنے کا وہ فائدہ بہت اہم تھا۔ مجھے شک تھا کہ سوبھراج کا وہ اندیشہ حقیقت پر مبنی نہیں تھا۔ وہ موتی محل سے تازہ تازہ فرار ہوا تھا۔ اس کے اعصاب بھڑکے ہوئے تھے۔ ذہن پر ایف بی آئی کے خون آشام دشمنوں کی دہشت سوار تھی۔ اس حالت میں وہ کوئی صحیح فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا اور نہ ہی صحیح سمت میں کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل رہا تھا۔

چاؤ فان کی دی ہوئی اطلاعات کے مطابق امریکی فوجیوں کے ساتھ صرف پولیس کمشنر کو دیکھا گیا تھا۔ شاید وہ لوگ چھوٹا راجن کو مرعوب کرنے کے لیے پولیس کمشنر کو اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ اگر وہ باقاعدہ بلکہ باضابطہ پولیس ایکشن..... ہوتا تو اس میں کمشنر کے ماتحت عملے کی شمولیت ناگزیر ہوتی۔ شکایت کسی لاٹ صاحب کی ہی کیوں نہ ہو' بڑے افسران کبھی تن تنہا کوئی کارروائی کرنے کے لیے ایک فریق کے ساتھ نہیں نکلتے۔ ایسے اقدام سے ان پر انگشت نمائی کا پہلو نکل آتا ہے۔ وہ میری اپنی رائے تھی جس سے سوبھراج کو آگاہ کرنا ضروری نہیں تھا۔

''چلو' حساب برابر ہو گیا۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا ''اب ہم دونوں ایک مرتبہ پھر ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ فرق یہ ہے کہ میں کراچی میں ہوں اور تم بنکاک میں!''

''مجھے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش مت کرو۔'' اس بار سوبھراج کی آواز میں ہلکی سی ترشی در آئی ''کراچی میں بلکہ پاکستان بھر میں تمہاری سرکاری تلاش کا ڈھکوسلا مجھ سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ تم ایجنسیوں کے پکے ٹاؤٹ ہو جبکہ مجھے حقیقی خطرہ لاحق ہے۔''

''تم اپنا دل خوش کرنے کے لیے جو چاہو سمجھ سکتے ہو۔'' میں نے بے پروایانہ انداز میں کہا ''اس سے میری صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ بتاؤ کہ اب چھوٹا راجن کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟''

''مجھ سے چالاک بننے کی کوشش مت کرو۔ میرے لیے تم بھی اتنے ہی موذی ہو جتنے ایف بی آئی والے' اپنے آدمی سے کہو کہ اب وہ میرا سراغ لگائے..... اور ہاں! اس بھول میں نہ رہنا کہ میں نے چھوٹا راجن کو یا اس نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ اس وقت بھی میں اسی کی گاڑی میں سفر کر رہا ہوں۔ اس کے دوستوں کے لیے تھائی لینڈ میں ٹھکانوں کی کمی نہیں ہے۔''

''میرے لیے یہ خوشی کی بات ہے کہ تم امریکیوں سے بچ

Downloaded from https://paksociety.com

میرے ہاتھوں ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ میں جلد ہی تھائی لینڈ پہنچ کر تمہارے کریا کرم کا بندوبست شروع کردوں۔''

''اب تم اپنے اصل روپ میں آئے ہو۔'' اس کی آواز زہریلی ہوگئی ''تمہاری زبان سے میرے لیے دوستی اور ہمدردی کے بول بہت عجیب لگتے ہیں۔''

''میں تم سے دوستی کا خواہش مند ہوں نہ مجھے تم سے کوئی ہمدردی ہے۔ تم نے سازشیں کر کے مجھے ٹھکانے لگانے کی کئی ناکام کوششیں کیں۔ میں تم سے اس کا بدلہ ضرور لوں گا۔''

''یہ خواب تم کئی دنوں سے دیکھ رہے ہو۔ دیکھتے رہو۔ میں تمہارا زخرا کاٹ سکتا ہوں' تمہارے خوابوں پر کوئی پابندی نہیں لگا سکتا۔''

''تم مجھے طعنہ دے رہے ہو لیکن کچھ دیر پہلے تم نے مجھے تلخ باتیں بھلا دینے کا مشورہ دیا تھا۔ کیا تم مجھے مفاہمت کا فریب دینے کی کوشش نہیں کررہے تھے؟''

''میری بات کو تو ڈمروڑ کر نہ دہراؤ۔ اب ہم مفاہمت کی راہ سے بہت دور نکل چکے ہیں۔ جہاں سے واپسی کم از کم میرے خواب وخیال میں کبھی نہیں آسکتی۔ وہ بات میں نے امریکیوں کے حوالے سے کہی تھی۔ وہ میرے ساتھ تمہارے بھی دشمن ہیں۔ آپس کی لڑائی میں ہمیں ان کی طرف سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ جس نے غفلت کی وہ مارا جائے گا۔ میں صرف یہ بات تمہارے ذہن میں بٹھانے کی کوشش کررہا تھا۔ اس سے غلط معنی نہ لو۔''

''بالکل یہی بات میں بھی کہہ رہا ہوں۔ فی الحال تم اپنے سفید فام دشمنوں سے بچ گئے ہو۔ میری خواہش ہے کہ اب جلد از جلد تم سے میرا آمنا سامنا ہوجائے تاکہ میں ان سے پہلے تم سے اپنا حساب بے باق کرسکوں۔''

''تم اپنی حسرتوں پر جلتے اور کڑھتے رہو۔ تم میرے سایے تک بھی نہیں پہنچ سکو گے۔''

''سنا ہے کہ پلید جسموں اور بدروحوں کا کوئی سایہ نہیں ہوتا۔''

گفتگو تلخ تر ہوتی جارہی تھی۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب دیے بغیر فون بند کردیا۔

''اس سے بات لمبی ہوگئی۔'' اسد نے مایوسی سے کہا ''معلوم ہوتا ہے کہ وہ موتی محل سے بچ کر بھاگنے میں کامیاب ہوگیا۔''

''قسمت اس کا ساتھ دے رہی ہے۔'' میں نے بات شروع کی تھی کہ غزالہ نے فقرہ درمیان سے اچک لیا۔

''ہر ذی روح کی موت کا ایک وقت معین ہے۔'' وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہی تھی ''یہ ہر مسلمان کا یقین ہے۔ ابھی سوبھراج کا وقت پورا نہیں ہوا۔''

''لیکن وہ وہاں سے کیسے نکل گیا؟'' اسد کے بشرے سے الجھن مترشح تھی۔

''سامنے کی بات ہے۔ نام سے ظاہر ہے کہ موتی محل کوئی بڑی رہائشی حویلی ہوگی۔'' میں نے کہا ''وہاں پھانک کے سوا نکاس کے اور بھی کئی راستے ہیں۔ امریکیوں کی اچانک آمد کی خبر ملتے ہی وہ کسی طرف سے نکل گیا۔''

''یہ پولیس کمشنر کی ذمے داری تھی کہ وہ چھاپے سے پہلے موتی محل کے ہر راستے کو سیل کرنے کا کوئی مناسب بندوبست کرتا۔'' غزالہ بولی۔

''کرپٹ افسر اسی طرح اپنا دامن بچا کر مجرموں کی پشت پناہی کرتے ہیں۔'' اسد نے ایک گہرا سانس لے کر کہا ''ہر کارروائی میں جان بوجھ کر کہیں نہ کہیں ایسا جھول چھوڑ دیتے ہیں جس سے ان کے دوست بھرپور فائدہ اٹھا سکیں۔''

''مجھے آپ کی یہ بات درست معلوم ہورہی ہے کہ قدرت نے اسے آپ کے لیے امریکی دشمنوں کی گرفت سے بچایا ہے۔'' غزالہ نے ہنستے ہوئے تبصرہ کیا۔

''میں پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ ان کے مشن کو علی کی بددعا لگ سکتی ہے اور وہ لگ گئی۔'' غزالہ نے اسد کو بولنے کا موقع فراہم کیا اور اس نے اس سے اسی لمحے فائدہ اٹھالیا ''اب سوبھراج کو کیفر کردار تک پہنچانے کا سارا بوجھ ہمارے کندھوں پر آگیا ہے۔''

''بددعا لگی ہو یا اس کا وقت پورا نہ ہوا ہو..... اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ فتنہ انگیز شخص اب بھی آزاد اور زندہ ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہمیں سوچنا چاہیے کہ چھوٹا راجن کو چھوڑ کر وہ کہاں گیا ہوگا۔'' اسد نے تفکر آمیز لہجے میں اپنی گہری تشویش کا اظہار کیا۔

''وہ اب بھی چھوٹا راجن کی پناہ میں ہے۔'' میں نے بلا توقف اس کی تصحیح کی۔'' میں نے یہ بات خاص طور پر کریدی تھی۔ وہ اپنے مربی کی گاڑی میں موتی محل سے فرار ہوا ہے۔''

''میں نے اس بارے میں تمہارا سوال سنا تھا۔ کیا اس نے خود بتایا کہ وہ چھوٹا راجن کی گاڑی میں سفر کررہا ہے؟'' اسد نے چونک کر سوال کیا۔

میرے سر کی تائیدی جنبش پر اس نے دوبارہ اپنی بات شروع کردی ''وہ بدمعاش ہونے کے باوجود خود کو بنکاک کے

Downloaded from https://paksociety.com

رؤسا میں شمار کرتا ہے۔ موتی محل میں ہونے والی رنگین پارٹیوں میں آنے والے زیادہ تر امرا چھوٹا راجن کے ہم ذوق ہوتے ہیں۔ بہت سے معززین اور شرفا اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے ان پارٹیوں میں شرکت کی دعوت قبول کر لیتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر چھوٹا راجن نے ان کے طور طریقے اپنا لیے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ سوبھراج کا کوئی سراغ مل جائے۔''

غزالہ اس کی بے تکی بات سن کر بھونچکا رہ گئی اور حیرت سے بولی ''اس کے طور طریقوں کا سوبھراج کے سراغ سے کیا تعلق نکل آیا۔''

اسد خفت آمیز انداز میں ہنس پڑا ''بات لمبی ہو رہی تھی۔ اختصار کے چکر میں' میں گڑبڑا گیا۔ آج کل یہاں قیمتی اور مہنگی گاڑیوں میں ٹریکر سسٹم لگوانے کا فیشن چلا ہوا ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ چھوٹا راجن کی گاڑیاں اس سسٹم سے لیس ہیں۔ کسی طرح یہ پتا چل جائے کہ وہ کسی کمپنی کا سسٹم استعمال کر رہا ہے تو کچھ محنت کر کے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ سوبھراج کو لے جانے والی گاڑی کس سمت میں گئی ہے۔ وہ لوگ ہر لمحے اس کی صحیح ترین پوزیشن بتا سکتے ہیں۔''

اسد کا ذہن یکا یک بہت دور بھٹک گیا تھا۔ میری دانست میں وہ آسان کام نہیں تھا۔ صرف کمپنی کا نام معلوم ہوجانے سے مسئلہ حل نہیں ہوسکتا تھا۔ چھوٹا راجن کے پاس مالِ حرام کی ریل پیل تھی۔ اس کے پاس جدید اور تیز رفتار گاڑیوں کا پورا بیڑا رہا ہوگا۔ کمپنی سے رجوع کرنے سے پہلے یہ معلوم ہونا ضروری تھا کہ سوبھراج کو لے جانے والی گاڑی کی مکمل شناخت کیا تھی۔

دوسری اور اہم ترین بات یہ تھی کہ کمپنی والے کسی بھی قیمت پر غیر متعلقہ فرد کو کسی گاڑی کی پوزیشن یا منزل کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں بتا سکتے تھے۔ مالک کے نامزد کیے ہوئے ایک دو افراد اپنے فون کے ذریعے اور پاس ورڈ بتا کر ہی کچھ معلوم کر سکتے تھے۔

اسد نے از خود گاڑیوں کے ٹریکنگ سسٹم کا ذکر نکالا تھا تو اسے ان دشواریوں کا علم ہونا چاہیے تھا۔ میں نے اس بارے میں کوئی نشان دہی کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس کی ہاں میں ہاں ملا کر رہ گیا۔

''بے چارے چاؤ فان کا فون کارڈ ختم ہو چکا ہے۔ اب وہ بلاوجہ وہاں سوکھ رہا ہے۔'' غزالہ نے مجھے یاد دلایا ''آپ فون کر کے اس کی چھٹی کرا دیں۔''

''سوبھراج بھاگ چکا ہے۔ اب چاؤ فان کی وہاں موجودگی بے سود ہے۔'' اسد نے کچھ سوچے سمجھے بغیر غزالہ کی تائید کی۔

''میں یہ غلطی نہیں کروں گا۔ فوجیوں کی واپسی کے ساتھ وہ بھی لوٹ آئے گا۔ وہ اور ڈان برنارڈ اب تک سوبھراج والے قصے سے بے خبر ہیں۔ چاؤ فان سمجھ رہا ہے کہ امریکی فوجی چھوٹا راجن کو پکڑنے آئے ہیں۔ اسے اسی غلط فہمی میں مبتلا رہنا چاہیے۔ میری کوئی وضاحت کھیل بگاڑ دے گی۔''

میری بات بہت واضح تھی۔ دونوں خاموش ہوگئے۔

وضاحت نقصان دہ تھی لیکن چاؤ فان سے رابطہ کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ چند ثانیوں بعد میں نے اس کا نمبر ملا لیا۔

''ماسٹر! یہاں کچھ پتا نہیں چل رہا کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔'' میری آواز سنتے ہی وہ فریادی لب و لہجے میں بولا۔ ''اتنے مسلح فوجیوں کے ساتھ ہمارا پولیس کمشنر بھی اندر گیا ہے پھر بھی وہاں سناٹا چھایا ہوا ہے۔ گولیاں چلی ہیں نہ چیخیں سنائی دی ہیں اور میں باہر مر رہا ہوں۔''

''میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ شاید کوئی امریکی فوجی افسر اپنے سرکاری رعب اور دبدبے کے ساتھ چھوٹا راجن سے ملنے گیا ہوگا لیکن تمہیں ہر دال میں کالا نظر آنے لگا ہے۔''

''خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو۔ یوں بے رحمی سے میرا مذاق مت اڑاؤ۔ مجھے مشورہ دو کہ میں اب کیا کروں۔ اس پرانی گاڑی میں ائر کنڈیشنر بھی نہیں ہے۔ ورنہ اس گرمی سے بچنے کے لیے انجن اور اے سی چلا کر اطمینان سے یہاں بیٹھا رہتا۔''

''وقت گزارنے کے لیے تم کچھ دعاؤں کا سہارا لے سکتے ہو۔ چاہو تو چھوٹا راجن کو بددعائیں دیتے رہو۔ دل سے نکلی ہوئی بددعائیں آسمان تک جاتی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اسے ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ اسی لمحے جہنم واصل ہوجائے۔''

''آہ ماسٹر! مجھے معلوم نہیں تھا کہ اندر سے تم اتنے سنگ دل اور سفاک ہو۔ شروع سے اپنی بات پر اڑے ہوئے ہو۔ وقت گزرنے کے ساتھ وہ مجھے سچ ثابت ہوتی نظر آ رہی ہے لیکن کیا تم میرے لیے ہمدردی کے دو بول بھی نہیں کہہ سکتے!''

''چاؤ فان! میرے دوست! مجھے تم سے پوری ہمدردی ہے۔ اس کے اظہار میں فصاحت اور بلاغت کے دریا بہائے جاسکتے ہیں۔ تم اپنی مرضی سے وہاں گئے ہو' میں نے تمہیں وہاں نہیں بھیجا تھا۔ بتاؤ' میں کیا کروں۔''

''تم اس وقت بھی مجھ پر طنز کے تیر چلا رہے ہو۔ یہ.....''

Downloaded from https://paksociety.com

''یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا ''یہ طنز نہیں' میرے دل کی آواز تھی۔ تم چاہو تو اس قافلے کی واپسی تک وہاں رکے رہو۔ دوسری صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اپنی جگہ اپنے کسی آدمی کو موتی محل کے پھاٹک کے سامنے مامور کردو۔ خود گھوم پھر کر اندر کی خبر خبر لینے کی کوشش کرو۔ اکتا جاؤ تو گھر لوٹ جانا۔ تمہارا آدمی تمہیں گھر پر بتادے گا کہ وہ امریکی پارٹی موتی محل سے کب اور کیسے واپس جاتی ہے۔''

''ماسٹر! میں تمہارا ممنون ہوں۔ تم نے اتنی آسانی سے میری مشکل آسان کردی۔ گرمی سے میرا بھیجا یوں ابل رہا ہے کہ مجھے سامنے کی سیدھی سی باتیں بھی نہیں سوجھ رہی تھیں۔''

''جب ان کے لوٹنے کی خبر ملے تو مجھے ضرور آگاہ کردینا۔''

''یس' ماسٹر!'' اس کا جواب سن کر میں نے فون بند کردیا۔

''آپ اس سے بہت بے رحمی سے پیش آتے ہیں۔'' غزالہ نے مسکرا کر کہا۔

''یہ بات میں بہت پہلے کہہ چکا ہوں۔'' غزالہ کی بات پوری ہوتے ہی اسد بول پڑا ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ چاؤ فان جیسا زیرک اور مشہور بدمعاش تمہارے لیے موم کی ناک کیسے بن گیا ہے۔''

''میں تمہاری اس بات کا جواب دے چکا ہوں۔'' میں نے اسے یاد دلایا ''یہ سب ڈان برنارڈ کی برکت ہے۔ گرو کو متاثر کرلو' چیلے خود بخود تمہارے بے دام غلام بن جائیں گے۔''

موتی محل میں مسلح امریکی فوجیوں کے داخلے کی خبر بہت سنسنی خیز انداز میں ہمارے سامنے آئی تھی۔ سچ بات یہ تھی کہ چاؤ فان کی طرح مجھے بھی اس کا کوئی بھرپور نتیجہ برآمد ہونے کی امید تھی لیکن سوبھراج سے بات ہونے کے بعد ان امیدوں پر اوس پڑ گئی تھی۔

چاؤ فان کے لیے ان فوجیوں کا دیر تک موتی محل میں رکنا ناقابلِ فہم تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ سوبھراج کے نہ ہونے کے بارے میں انہوں نے چھوٹا راجن کی بات پر اعتبار نہیں کیا ہوگا۔ وہ اپنے ذرائع سے چھان بین کر کے موتی محل پہنچے تھے اور جب تک اس کا چپا چپا نہ چھان لیتے' ان کا واپس جانا دشوار تھا۔

اپنے حریفوں اور حلیفوں سے ہر وقت رابطے کے لیے میرے پاس دو موبائل فون موجود تھے۔ لنچ کے لیے ہم اسد کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔

چند روز کی کوچہ نوردی کے نتیجے میں بنکاک کا جغرافیہ کافی حد تک میری سمجھ میں آچکا تھا۔ ہوٹل سے سیلم روڈ پر واقع پاکستانی اور ہندوستانی کھانوں کے مراکز کا فاصلہ زیادہ تھا۔ گرمی کی شدت میں اتنی دور تک پیدل جانے کی ہمت نہیں تھی۔ ٹیکسی لے کر ہم تینوں ذرا سی دیر میں منزلِ مقصود پر پہنچ گئے اور اسد کے پیچھے ایک ائرکنڈیشنڈ پاکستانی ہوٹل میں گھس گئے۔

بنکاک میں دنیا بھر کے سیاح نظر آتے ہیں۔ ان میں سفید فاموں سے لے کر کالے اور رنگ دار نسلوں کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ مقامی آبادی کا معاملہ بھی ملا جلا ہے۔ بہت بھاری اور واضح اکثریت تھائی باشندوں کی ہے لیکن روزگار اور کاروبار کے مختلف شعبوں میں بہت سے دوسرے ایشیائی بھی شامل نظر آتے ہیں۔ اپنی نمایاں شناخت کی وجہ سے غیر ملکی تارکین وطن میں، سکھوں کی ایک بڑی تعداد شامل ہے۔ فٹ پاتھ پر خوانچہ لگا کر بھانت بھانت کا سامان بیچنے والوں سے لے کر مشہور ہوٹلوں تک پر سکھوں کی ایک قابلِ لحاظ نفری قابض ہے۔

اسد نے بتایا کہ بنکاک میں ایک سردار جی کا ہوٹل لذیذ اور چٹپٹے کھانوں کے لیے سب سے زیادہ مشہور ہے۔ مسلمانوں کو ادھر راغب کرنے کے لیے اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ وہاں کی ساری ڈشیں حلال کیے ہوئے گوشت سے تیار کی جاتی ہیں پھر بھی وہ حب الوطنی کے جذبے سے مغلوب ہوکر اس ہوٹل کو ترجیح دیتا تھا جس کا مالک شیخوپورہ سے تعلق رکھتا ہے۔

کھانے کے بعد قلفی نے لذت کو دوبالا کردیا۔ تینوں نے اس طرح شکم سیر ہوکر کھانا کھایا تھا کہ جب میں نے واپس ہوٹل جاکر کچھ دیر کے لیے ستانے کی تجویز پیش کی تو کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔

اسد ہم سے الگ ہوکر اپنے دفتر کی طرف روانہ ہوگیا۔ میں غزالہ کے ساتھ کھلے نک نک میں ہوا کھاتا ہوا ہوٹل پہنچ گیا۔

پانچ بجے چاؤ فان نے اطلاع دی کہ امریکی فوجی کئی گھنٹوں تک موتی محل میں رہنے کے بعد واپس لوٹ گئے تھے۔ ان کی واپسی میں کوئی غیر معمولی بات نہیں دیکھی گئی۔ بظاہر یہ معلوم ہورہا تھا کہ وہ جیسے آئے تھے، اسی طرح واپس چلے گئے۔ ان کے ساتھ کوئی اضافی آدمی یا قیدی نہیں دیکھا گیا۔ اس نے اپنے آدمی سے خبر ملتے ہی مجھ سے رجوع

Downloaded from https://paksociety.com

کیا تھا۔

وہ اطلاع دینے کے بعد اس نے رات کو کسی وقت مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں اسے اتنا رگڑ چکا تھا کہ میں نے اس ملاقات کے بارے میں اس سے کوئی جرح نہیں کی۔ آٹھ بجے ہوٹل کے احاطے سے باہر اس سے ملاقات کرنے کا وعدہ کرلیا۔

وہ شام ہم نے کمرے میں گزاردی۔ اس دوران میں فون پر اول خان سے بات ہوئی۔ اس نے بتایا کہ سوبھراج کے فرار کے بعد کراچی کے حالات پرسکون تھے۔ کہیں کوئی گڑبڑ یا تخریب کاری کی کوئی واردات نہیں ہوئی تھی۔

دوسری طرف جلال کے محکمے کی طرف سے عدالت میں سوبھراج کے خلاف کارروائی کا آغاز ہوگیا تھا۔ وکیل سرکار کی جان سوزی کے سبب معزز عدالت نے پچھلی ساعت کی دوسری تاریخ پر سوبھراج کو مفرور اشتہاری ملزم قرار دے کر مقدمے کی ساعت جاری رکھنے کا فیصلہ صادر کردیا تھا۔

ٹیلی وژن پر انگریزی میں نشر ہونے والی خبروں میں چھوٹا راجن کے ٹھکانوں پر ہونے والے دھماکوں کی بازگشت موجود تھی۔ اخبارات میں دشمنی کا نظریہ پیش کیے جانے کے باوجود ٹیلی وژن پر ایک ہی رٹ لگائی جارہی تھی۔ گولڈن ڈریگن میں مارے جانے والے محافظ کے قاتل کا کوئی سراغ نہیں مل سکا تھا۔ بقیہ چار مقامات پر ہونے والے دھماکوں کے سلسلے میں کئی مشتبہ افراد کو تفتیش کے لیے حراست میں لے لیا گیا تھا۔

وہ سرکاری چینل اپنا راگ الاپ رہا تھا۔ حقیقت اس سے بہت مختلف تھی۔ چھوٹا راجن کے پانچوں ٹھکانوں پر دھماکوں کے ذمے دار پوری طرح محفوظ تھے۔ ان واقعات کو رونما ہوئے کئی دن گزر جانے کے باوجود چاؤفان نے کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں کی تھی۔

میں رات کو مقررہ وقت پر کمرے سے نکلا تو میری خواہش تھی کہ غزالہ بھی میرے ساتھ ہو۔ میں اسے چاؤفان سے پوری طرح متعارف کرانا چاہتا تھا۔ مجھے خوف یہ تھا کہ چاؤفان کی زبان بہت لمبی تھی۔ جو کچھ اس کے دل میں آتا تھا، بے دھڑک ہوکر کہہ ڈالتا تھا۔ وہ غزالہ کے بارے میں کوئی ایسی بات کہہ ڈالتا جو میری برداشت سے باہر ہوتی تو پل بھر میں بگاڑ پیدا ہوسکتا تھا۔

میں نے غزالہ کو اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ ترک کردیا۔ اسے ہوٹل کی حدود میں رہنے کی تلقین کرکے چل دیا۔

ہوٹل کی لابی اس وقت بہت بارونق اور آباد تھی۔ ہلٹن اپنے نرخوں کے سبب عام ایشیائیوں کے لیے بہت مہنگا ہوٹل تھا۔ یورپ اور امریکا سے آنے والے جب اپنی کرنسی کو مقامی بھات میں تبدیل کرکے ہوٹل کے کرائے وغیرہ کا موازنہ کرتے تو وہ اپنے ملک کے مقابلے میں انہیں کوڑیوں کے مول محسوس ہوتا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ اس وقت لابی سفید فام مردوں، عورتوں اور لڑکیوں سے بھری ہوئی تھی۔ گرمی کا موسم ہونے کی وجہ سے بیشتر افراد نے نیکر اور ٹی شرٹس پہنی ہوئی تھیں۔ لڑکیوں کے چست اور مختصر نیکر اور بغیر آستین کی ٹی شرٹس باہر کے گرم موسم میں ان کے لیے ضرور آرام دہ رہی ہوں گی مگر ہوٹل میں وہ صنف مخالف کے لیے کڑا امتحان بنی ہوئی تھیں۔

میں اس چلتی پھرتی بھیڑ میں اپنا راستہ بناتا ہوا ہوٹل سے باہر نکلا تو چاؤفان اپنی کالی اکارڈ سڑک کے کنارے روکے، اطمینان سے سگریٹ نوشی میں مصروف تھا۔

میری جھلک دیکھتے ہی وہ اپنی سیٹ میں سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔

میں نے اس کے برابر نشست سنبھالی تو وہ جلدی سے بولا ''ماسٹر! دھواں ناگوار گزر رہا ہو تو میں سگریٹ بجھادوں۔ میں نے ابھی ابھی سلگائی تھی!''

''اگر اس میں چرس نہیں ہے تو پیتے رہو'' میں نے دانستہ چبھتا ہوا جواب دیا۔

گاڑی کو حرکت میں لاتے ہوئے وہ دھیمے سے ہنسا پھر بولا ''یہ تم نے کیا بات کہہ دی۔ چرس جلتی ہے تو اس کی تیز بو ہر طرف پھیل جاتی ہے۔ کیا گاڑی میں تمہیں تمباکو کے علاوہ کسی اور چیز کی بو محسوس ہورہی ہے؟''

''میری طرف نہیں، سڑک کی طرف دیکھو'' میں نے اسے ہدایت دی ''مجھے ہر بو کا اندازہ ہے۔ مجھے سبق پڑھانے کی کوشش نہ کرو!''

''کیا بات ہے..... آج تمہارا موڈ کچھ خراب نظر آرہا ہے۔''

''جب پہاڑ کھودنے کے بعد چوہا بھی برآمد نہ ہو تو موڈ اس سے زیادہ خراب ہوسکتا ہے۔ آج تم نے موتی محل کے معاملے میں اپنے ساتھ میرا وقت بھی ضائع کیا۔''

''ماسٹر! یہ نہ کہو۔ میرا دل نہیں مان رہا تھا کہ امریکی وہاں دل لگی کے لیے آئے ہوں گے۔ میں نے اس معاملے پر بہت محنت کی ہے اور کام کی باتیں نکال کر لایا ہوں۔''

''کام کی باتیں جان کر مجھے خوشی ہوگی'' میں نے قدرے حوصلہ افزا جواب دیا۔

''اس سے پہلے میں تمہیں مبارک باد دینا چاہتا ہوں۔ تم

Downloaded from https://paksociety.com

نے مجھے کچھ نہیں بتایا تھا مگر مجھے پتا چلا ہے کہ ڈان تمہاری کارکردگی سے بہت خوش ہے۔''

''میں نے ایک آدمی کو مارنے کے سوا اور کیا، کیا ہے۔ ساری کارگزاری تمہارے آدمیوں کی تھی۔ ڈان کو ان سے خوش ہونا چاہیے۔''

''کام ہمیشہ نیچے والے کرتے ہیں۔ کریڈٹ منصوبہ بنانے والے کو ملتا ہے۔ وہ پلان تمہارا تھا۔ ہم نے اس پر عمل کیا تھا، یہ بات ڈان بھی جانتا ہے۔''

''واقعی، یہ اچھی بات ہے کہ ڈان ہم سب سے خوش ہے۔ کام اسی طرح آگے بڑھتا رہا تو چھوٹا راجن بہت جلد منظر سے غائب ہوجائے گا۔''

''موتی محل والوں سے امریکیوں کو کوئی عناد نہیں ہے'' چند ثانیوں تک خاموش رہنے کے بعد چاؤفان بولا ''وہ چھوٹا راجن کے کسی مہمان کی تلاش میں وہاں آئے تھے۔''

''یہ بات تم کیسے کہہ سکتے ہو؟'' میں نے اس سے جرح کی۔ مجھے حیرت ہوئی تھی کہ وہ بہت کم وقت میں اصل معاملے کی تہ تک پہنچ گیا تھا۔

''ماسٹر! میں نے دس برس کی عمر میں اپنا گاؤں چھوڑا تھا۔ اس کے بعد سے بنکاک میں پلا بڑھا ہوں۔ میں بھی اسی لائن کا آدمی ہوں جس پر چھوٹا راجن چلتا ہے۔ موتی محل میں میرے کئی جاننے والے کام کرتے ہیں۔ جب سے ڈان اور چھوٹا راجن میں دشمنی ہوئی ہے، میں نے ان سے ملنا جلنا ترک کردیا تھا۔ مجھے ان میں سے ایک کو تلاش کرنا پڑا۔ اس سے مجھے یہ باتیں معلوم ہوگئیں۔ تم کو معلوم ہے کہ پرانے دوستوں سے کوئی کچھ نہیں چھپاتا۔''

''وہاں ایسا کون سا مہمان آگیا؟'' میں نے انجان بن کر پوچھا۔

''وہ موتی محل کا کوئی اہم آدمی نہیں ہے۔ اسے یہ سب معلوم نہیں تھا۔ ان فوجیوں نے اپنے مطلوب آدمی کی تلاش میں موتی محل کے ایک ایک کمرے اور تہ خانوں میں جھانکا۔ چھوٹا راجن ان حرکتوں پر بہت برہم تھا لیکن وہ انہیں نہیں روک سکا۔''

''وہ آدمی نہیں ملا تو فوجی خاموشی سے چلے گئے؟'' میں نے اس سے تصدیق چاہی۔

''ایسا ہی ہوا ہوگا۔ اس نے ایک خاص بات یہ بتائی کہ بھانک سے فوجیوں کے اندر گھسنے کے بعد موتی محل کے پچھلے گیٹ سے چھوٹا راجن کا ڈرائیور ایک لینڈ کروزر میں کسی کو لے کر تیزی کے ساتھ کہیں روانہ ہوا تھا۔ آخر تک وہ گاڑی موتی محل میں واپس نہیں آئی تھی۔ مجھے شک ہورہا ہے کہ چھوٹا راجن کا پراسرار مہمان اسی گاڑی میں گیا ہوگا'' وہ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے سنجیدہ بلکہ پُرتشویش لہجے میں بتا رہا تھا۔

میرے لیے وہ تفصیلات سنسنی خیز تھیں۔ میرے ذہن میں یکا یک اسد کی باتیں تازہ ہوگئیں۔ اس نے ٹریکر کمپنی کے ذریعے گاڑی کا سراغ لگانے کی توقع ظاہر کی تھی جب کہ اسے گاڑی کی ساخت اور شناخت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔

ناکافی معلومات کی وجہ سے اس کی کوششوں کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں تھا۔ چاؤفان اس بارے میں امید افزا خبر لایا تھا۔

''لینڈ کروزر کس رنگ کی تھی..... تم نے اس کا نمبر تو معلوم کیا ہوگا؟'' میں نے بے چینی سے اپنی سیٹ میں پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

''چھوٹا راجن کو نو دولتیوں کی طرح نئی نویلی گاڑیوں کا شوق ہے۔ اس کے پاس لینڈ کروزر ایک ہی ہے۔ اس کا رنگ سفید ہے۔ نمبر بھی آسانی سے مل سکتا ہے۔ تم یہ باتیں کیوں پوچھ رہے ہو؟'' میرے سوالوں پر وہ چوکنا ہوگیا۔

''امریکیوں کو یہ باتیں معلوم ہوجائیں تو وہ چھوٹا راجن کے مہمان پر ہاتھ ڈال سکتے ہیں۔ اس طرح اسے نیچا دکھایا جاسکتا ہے۔''

''نہیں ماسٹر!'' میری توقع کے برعکس اس نے کہا ''یہاں بڑی امریکی فوج ہے۔ انہوں نے ہماری زمین پر فوجی اڈے بنائے ہوئے ہیں مگر ہم ان سے نفرت کرتے ہیں۔ ڈان یہ بات پسند نہیں کرے گا کہ چھوٹا راجن کو ذلیل کرنے کے لیے ہم امریکیوں سے کوئی مدد لیں۔ اس کے مقابلے میں وہ دس بارہ ہفتوں تک مناسب موقع کا انتظار کرنے کو ترجیح دے گا..... تم یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔''

''میں بھی امریکیوں سے نفرت کرتا ہوں'' میں نے بگڑتی ہوئی بات سنبھالنے کے لیے جلدی سے کہا۔ ''آج دنیا کا ہر سمجھ دار آدمی ان کے تکبر آمیز رویے اور غرور کی وجہ سے ان سے نفرت کرتا ہے۔ میں نے سرسری طور پر ان کا ذکر کیا تھا۔ تفصیلات سامنے آئیں تو ہم بھی بہت کچھ کرسکتے ہیں!''

''ہم کیا کریں گے..... ہمیں اس کے مہمان سے کیا لینا؟''

''اس وقت مہمان اس کی کمزوری بن گیا ہے، ہمیں اس سے غرض نہیں کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ اس وقت

Downloaded from https://paksociety.com

چھوٹا راجن کا ہر دوست اور ہر مہمان ہمارا دشمن ہے۔ اسے پکڑ کر ہم چھوٹا راجن کو کسی جال میں پھانس سکتے ہیں۔''

''ماسٹر! تم ہمیشہ دور کی کوڑی لاتے ہو۔ ہم اسے یرغمال ضرور بنا سکتے ہیں۔''

''تم بتا رہے ہو کہ وہ موتی محل سے سفید لینڈ کروزر میں نکالا گیا تھا'' میں نے اس سے تائید طلب لہجے میں کہا۔

''میرے دوست کو یہی شبہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی اور رہا ہو۔ گاڑی نکلنے کی ٹائمنگ کی وجہ سے اسے شبہ ہوا تھا۔''

''ہو سکے تو لینڈ کروزر کا نمبر معلوم کر کے مجھے بتاؤ۔''

''بتا دوں گا'' اس نے سعادت مندی سے جواب دیا اور اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا ''میرے دوست نے مجھے ایک اور نئی بات بتائی ہے کہ آج کل چھوٹا راجن نئے گارڈز کی تلاش میں ہے۔''

''کیا اسے آدمی کم پڑ رہے ہیں؟'' میں نے سوال کیا۔

''دو باتیں ہوسکتی ہیں۔ دھماکوں اور ایک آدمی کے قتل سے وہ ڈر گیا ہے یا پھر وہ اپنے مہمان کی حفاظت کے لیے آدمیوں کی تلاش میں ہے'' اس نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔

''تم نے بتایا تھا کہ وہ جب چلتا ہے تو کئی مسلح گارڈز اس کے ساتھ ہوتے ہیں؟''

''بالکل کہا تھا۔ تمہاری یادداشت بہت اچھی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اس کے گھر اور ناچ گھروں میں بہت سے تھائی کام کرتے ہیں لیکن اپنی حفاظت کے لیے وہ ہم پر بھروسا نہیں کرتا۔ اس کے سارے گارڈز اس کے ہم وطن ہیں۔ خدوخال سے تم بھی ہندوستانی لگتے ہو۔ کوشش کرو تو تم گارڈز میں شامل ہو کر اس پر بہت قریب سے وار کر سکتے ہو۔ تم دلیر بھی ہو اور ذہین بھی۔ اسے مشکل سے تمہارے پائے کا آدمی ملے گا۔''

''چاؤ! شاید تمہارا دماغ چل گیا ہے؟'' میں نے کڑے لہجے میں کہا۔

''پھر وہی چاؤ'' وہ اسٹیئرنگ پر ہاتھ مار کر کراہا ''ماسٹر! میں نے التجا کی ہے کہ میرے نام کے ٹکڑے مت کیا کرو۔ چاؤفان ایک لفظ ہے۔ تم خود غور کرو، میں تمہیں ماسٹر کے بجائے صرف ما کہوں تو تمہارے دل و دماغ پر کیا گزرے گی؟''

''دماغ پر کچھ بھی نہیں گزرے گی، میں دل ہی دل میں تمہاری جہالت پر ہنس کر رہ جاؤں گا۔'' میں نے بے نیازی سے جواب دیا۔

''میں یہ بھی نہیں کر سکتا کیونکہ میں اپنے دل کی گہرائیوں سے تمہاری عزت کرتا ہوں'' اس نے اپنی مجبوری بیان کی۔

''میں آئندہ احتیاط رکھوں گا۔ کبھی کبھی تم ایسی بات کہہ جاتے ہو کہ نام کے ساتھ تمہارا حلیہ تک بگاڑنے کو دل چاہتا ہے۔''

''ماسٹر! اس وقت میں نے کوئی بے تکی بات نہیں کہی تھی۔''

''تم مجھے چھوٹا راجن کا گارڈ بن جانے کا مشورہ دے رہے تھے!''

''میں تمہیں دشمن کی شہ رگ کے قریب پہنچنے کی ترکیب بتا رہا تھا۔''

''اپنی ترکیبیں اپنے پاس رکھو!'' میں نے خفگی سے کہا۔

''ڈان کہہ رہا تھا کہ چھوٹا راجن بھی اب بنکاک کا ڈان بننے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ وہ اتنا بے وقوف نہیں ہوسکتا کہ بغیر دیکھے بھالے مجھے ملازمت دے دے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں ہندوستانی نہیں ہوں۔''

بنکاک کے بدمعاشوں کی اس ٹولی کی خاص خوبی یہ تھی کہ کسی نے مجھ سے قومیت سمیت ذاتی نوعیت کے سوالات نہیں کیے تھے۔ صرف ڈان نے میری بے جگری کی تعریف کرتے ہوئے میری قومیت کے بارے میں پوچھا تھا۔ وہ فخر اور خوشی کا موقع تھا۔ میں نے اسے صاف بتا دیا کہ میں پاکستانی ہوں جس پر ڈان نے میری مٹی کی عظمت کو اپنا سلام پیش کیا تھا۔

چاؤفان کو اس بات کا علم نہیں تھا۔ اسے یہ سن کر حیرت ہوئی کہ میں ہندوستانی نہیں تھا۔ وہ بولا ''تم کہیں بھی پیدا ہوئے ہو، چھوٹا راجن تمہیں ہندوستانی سمجھے گا.....''

''اس بات کو یہیں ختم کردو۔ جب چھوٹا راجن کو علم ہوگا کہ اس کے پاس نوکری کے لیے آنے والا اپنی بیوی کے ساتھ ہلٹن ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے تو وہ میری گردن دبوچ لے گا۔ مجھے ایسے نادر مشورے نہ دو کہ ان پر عمل کر کے مجھے بجائے لینے کے، دینے پڑ جائیں۔''

وہ سٹپٹا کر رہ گیا۔ اس وقت مجھے اندازہ ہوا کہ بدمعاشی میں نام پیدا کرنے کے باوجود وہ زیادہ اوپر کیوں نہیں جا سکا۔ اس میں ذہانت اور صحیح نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت کی کمی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ڈان کا نیازمند بن کر اپنا وقت گزار رہا تھا۔ اس اطاعت کے لیے اسے ڈان کو اپنی آمدنی میں سے کوئی خراج نہیں دینا پڑتا تھا۔ ایک بڑے نام سے وابستہ ہو کر اس نے زیرزمین دنیا کے ایک مخصوص حلقے میں اپنی ساکھ بنائی

Downloaded from https://paksociety.com

ہوئی تھی۔

وہ ایک اچھا اور محنتی کارندہ تھا لیکن اپنی برادری میں زیادہ اونچی اڑان لینا اس کے بس سے باہر تھا۔

خفت آمیز اور طویل خاموشی کے بعد اس نے پژمردہ لہجے میں زبان کھولی ''مجھے تم پر رشک آتا ہے کہ میں تمہاری طرح تیزی سے کیوں نہیں سوچ سکتا۔''

''نہار منہ مرچوں کے مربّے کا ایک چمچا لے لیا کرو، عقل تیز ہو جائے گی۔''

''میں نے یہ تو سنا ہے کہ مرچوں اور مسالوں کے استعمال سے معدہ مضبوط ہوتا ہے لیکن تم نئی بات بتا رہے ہو، کیا میں اس پر یقین کرلوں؟''

''بھول کر بھی یقین نہ کرنا۔ عقل اور رزق کی تقسیم خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ اسے بڑھانا ہر کسی کے بس میں نہیں ہے۔ تم خاصے ذہین ہو، سمجھ بوجھ رکھتے ہو لیکن بولنے میں عجلت سے کام لیتے ہو۔''

''ماسٹر! تم ہمیشہ پتے کی بات بتاتے ہو۔ کبھی کبھی میں خود بھی اپنی اس کمزوری کا شدت سے احساس کرتا ہوں۔''

''اسے چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ لینڈ کروزر کا نمبر کب دے رہے ہو؟''

''زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ کہو تو گاڑی یہیں کہیں پارک کردوں۔ یہ بنکاک کا بہت خاص علاقہ ہے۔ اسے پیٹ پونگ کہتے ہیں'' میری بات کا جواب دے کر اس نے پوچھا۔ وہ گاڑی کی رفتار بہت دھیمی کر چکا تھا۔

''یہاں کیا خاص بات ہے؟'' میں نے کھڑکی سے باہر نظر آنے والے مناظر پر ذرا گہری نظر ڈالتے ہوئے سوال کیا۔

''ماسٹر! زندہ دل گوروں کے لیے یہ بنکاک کا دل ہے۔ ایک پرائیویٹ سڑک پر جنوب مشرقی ایشیا کا سارا حسن جمع ہے۔ یہاں صرف حسن پرست گورے آتے ہیں۔ دوسرے سیاحوں کے لیے دوا لگ الگ گلیاں ہیں۔ وہاں بھی سب کچھ ہے مگر معیار اور دام کم ہیں.....''

''کھل کر کیوں نہیں کہتے کہ یہ یہاں کا ریڈ لائٹ ایریا ہے؟'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

''ماسٹر! یہاں کوئی ریڈ لائٹ ایریا نہیں ہے۔ بنکاک میں جگہ جگہ جسمانی تفریح گاہیں موجود ہیں۔ کلونگ ٹوئی بندرگاہ کے پاس اور شہر میں پیٹ پونگ کی تین متوازی سڑکیں ذرا زیادہ مشہور ہیں۔ مرد سیاحوں کی اکثریت رات کو یہاں سمٹ آتی ہے۔''

''گاڑی کہیں نہ روکنا'' اس کا ارادہ بھانپ کر میں نے اسے ہدایت کردی ''مجھے تمہارے شہر کی ان خرافات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔''

''ماسٹر! ہر سیاح کے دل میں ایسی جگہیں دیکھنے کی آرزوئیں مچلتی ہیں۔ مشکل یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی سے پوچھتے ہوئے ہچکچاتا ہے، خود سے کوئی نہیں بتاتا۔ میں سوچ رہا تھا کہ گاڑی سے اتر کر تم ان گلیوں کا چکر لگالو تو بہت کچھ سمجھ میں آجائے گا۔ یہ زندگی اور مسکراہٹوں کی سرزمین ہے۔ یہاں تم ہر ایک کو خلیق اور مہربان پاؤ گے۔''

''مسٹر چاؤفان! میں سیاح نہیں ہوں۔ انتقام لینے کے ایک مشن پر یہاں آیا ہوں۔ میں ان رنگینیوں میں الجھ گیا تو میرا مشن ادھورا رہ جائے گا۔ ہوسکے تو چلتی ہوئی گاڑی میں سے مجھے چھوٹا راجن کے ایک دو وہ ٹھکانے دکھادو جہاں تم نے بارود کے پھول کھلائے تھے۔''

''بے بی کلب تم نے اسی دن دیکھ لیا تھا۔ بیچ بری روڈ پر گولڈن ڈریگن میں تم خود گئے تھے۔ اس سڑک پر ایک کیسینو ہم پیچھے چھوڑ آئے۔ اس کے دو نائٹ کلب پیٹ پونگ میں ہیں۔ اس وقت وہاں سے گاڑی میں گزرنا ناممکن ہے۔ دھماکوں سے کوئی عمارت بری طرح تباہ نہیں ہوئی۔ پہلے دن کہیں کہیں تباہی کے کچھ آثار نظر آئے تھے جو اگلی شام سے پہلے مٹا دیے گئے۔ اب گولڈن ڈریگن سمیت پانچوں ٹھکانے اپنے معمول کے مطابق چل رہے ہیں۔''

''دھماکوں سے ان کا کاروبار متاثر نہیں ہوا؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ دھندے کبھی متاثر نہیں ہوتے۔ جب پورا ویت نام جنگ کی آگ میں جل رہا تھا اور وہ شعلے پڑوسی ملکوں کو اپنی لپیٹ میں لے چکے تھے تو بنکاک کی راتیں زیادہ جوان ہوتی تھیں۔ امریکی سپاہی شراب پی کر موسیقی کے تیز شور میں رات بھر لڑکیوں کے ساتھ ناچتے رہتے تھے۔ اس جنگ کے مقابلے میں وہ دھماکے کچھ بھی نہیں تھے۔ ان پانچوں کلبوں کا دھندا مندا ہوا ہے مگر چل رہا ہے'' وہ جذبات کی رو میں بہکتے بہکتے از خود راہِ راست پر آگیا۔

''ایسا تو نہیں کہ چھوٹا راجن اپنے ان کلبوں کے لیے محافظ تلاش کررہا ہو؟'' میں نے فوری خیال کے تحت اس سے پوچھا۔

اس نے سختی سے اپنے سر کو نفی میں جنبش دیتے ہوئے کہا ''کلبوں کا سارا عملہ مقامی ہے۔ وہ بدمعاشی کے ساتھ اس کاروبار کے گر بھی جانتا ہے۔ سیاح تھائی میزبانوں کی قاتل

Downloaded from https://paksociety.com

مسکراہٹیں دیکھنے کے لیے یہاں آتے ہیں۔ بھارتیوں کو جاننے کے لیے وہ تاج محل اور اجنتا ایلورا کے غاروں میں جاتے ہیں۔ ہندوستانی گارڈز وہ صرف اپنے ساتھ رکھتا ہے۔''

''دھماکوں کے بعد اس نے یہاں بھی حفاظتی انتظامات بڑھا دیے ہوں گے۔''

''کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ سنا ہے کہ اب وہ چوکنا ہوگئے ہیں۔ اپنے کلبوں میں آنے جانے والوں پر گہری نظر رکھنے لگے ہیں۔''

میرے موڈ کا اندازہ ہوجانے کے بعد اس نے بنکاک کی شبینہ تفریحات کا ذکر گول کر دیا اور گاڑی کی رفتار بڑھا کر ٹریفک کے بہاؤ میں شامل ہوگیا۔ چند منٹ بعد ہم ایک کشادہ دورویہ سڑک پر بائیں طرف مڑ گئے۔

''یہ سڑک راما فور روڈ کہلاتی ہے'' چاؤفان مجھے بتانے لگا ''یہاں سے ہم چائنا ٹاؤن ہوتے ہوئے واٹ پھو کی سمت سے ایک دریائی جزیرے میں داخل ہوں گے۔ صدیوں پہلے بنکاک اس چھوٹے سے جزیرے پر مشتمل تھا۔ انسانی ہاتھوں نے دریا سے ایک مصنوعی نہر کاٹ کر دوبارہ دریا سے ملادی تھی۔ اس طرح وجود میں آنے والا جزیرہ آج بھی پورے تھائی لینڈ کی عزت اور طاقت کا مظہر ہے۔ شاہی محل، دفاتر، فوجی ہیڈ کوارٹر اور قدیم بدھ مندر، سب اسی جزیرے میں ہیں یا اس کے آس پاس پھیلے ہوئے ہیں۔ بنکاک بہت پھیل چکا ہے لیکن اس علاقے کی اہمیت آج بھی برقرار ہے۔''

وہ چاؤفان کی قومی انا کا تقاضا تھا۔ ان مقامات کی سیر کراتے ہوئے وہ اس خطے کی تاریخی اہمیت سے مرعوب کرنا چاہ رہا تھا۔ پیٹ پونگ وغیرہ سے میری عدم دلچسپی کے باعث اسے جو محنت اٹھانی پڑی تھی، اس کا ازالہ صرف تاریخ ہی کرسکتی تھی۔

ہماری وہ ڈرائیو خاصی طویل لیکن دلچسپ رہی۔ اس دوران میں کئی بار مجھے لینڈ کروزر کے نمبروں کا خیال آیا لیکن میں چاؤفان کی دل شکنی کے خیال سے خاموش رہا۔ ویسے بھی رات اترتی چلی آرہی تھی۔ گاڑی کا نمبر مل جانے کے بعد اسد اس پر صبح ہونے سے پہلے کام نہیں کرسکتا تھا۔

دس بجے کے قریب چاؤفان نے مجھے ہوٹل پہنچا دیا اور پرتپاک انداز میں مجھ سے ہاتھ ملا کر یہ وعدہ کرتا ہوا رخصت ہوگیا کہ آدھے گھنٹے میں مجھے چھوٹا راجن کی سفید لینڈ کروزر کا نمبر مل جائے گا۔''

میں نے استقبالیہ کاؤنٹر پر اپنے کمرے کی چابی کے بارے میں معلوم کیا تو وہ بورڈ پر موجود نہیں تھی۔ مجھے خوشی ہوئی کہ غزالہ کمرے میں یا پھر ہوٹل کی حدود میں کہیں موجود تھی۔

میں نے اوپر جانے کے بجائے لابی سے انٹرکام پر رابطہ کیا تو وہ کمرے میں موجود تھی۔ میں نے ہلٹن کے ریستوران میں کھانا کھانے کے ارادے سے اسے نیچے بلالیا۔

''اپنے دوست سے ملاقات کا کیا نتیجہ رہا؟'' اس نے آتے ہی ہنس کر پوچھا۔

''کام کا آدمی ہے، جب بھی آتا ہے، کام کی کوئی نہ کوئی خبر سنا جاتا ہے'' میں نے بتایا۔

''آپ بلاوجہ اس بے چارے کے پیچھے پڑے رہتے ہیں!''

''اس کی ٹانگ کھینچنے میں مزہ آتا ہے۔ وہ بھی پرلے درجے کا ڈھیٹ ہے۔ میں اسے کچھ بھی کہہ دوں، وہ برا نہیں مانے گا۔''

''وہ آپ کا نہیں، اپنے بڑے کا احترام کرتا ہے۔ مجھے اس سے ملنے کا موقع نہیں ملا پھر بھی میرا اندازہ ہے کہ اس جیسے لوگ منہ پھٹ ہوتے ہیں۔''

غزالہ سے ٹریکر سسٹم کے بارے میں میری کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ اپنی جگہ حیران تھی کہ سوبھراج کو موتی محل سے لے جانے والی گاڑی کی کسی شناخت کے بغیر اسد کیا کرسکے گا۔ وہ تجربے کار اور ذہین آدمی تھا، پتا نہیں اس نے وہ بات کیسے فراموش کردی تھی۔

ریستوران میں مجھے عملے کی یقین دہانی پر اعتماد تھا کہ مسلمان گاہکوں کو ان کی فرمائش پر ذبح کیے ہوئے گوشت کی ڈشیں فراہم کی جاتی ہیں۔ جو ہر وقت ہوٹل کے اسٹاک میں موجود رہتا ہے مگر غزالہ اس بارے میں کوئی خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں تھی۔ اس کی ضد کے نتیجے میں ہماری میز پر بگھاری ہوئی دال اور آلو میتھی کی بھجیا نظر آرہی تھی۔

کھانے کے دوران میں باتوں کا سلسلہ چلتا رہا۔ اچانک یاد آنے پر غزالہ نے بتایا کہ کچھ دیر پہلے ویرا کا فون آیا تھا۔ وہ مجھ سے بات کرنے کے لیے بے چین تھی۔

''اس نے تمہیں کچھ نہ کچھ تو بتایا ہوگا؟'' میں نے پرامید لہجے میں غزالہ سے پوچھا۔

''وہ آپ کی گرل فرینڈ ہے۔ آپ ہی کو راز کی بات بتائے گی۔ مجھ سے خیر خیریت کے سوا اور کوئی بات نہیں ہوئی'' اس نے شرارت آمیز لہجے میں شوخی سے جواب دیا ''سلطان شاہ سے دیر تک میری بات ہوئی۔ وہ اب تک حیران ہے کہ آپ کے مشوروں کے نتیجے میں ویرا کے پیر کی موچ اچانک

Downloaded from https://paksociety.com

کیسے ٹھیک ہوگئی۔''

''اس راز کا اس سے پوشیدہ رہنا ہی بہتر ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ نیویارک میں ان دونوں کے درمیان کوئی فساد کھڑا ہو۔''

''ان دونوں کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہونا شروع ہوگیا ہے۔'' غزالہ نے انکشاف کیا۔ ''سلطان شاہ شکایت کررہا تھا کہ اسے نیویارک کا بھکاری کارآمد نظر آرہا ہے۔ وہ مین ہٹن کے ایک فلائی اوور کے نیچے بے بسی کے عالم میں اپنی راتیں بسر کرتا ہے۔ سلطان شاہ اسے اپنے خرچ پر کسی سستے سے ہوٹل میں ڈالنا چاہتا ہے تاکہ اس پر کچھ کام کرسکے۔ ویرا سختی سے اس کی مخالفت کررہی ہے۔ وہ بھکاری کا خرچ اپنے سر لینے پر آمادہ نہیں ہے۔''

''ویرا ہوشیار ہے'' میں نے کہا ''وہ بھی اس بھکاری سے ملی ہوگی۔ اس کی مخالفت بلاسبب نہیں ہوسکتی۔ اس کی کچھ نہ کچھ بنیاد ضرور ہوگی۔''

غزالہ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تیر گئی۔ وہ بولی ''مجھے اندازہ تھا کہ آپ اس کی حمایت کریں گے۔ سلطان شاہ کو آپ سے یہی شکایت رہتی ہے۔''

''وہ غلط کہتا ہے۔ میں ضرورت سے زیادہ اس کا خیال رکھتا ہوں۔ تم مجھے مضبوط جواز دے دو، میں ویرا پر دباؤ ڈالوں گا کہ وہ سلطان شاہ کی بات مان لے۔''

''ویرا کو اپنی مخالفت کا کوئی بہتر جواز پیش کرنا چاہیے۔ آپ یہ بوجھ سلطان شاہ پر کیوں ڈالنا چاہتے ہیں؟''

''پھر بھی یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ویرا کیا کہہ رہی ہے؟''

''اسے اپنے امریکی ہونے کا زعم ہے۔ وہ کہتی ہے کہ مریکا میں رہنے بسنے والوں کے بارے میں وہ سب سے یادہ جانتی ہے۔ نیویارک کے بھکاری سادہ لوح لوگوں سے پیسے بٹورنے کے لیے عجیب وغریب کہانیاں گھڑنے میں ماہر وتے ہیں۔ اس نے سلطان شاہ کی کوئی کمزوری بھانپ کر سے اپنی لچھے دار باتوں میں الجھالیا ہے اور اس نے وہاں کے پھیرے لگانا شروع کردیے ہیں۔ ہر بار وہ اسے کچھ نہ کچھ ے آتا ہے۔''

''اس نے دس ڈالر کی بخشش سے ابتدا کی تھی'' میں نے سے یاد دلایا۔

''وہ اتنا پاگل نہیں ہے کہ ہر بار اتنی رقم لٹاتا رہے۔ کہہ ہا تھا کہ اب وہ اسے ایک آدھ ڈالر ہی دیتا ہے۔''

''بھکاری کی ذات میں وہ اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہے؟''

''میں نے تفصیل نہیں پوچھی'' غزالہ نے مختصر سا جواب دے کر اپنی جان چھڑالی۔

اسی لمحے میرے مقامی موبائل فون پر چاؤفان کی کال آ گئی۔ اس نے راجن کی لینڈ کروزر کا رجسٹریشن نمبر معلوم کرلیا تھا۔ ریستوران میں بیٹھ کر میں اس سے زیادہ لمبی بات نہیں کرسکتا تھا۔ اس سے گاڑی کا نمبر لے کر میں نے فون بند کردیا۔

غزالہ نے ویرا اور سلطان شاہ کے اختلاف رائے کا ذکر کرکے مجھے الجھن میں ڈال دیا تھا۔ کھانا ختم کرتے ہوئے میرا ذہن ان دونوں میں الجھا ہوا تھا۔ مجھے حیرانی تھی کہ سلطان شاہ کو ایک بھکاری کی ذات میں کیا دلچسپی نظر آرہی تھی۔

کھانا ختم کرکے ہم اپنے کمرے کی طرف جانے کے لیے کاریڈور سے لفٹوں کی طرف بڑھ رہے تھے کہ مجھے دور سے اسد کی جھلک نظر آئی۔ وہ قدرے بے چینی کے ساتھ اچک اچک کر اپنے آس پاس سے گزرنے والوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ ہم دونوں اس تک پہنچتے، اس نے بھی ہمیں دیکھ لیا اور اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑا ہوگیا۔

لفٹ کے قریب وہ ہم سے آملا اور معذرت خواہانہ لہجے میں بولا ''تم کو نا گوار نہ گزرے تو میں تمہارے ساتھ اوپر جانا چاہتا ہوں۔''

''ضرور چلو!'' میں نے بے تکلفی سے کہا ''ہم یہاں ہنی مون منانے کے لیے نہیں آئے، ہماری شادی کو ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے۔''

جیسے ہی اوپر سے ایک خالی لفٹ گراؤنڈ فلور پر آئی، ہم تینوں اس میں سوار ہوگئے۔ ہمارے ساتھ مزید دو سفید فام لڑکیاں اندر آگئیں۔ ان کی موجودگی میں، میں نے اسد سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ خود بھی خاموش تھا۔

میرے پاس اس کے لیے ایک اہم اطلاع موجود تھی۔ چاؤفان کا فراہم کیا ہوا رجسٹریشن نمبر اس کے لیے بہت مددگار ثابت ہوسکتا تھا۔ اچھا ہوا کہ وہ خود ہماری طرف آ گیا تھا ورنہ وہ نمبر دینے کے لیے مجھے فون کا سہارا لینا پڑتا۔

لفٹ سے نکل کر کمرے کی طرف جاتے ہوئے اسد نے دھیرے سے کہا ''میں تمہارے لیے ایک اہم خبر لایا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ سوبھراج بنکاک سے زیادہ دور نہیں گیا۔ وہ شمال کی طرف لوپ بوری نامی قصبے میں ہوسکتا ہے جو یہاں سے بمشکل ایک گھنٹے کی مسافت پر ہے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

اسد کے وہ فقرے سن کر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ میں حیران تھا کہ گاڑی کے کوائف جانے بغیر اس نے کس طرح سوبھراج کے نئے ٹھکانے کا سراغ لگالیا۔

''تم نے سوبھراج کے بارے میں یہ رائے کیسے قائم کرلی؟'' کمرے میں پہنچنے کے بعد میں نے حیرت سے پوچھا۔

''نئی ایجادات نے سب کچھ سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔ ٹریکر کمپنی نے معلومات فراہم کی ہیں'' اس نے پراعتماد لہجے میں بتایا۔

میرے لیے وہ اچنبھے والی بات تھی۔ گاڑی کے نام اور نمبر کے بغیر اگر ایک غیر متعلقہ شخص کسی کی نقل وحرکت کے بارے میں سب کچھ جان سکتا ہے تو اس سے زیادہ خطرناک بات کوئی اور نہیں ہوسکتی۔ ٹریکر سسٹم لوگ اپنی اور گاڑیوں کی حفاظت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ وہاں معاملہ بالکل متضاد نظر آرہا تھا۔ بات میری سمجھ سے باہر تھی۔

''مجھے معلوم تھا کہ سوبھراج کو لے جانے والی گاڑی کی تفصیلات معلوم کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہوگا.....'' میرے استفسار پر اس نے اپنی بات شروع کی تھی کہ میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

''یہ کام مشکل تھا، ناممکن نہیں تھا'' میں نے اس سے کہا ''چاؤفان اس گاڑی کے جملہ کوائف حاصل کرچکا ہے۔ وہ سفید رنگ کی لینڈ کروزر تھی۔ اس کا.....''

وہ اچھل پڑا۔ اس بار اس نے فرط جوش سے میری بات کاٹ کر کہا ''بس کام بن گیا۔ وہ سو فیصد لوپ بوری میں ہے۔''

''مگر کیسے..... کچھ تو بتاؤ کہ یہ سب کیسے معلوم ہوا؟'' وہ اپنی باتوں سے مجھے حیران کیے جارہا تھا۔

''ذرا لمبا قصہ ہے'' اس نے کہا ''یہاں تین ٹریکر کمپنیاں ہیں۔ ان میں سے ایک بہت زیادہ مقبول اور مشہور ہے۔ راجن جیسے لوگ بڑے ناموں کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ مجھے توقع تھی کہ وہ اسی کمپنی کے سسٹم استعمال کررہا ہوگا۔ وہاں میرے ایک مقامی دوست کا بھائی کام کرتا ہے۔ میں نے اس مسئلے کے بارے میں اپنے دوست سے رجوع کیا۔ یہ اتفاق ہے کہ اس کا بھائی ڈیوٹی پر تھا۔ اس نے راجن کی پانچوں گاڑیوں کی تازہ ترین پوزیشن بتادی۔ ان میں سے چار گاڑیاں شہر میں موجود تھیں۔ لینڈ کروزر دو بجے موتی محل سے نکل کر شمال کی طرف روانہ ہوئی تھی اور لوپ بوری پہنچ کر رک گئی تھی۔ اس وقت سے وہ گاڑی وہیں کھڑی ہوئی ہے۔ اس کا انجن دوبارہ اسٹارٹ نہیں کیا گیا۔ موتی محل سے گاڑی کے روانہ ہونے کا وقت اور پھر لوپ بوری میں قیام میرے شبہے کو تقویت دے رہا تھا۔ اپنے دوست سے یہ معلومات حاصل کرتے ہی میں تمہاری طرف چلا آیا۔ تم نے سفید لینڈ کروزر کا نمبر بتا کر سوبھراج کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی ہے۔ وہ بے فکر ہوکر وہاں عیش کررہا ہوگا۔ ہم تیاری کرکے وہاں پہنچ جائیں تو اسے گھیر سکتے ہیں۔''

''مجھے یہ سب طلسماتی باتیں معلوم ہورہی ہیں۔ راجن یہاں کا مشہور آدمی ہے۔ تمہارے دوست نے یہ ضرور جاننا چاہا ہوگا کہ تمہیں راجن کی گاڑیوں سے کیا سروکار ہے؟''

''وہ میرا بینک منیجر ہے۔ اسے معلوم ہے کہ میں اپنے محکمے کی طرف سے پاکستانیوں کے معاملات کی دیکھ بھال کے لیے یہاں تعینات ہوں۔ ہر مہینے اسی بینک میں میری تنخواہ آتی ہے۔ میں نے اسے ایک پاکستانی لڑکی کے اغوا کی کہانی سنائی تھی جسے موتی محل لے جاکر غائب کردیا گیا۔ ان معاملات میں راجن کی شہرت بہت خراب ہے۔ وہ فوراً میری مدد کے لیے تیار ہوگیا۔''

''اس نے یہ نہیں سوچا کہ بات راجن کے کانوں تک پہنچ گئی تو اس کے بھائی کو بلاتاخیر نوکری سے نکال دیا جائے گا؟'' غزالہ نے اعتراض کیا۔

''نیک دل لوگ اتنی دور تک نہیں سوچتے۔ میں نے شبہ ظاہر کیا تھا کہ پاکستانی لڑکی کو موتی محل سے نکال کر کہیں اور پہنچادیا گیا ہے۔ وہ میری مدد کرنے پر آمادہ ہوگیا۔''

''شہر میں اس کے پانچ کلب اور کیسینو ہیں۔ لڑکی وہاں پہنچائی جاسکتی تھی۔ ضروری نہیں تھا کہ اسے لوپ بوری لے جایا گیا ہو؟'' وہ مسئلہ مجھے ہضم نہیں ہورہا تھا۔

''یہ باتیں میں نے تمہیں بتائی ہیں۔ اس بے چارے سے میں نے گاڑیوں کا ریکارڈ مانگا، وہ اس نے فراہم کردیا۔ اب لڑکی کو تلاش کرنا میرا کام ہے'' اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ''اس نے مجھ سے یہ یقین دہانی ضرور چاہی تھی کہ گاڑیوں کی ٹریکنگ کا قصہ ہم تینوں کے سوا کسی چوتھے آدمی کے علم میں نہ آئے۔ اس کی دانست میں میرے، اس کے اور اس کے بھائی کے علاوہ کسی اور کو یہ پتا نہیں چل سکے گا کہ اغوا کی جانے والی پاکستانی لڑکی کی تلاش میں ٹریکنگ سسٹم سے بھی کوئی مدد لی گئی ہے۔''

دو سال کے قیام کے دوران میں بینک منیجر سے اس کے گہرے تعلقات بھی میرے محل نظر تھے۔ میرے سوال کے جواب میں اس نے بتایا کہ اس کا سہرا ٹیکسلا کے گردونواح میں

Downloaded from https://paksociety.com

جعلی نوادرات فروخت کرنے والے ہنرمندوں کو جاتا ہے۔

بنکاک آنے سے پہلے اسد نے ان اطراف سے مہاتما گوتم بدھ کے کئی ایسے مجسمے خرید لیے تھے جو بادی النظر میں بہت قدیم اور خستہ حال نظر آتے تھے۔ جعل ساز اپنے گھروں میں مٹی، لکڑی اور دھاتوں سے بہت سے نوادرات کی تازہ نقلیں بنا کر اسے کسی ایسے عمل سے گزارتے ہیں کہ وہ بظاہر صدیوں پرانی نظر آنے لگتی ہیں۔ ماہرانہ تجزیے میں ان کی پول کھل سکتی تھی لیکن ہوتا یہ ہے کہ اپنی دانست میں چوری کے نوادرات خریدنے والے خود ماہرانہ رائے لینے سے گھبراتے ہیں۔ انہیں خوف ہوتا ہے کہ نمونے کی عمر کی تصدیق ہوتے ہی وہ بیش قیمت شے ان کی تحویل سے نکل جائے گی۔

بنکاک پہنچنے کے بعد اسد نے اپنے گاؤں کی مضافاتی پہاڑیوں کی کھدائی سے برآمد ہونے کی کہانی سنا کر کسی کے وہ چھوٹے چھوٹے مجسمے جس کسی کو تحفے میں دیے، وہ اس کا گہرا دوست بن گیا۔ ان میں اس کے بینک کا منیجر بھی شامل تھا جو مہاتما گوتم بدھ کا صدیوں پرانا نادر مجسمہ مل جانے پر تہہ دل سے اسد کا ممنون تھا۔

سوبھراج کے بارے میں دو مختلف ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کی کڑیاں یک جا ہو چکی تھیں۔ چاؤ فان نے اپنے ذرائع سے سفید لینڈ کروزر کی روانگی کی اطلاع فراہم کی تھی۔ اسد نے اس گاڑی کی روانگی کے ساتھ منزل کا کھوج بھی لگا لیا تھا۔

لوپ بوری پہنچنے کے بعد لینڈ کروزر کا انجن دوبارہ اسٹارٹ نہیں کیا گیا تھا۔ یہ حقیقت اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ سوبھراج کا عارضی پڑاؤ نہیں تھا۔ وہ اپنے امریکی دشمنوں سے بچنے کے لیے وہیں پناہ گزیں ہو گیا تھا۔

اس نے اس قصبے کی جو مسافت بتائی وہ دشوار نہیں تھی۔ سوبھراج جب چاہتا، بنکاک کا چکر لگا سکتا تھا۔ چند روز میں اس کی تلاش کا معاملہ دب جاتا تو وہ خاموشی سے بنکاک لوٹ آتا۔

وہ بنیادی طور پر ایک شہری تھا۔ شہر کی تیز رفتار، رنگین اور ہنگامہ پرور زندگی کو یکسر ترک کر کے زیادہ دیر تک لوپ بوری میں نہیں رہ سکتا تھا۔

''معلوم ہوتا ہے کہ لوپ بوری بھی راجن کا کوئی محفوظ ٹھکانا ہے۔'' غزالہ پُرخیال لہجے میں بولی ''وہاں بھی سوبھراج کی حفاظت کا پورا بندوبست کیا گیا ہوگا۔''

''راجن اور سوبھراج کے لیے پورے تھائی لینڈ میں موتی محل سے زیادہ محفوظ جگہ کوئی اور نہیں ہو سکتی۔'' میں نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا ''یہاں اسے گھیرنا بہت مشکل تھا۔ لوپ بوری میں یہ کام آسان ثابت ہونا چاہیے۔''

''تم اس شہر یا قصبے کے بارے میں کیا جانتے ہو؟'' غزالہ نے اسد سے پوچھا۔

''یہ کوئی شہر ہرگز نہیں ہے۔'' اس نے مایوسی سے اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا ''میں نے یہ غیر معروف نام پہلی بار سنا ہے۔''

''اگر یہ نام تمہارے لیے اتنا نیا ہے تو پھر یہ کوئی چھوٹی سی بستی ہوگی۔ ممکن ہے کہ یہ شمال کی طرف جانے والی شاہراہ پر واقع ہو۔ سوبھراج وہاں راجن کے کسی ریسٹ ہاؤس وغیرہ میں ٹھہرا ہوگا۔ ان دونوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ کوئی حریف وہاں تک پہنچ سکے گا۔ مجھے توقع نہیں کہ موتی محل سے سوبھراج کے ہنگامی فرار کے موقع پر لوپ بوری میں کوئی غیر معمولی حفاظتی بندوبست کیا گیا ہوگا۔'' میں نے اپنے ذہن میں کڑیاں ملاتے ہوئے کہا۔

''آثار یہی نظر آ رہے ہیں۔ راجن کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ مستقل بنیادوں پر ہر جگہ بھاری نفری کو ملازم رکھ سکے۔ سوبھراج کی حفاظت کے لیے کوئی بندوبست کیا جاتا تو بنکاک سے مسلح آدمیوں کو لوپ بوری بھیجنا ضروری تھا۔ ایسی صورت میں ٹریکنگ سسٹم پر راجن کی کسی اور گاڑی کی لوپ بوری کی طرف روانگی بھی ریکارڈ ہو جاتی۔''

''اس معاملے میں چاؤ فان ہمارا بہترین مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔'' غزالہ نے چند ثانیوں کے توقف کے بعد رائے دی۔

فرمائش

نئے نئے دولت مند ہونے والے ایک صاحب کی بیگم ایک سرجن کے پاس پہنچیں اور بولیں ''ڈاکٹر صاحب! میرا آپریشن کر دیجیے۔''

''مگر..... کس چیز کا آپریشن؟'' سرجن نے حیران ہو کر پوچھا۔

''کسی بھی چیز کا۔'' خاتون نے بے پروائی سے کہا ''دراصل میرا کبھی کسی مرض کے سلسلے میں آپریشن نہیں ہوا۔ اس کی وجہ سے مجھے بیگمات کے درمیان بیٹھ کر بات چیت کرنے میں مشکل پیش آتی ہے..... اور احساسِ کمتری سا ہونے لگتا ہے۔''

Downloaded From https://paksociety.com

اسد نے ایک بڑا کام سر انجام دیا تھا۔ ناقص اور ادھوری معلومات کے ساتھ سوبھراج کی نئی کمین گاہ کا کھوج لگانا آسان کام نہیں تھا۔ وہ سراغ مل جانے کے بعد چاؤ فان یکا یک اہمیت اختیار کر گیا تھا۔ وہ مقامی باشندہ تھا۔ لوپ بوری کے بارے میں ہمیں معلومات فراہم کر سکتا تھا۔ ذہن میں وہاں کا نقشہ جمانے کے بعد ہمیں ہر حال میں مسلح نفری کی ضرورت پڑتی جو صرف چاؤ فان فراہم کر سکتا تھا۔

سوبھراج کا سر کچلنے کے لیے چاؤ فان کلیدی اہمیت اختیار کر گیا تھا۔ مجھے یہ سوچ کر دل ہی دل میں اطمینان ہوا کہ سوبھراج کے معاملے میں' میں نے اسے بالکل بے خبر نہیں رکھا تھا۔

چند گھنٹے قبل ہونے والی ملاقات میں چاؤ فان نے خود ہی اندر کی یہ کہانی سنائی تھی کہ موتی محل میں گھسنے والے امریکی نوجیوں کو راجن کے کسی پراسرار مہمان کی تلاش تھی جسے رازداری کے ساتھ لینڈ کروز میں وہاں سے نکال دیا گیا تھا۔

اس قصے میں کہیں بھی سوبھراج کا نام نہیں آیا تھا۔ چاؤ فان یا ڈان برنارڈ کو سوبھراج کی ہوا تک نہیں لگی تھی۔ میں نے چاؤ فان کے تذبذب کے باوجود راجن کے مہمان کو گھیرنے کا نظریہ پیش کر کے اسے کسی حد تک اپنا ہم نوا بنا لیا تھا۔

راجن کے مفرور مہمان کے بارے میں چاؤ فان سے گفتگو کرتے ہوئے میرے ذہن میں دور دور تک یہ امکان نہیں تھا کہ چند گھنٹوں بعد ہم اسے مارنے کے لیے نکل سکتے ہیں۔ میری ساری گفتگو معروضی انداز تک محدود رہی تھی۔ اسد سے تبادلہ خیال ہونے کے بعد اس گفتگو کی اہمیت ابھر کر سامنے آ گئی تھی۔ میں نے بے خبری کے عالم میں' کسی لاشعوری ذہنی رو کے تحت' اپنے اگلے اقدامات کے لیے میدان ہموار کر لیا تھا۔ چاؤ فان یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ میں نے بیٹھے بٹھائے' اچانک راجن کے مہمان پر دھاوا بولنے کی ٹھان لی تھی۔ اس کا جواز پہلے سے موجود تھا۔

بھاگ دوڑ کا کام اسد اور چاؤ فان انجام دے رہے تھے۔ ان دونوں کی طرف سے ملنے والی اطلاعات کو یکجا کر کے ان سے کوئی مدلل نتیجہ اخذ کرنا اور پھر اگلی منصوبہ بندی کرنا میری ذمے داری تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس مرحلے پر اسد کو کیسے الگ رکھوں۔

اسد نے بنکاک میں پیر جمانے میں میری بہت مدد کی تھی۔ اس نے مجھے ڈان برنارڈ سے نہ ملایا ہوتا تو وہاں واقعات کی رفتار بہت سست اور حوصلہ شکن رہتی۔ میں اس کے بھرپور کردار کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔

وہ ڈان سے متعارف ہو چکا تھا لیکن چاؤ فان سے اس کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ چاؤ فان اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ بنکاک میں صرف وہی میرا مددگار رہا تھا۔ اس کی وہ خوش گمانی برقرار رکھنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ اسد آنے والی مہم میں بھی اس کی نگاہوں سے دور رہے۔

''تم کس سوچ میں کھو گئے؟'' مجھے خاموش پا کر اسد نے ٹوکا۔

''چاؤ فان کو فون کرنے کے لیے ذہنی تیاری کر رہا ہوں۔'' میں نے ہنس کر جواب دیا۔

''تم بہت حاضر جواب ہو۔ کسی سے بات کرنے کے لیے تمہیں کسی تیاری کی ضرورت نہیں پڑتی۔ فی البدیہہ بات کرتے چلے جاتے ہو۔ یہ بتاؤ کہ چکر کیا ہے!''

''چاؤ فان کو میں کمرے میں نہیں بلانا چاہتا۔'' میں نے غزالہ کے سراپا پر سرسری نگاہ ڈال کر کہا ''اس وقت اس سے باہر بات نہیں ہو سکتی.....''

''صرف غزالہ کے بارے میں نہ سوچو۔ میں بھی اس بدمعاش کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا۔''

اسد کے وہ الفاظ سن کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سر سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔ میں نے حیرت سے پوچھا ''کیا تم اس آپریشن میں شامل نہیں رہو گے؟''

''میری دلی خواہش ہے کہ میں سوبھراج کی سرکوبی کی مہم میں تمہارے ساتھ رہوں لیکن میں چاؤ فان کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا۔ میں نے بہت عزت اور وقار کے ساتھ یہاں تعیناتی کے دو سال پورے کر لیے ہیں۔ پتا نہیں کب یہاں سے میرے تبادلے کے احکام آ جائیں۔ میں یہ الزام سننا پسند نہیں کروں گا کہ پاکستانی افسر یہاں مجرموں کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔''

''یہ الزام کون لگائے گا.....؟ کسی کو کانوں کان پتا نہیں چلے گا کہ تم ہمارے ساتھ تھے۔'' میں نے اسے ٹٹولنے کے لیے کہا۔

''میں دل کی گہرائیوں سے تمہاری کامیابی کا خواہش مند ہوں لیکن لڑائی میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ سوچو کہ چاؤ فان ان کے ہاتھ لگ گیا تو کیا ہوگا۔ ہر بدمعاش کی اپنی قوتِ برداشت ہوتی ہے۔ وہ دو نہیں تو دس جوتے کھا کر سب کچھ اگلنا شروع کر دے گا۔''

''خدانہ کرے کہ ایسا ہو!'' غزالہ جلدی سے بولی۔

''میں بھی یہی کہہ رہا ہوں۔ انسان کا چاہا ہوا ہمیشہ پورا نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی تقدیر بازی الٹ دیتی ہے۔ اب یہی دیکھو

Downloaded from https://paksociety.com

کہ سوبھراج موتی محل کے پنجرے سے صاف نکل گیا۔ میرے دامن پر ایک بار داغ لگ گیا تو میرے بعد آنے والے برسوں اس کے نتائج بھگتیں گے۔''

''تمہاری یہی مرضی ہے تو میں چاؤ فان کو کمرے میں بلالوں گا۔''

''بلالو..... میں نیچے کافی شاپ میں چلا جاؤں گا۔ اس کے جانے کے بعد تم سے مل لوں گا تاکہ تمہارے پروگرام کا علم ہوسکے۔''

''یہ اور بھی اچھا ہوگا۔ اپنے ساتھ غزالہ کو بھی کافی شاپ میں لے جانا۔ میں فون کرکے تم دونوں کو واپس بلالوں گا۔''

میرا سنگین مسئلہ کسی خرابی کے بغیر خوش اسلوبی سے طے ہوگیا۔

میں نے نمبر ملایا تو چاؤ فان میری پہلی آواز سنتے ہی مجھے پہچان گیا ''یس ماسٹر! خیریت تو ہے.....! اس وقت مجھے کیسے یاد کرلیا۔''

''تمہاری آواز بھاری کیوں ہورہی ہے؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''اوہو.....!'' وہ دھیمے سے ہنسا ''ماسٹر! تم خطرناک آدمی ہو۔ آواز سے بھی اندازے لگالیتے ہو۔ میں تھوڑی سی اسکاچ پی رہا ہوں۔ آج میکانگ کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔''

''تم ہوش وحواس میں تو ہونا.....!'' میں نے سخت لہجے میں سوال کیا۔

''بالکل..... آدمی ہوش وحواس میں نہ رہے تو یہ سالی لڑکیاں پوری جیب خالی کرلیتی ہیں۔ میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتا ہوں۔''

میرا خون کھول اٹھا۔ میں نے درشت لہجے میں پوچھا ''تم اس وقت کہاں ہو؟''

''ماسٹر! معاف کرنا' میں نے اپنی دانست میں کام ختم کرلیا تھا۔ تم سے ملنے کے بعد میں ذرا سی دل لگی کے لیے پیٹ پونگ ون آگیا۔''

''اس وقت تم کسی لڑکی کے ساتھ ہو!'' میں نے تصدیق چاہی۔

''یس ماسٹر' یہاں اس کے سوا ہوتا ہی کیا ہے!''

''اس کے سامنے تم مجھ سے یہ خرافات بک رہے ہو!'' مجھے غصہ آگیا۔

''ماسٹر! تم بے فکر رہو۔ اسے انگریزی کا ایک لفظ نہیں آتا۔ دیہاتی لڑکی ہے۔ اس کا لب ولہجہ نرالا ہے۔ بنکاک کی بولی بھی مشکل سے سمجھ رہی ہے۔'' اس کی آواز سے سرور کی ہلکی سی بے پروائی مترشح تھی۔

''چاؤ فان! خدا مجھ پر اور تم پر رحم کرے۔ تم نے مجھے عین وقت پر دھوکا دیا ہے۔ مجھے معلوم ہوتا کہ تم اتنے رنگین مزاج ہو تو میں بھول کر بھی تم پر بھروسا نہ کرتا۔''

''تمہیں دھوکا دینے سے بہتر ہوگا کہ میں بلیڈ سے اپنا گلا کاٹ کر اپنا خون تمہارے قدموں میں بہادوں۔'' میری لعن طعن سن کر وہ یکا یک جذباتی ہوگیا ''میں نے تمہیں ماسٹر کہا ہے تو زندگی بھر اس رتبے کی لاج رکھوں گا۔ غداری کی تو جنگلوں میں بھٹکنے والی بدروحیں میرا بدن نوچیں گی۔ یہ بتاؤ کہ اس وقت تم نے مجھے کیسے یاد کیا ہے!''

میں ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ اس کا یہ عذر کسی حد تک قابلِ قبول تھا کہ وہ کام ختم کرلینے کے بعد اس بدنام کوچے میں گیا تھا۔ جنگل کی بدروحوں کا حوالہ دے کر اس نے

مختصر مختصر

☆ ''مسز زاہد کا کہنا ہے کہ ان کی پیدائش کے ساتھ ایک راز وابستہ ہے۔''

''جی ہاں۔ وہ ان کی تاریخ پیدائش ہے۔''

☆ ''مسز منیر! کیا آپ نے اپنے بیٹے کو منع کیا تھا کہ وہ میری نقلیں نہ اتارا کرے؟''

''ہاں۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ بے وقوفوں جیسی حرکتیں نہ کیا کرو۔''

☆ ''کیسا عجیب دور ہے۔ پڑوسی کو پڑوسی کے بارے میں پتا نہیں ہوتا کہ وہ کس حال میں ہے!''

''خیر..... آپ میرے بارے میں ایسا مت کہیے۔ میں گاؤں میں رہتا ہوں۔''

☆ ''جانِ من! آج ہماری شادی کی پہلی سالگرہ ہے۔ تم میرے لیے کوئی تحفہ لائے ہو؟''

''ہاں..... کھانا پکانے کی ترکیبوں کی کتاب!''

☆ ''سنا ہے خدا بخش حلوائی بہت امیر ہوگیا ہے؟''

''ہاں۔ اس نے ڈائٹنگ کرنے والی عورتوں کے لیے ایسا گلاب جامن ایجاد کیا تھا جس کے بیچ میں سلاد کا پتا ہوتا تھا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

ثابت کر دیا تھا کہ وہ کسی نہ کسی حد تک بہکا ہوا تھا۔ کوئی اور موقع ہوتا تو میں اسے منہ لگائے بغیر فون بند کر دیتا مگر اس وقت چاؤ فان سے بات کرنا میری مجبوری تھی۔

''میں ایک اہم معاملے میں تمہیں اپنے پاس بلانا چاہ رہا تھا۔'' میں نے نہایت کوفت کے عالم میں بیزاری سے کہا ''مجھے تمہارے ان مشغلوں کا علم نہیں تھا۔''

''ماسٹر! میرے مشغلوں پر لعنت بھیجو۔ میں اس لڑکی کو لات مار کر، سر کے بل ابھی آتا ہوں۔'' اس کی آواز کے ساتھ فون پر کسی لڑکی کی ہلکی سی چیخ سنائی دی۔ شاید چاؤ فان نے اپنے ساتھ موجود لڑکی کو واقعی لات رسید کر دی تھی۔

''اسے میرے وقت سے زیادہ اپنے پیسوں سے سروکار ہے۔'' اس کی بات جاری تھی ''پیسے اس کے منہ پر ماروں گا، باہر نکل کر فریش لیمن جوس کے دو گلاس پیوں گا اور بالکل تازہ دم ہو کر آ جاؤں گا۔ یہ بتاؤ کہ تم سے کہاں ملنا ہے۔''

وہ بہت زیادہ نشے میں نہیں تھا۔ اس نے تازہ لیموں کے عرق کی صورت میں اپنے نشے کا توڑ بھی بتا دیا تھا مگر مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ آئے گا تو کس حال میں ہوگا۔ اس کے ساتھ کسی غیر متعلق آدمی کی نظروں میں آنا مناسب نہیں تھا۔

میں نے فوری طور پر اسے اپنے کمرے میں بلانے کا ارادہ ترک کر دیا اور کہا ''وہیں آ جاؤ، جہاں شام ملے تھے۔ یہ یاد رکھنا کہ اہم معاملہ درپیش ہے۔''

''بے فکر ہو جاؤ۔ میں نے آنے کی تیاری شروع کر دی ہے۔ میری لات کھا کر وہ سہم کر بستر کے ایک کونے میں سمٹ گئی ہے اور خوف زدہ بندریا کی طرح میری طرف دیکھے جا رہی ہے۔ میں پانچ منٹ میں یہاں سے نکلتا ہوں۔'' اس نے اپنے انداز میں مجھے یقین دہانی کرائی ''پندرہ منٹ بعد میں تمہارے ہوٹل کے باہر پہنچ جاؤں گا۔''

اس سے ہونے والی گفتگو میں، میں نے اس کے ساتھ کسی لڑکی کی موجودگی اور اس کی رنگین مزاجی کا حوالہ دیا تھا۔ اپنے بارے میں بقیہ اعترافات چاؤ فان نے خود کیے تھے۔ میرے مکالمے سن کر اسد اور غزالہ صحیح صورتِ حال کا اندازہ نہیں ہو سکا۔

''کیا ہوا..... تم اس پر بہت زیادہ برہم ہو رہے تھے؟'' اسد نے متجسس لہجے میں سوال کیا۔

''وہ پیٹ پونگ میں کسی عشرت کدے میں گھسا ہوا ہے۔'' میں نے اس کی شراب نوشی کا ذکر دانستہ گول کرتے ہوئے جواب دیا۔

''یہ اس کی شرافت ہے کہ اس نے تمہاری ڈانٹ ڈپٹ سن لی۔ وہ تمہارے کسی کام میں کوتاہی نہیں کرتا۔ اس کے بعد اسے پورا حق حاصل ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنا وقت گزارے۔'' اسد نے چاؤ فان کی حمایت کرتے ہوئے کہا ''تمہیں اس کی ذاتی سرگرمیوں سے سروکار نہیں ہونا چاہیے۔''

''اسد کی بات قابلِ غور ہے۔'' غزالہ بولی ''آپ اس کے ساتھ کسی غیبی شاگرد جیسا سلوک کرتے ہیں۔ کسی وقت وہ پلٹ کر کوئی کڑا جواب بھی دے سکتا ہے۔''

''تم دونوں ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ وہ کہاں اپنا منہ کالا کرتا ہے۔'' میں نے رسانیت سے جواب دیا ''اب اس کا کیا کیا جائے کہ رات کے گیارہ بجے کے بعد سوبھراج کا سراغ ملا ہے۔ اس کے خلاف کارروائی کے لیے رات کا اندھیرا سب سے زیادہ موزوں ہے۔ وہاں شب خون مارنے کی صورت میں ہماری کامیابی کے امکان روشن ہیں۔ رات گزر گئی تو دن کے اجالے میں شاید ہم اس کے ٹھکانے کے آس پاس بھی نہ پھٹک سکیں۔''

''یہ تمہاری مجبوریاں ہیں۔ ان میں چاؤ فان کا قصور نہیں ہے۔'' اسد مجھے پوری طرح قائل کرنے پر تلا ہوا تھا ''یہ دیکھو کہ اس نے تمہارے ایک اشارے پر اپنی ساری عیاشی ترک کر کے تمہارے پاس آنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ وہ کوئی بہانہ کر کے تمہیں صبح تک ٹال سکتا تھا۔ تم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے تھے۔''

اس کی کسی بات کی معقولیت پر حرف گیری نہیں کی جا سکتی تھی۔

یہ انسان کی فطرت ہے کہ اس سے جو کوئی دبتا ہے اسے وہ دباتا ہی چلا جاتا ہے۔ پلٹ کر جواب دینے والوں سے بات کرتے ہوئے ہر ایک محتاط رہنے کی کوشش کرتا ہے۔

یہ چاؤ فان کی کمزوری تھی کہ بیچ میں ڈان کا نام ہونے کی وجہ سے وہ روزِ اول سے میرا لحاظ کرتا رہا تھا۔ میں کسی ارادے کے بغیر، محض اپنی جبلّت کے تحت اس رجحان سے فائدہ اٹھاتا رہا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ میں نے اس سے ذاتی مصروفیات کا حساب بھی لینا شروع کر دیا۔

میں نے اسد کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن دل میں یہ طے کر لیا کہ میں آئندہ اس حد تک جانے سے گریز کروں گا جہاں چاؤ فان کی قوتِ برداشت جواب دے جائے۔

چاؤ فان کے اپنے قول کے مطابق اس کا وطن

Downloaded from https://paksociety.com

مسکراہٹوں کی سرزمین کہا جاتا تھا۔ وہ لوگ نرم خُو، ملنسار اور حلیم الطبع تھے۔ کم از کم میری حد تک وہ ان میں سے ہر تعریف پر پورا اترنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ میرے لیے اس کا لحاظ کرنا ضروری تھا۔

اسد معاملہ فہم آدمی تھا۔ اس نے وہ بات وہیں ختم کردی اور مجھ سے پوچھا ''وہ تم سے ملنے کے لیے آرہا ہے۔ تم نے کیا سوچا ہے۔''

''میں نے ابھی بتایا ہے کہ وہاں آج ہی شب خون مارنا مناسب رہے گا۔'' میں نے اسے یاد دلایا ''لوپ بوری کے بارے میں وہ جانتا ہوگا۔ یہ فیصلہ اس سے مشورے کے بعد کیا جائے گا کہ سوبھراج سے نمٹنے کے لیے ہمیں کن تیاریوں کی ضرورت پیش آئے گی۔''

''تم نے اسے کمرے میں بلانے کا ارادہ ترک کردیا ہے تو اب شاید ہم دونوں کو کافی شاپ میں جانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔'' اس نے پوچھا۔

میں بہرحال ایک پاکستانی مرد تھا۔ میں ایک لمحے کے لیے سوچ میں پڑ گیا۔ اپنی بیوی کے ساتھ ایک نامحرم کو اکیلا چھوڑ کر جانا کہاں تک مناسب تھا!

اسد خود بھی عیال دار اور شریف آدمی تھا۔ بنکاک جیسے شہر خرابات میں تجرد کے دن گزارنے کے باوجود اس کا دامن ہر آلائش سے پاک تھا۔ ادھر غزالہ بھی کوئی نیک پروین نہیں تھی۔ مجھ سے الگ ہو کر اس نے دشمنوں کے غول میں ایک مدت تک بہت کامیابی سے اپنی حفاظت کی تھی۔ میں نے کہا ''تم یہیں رک کر میری واپسی کا انتظار کرو۔ میں اسے زیادہ وقت نہیں دوں گا۔''

رذیل آدمی کو جوتے بھی لگائے جائیں تو اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ شریف آدمی کے لیے ایک موہوم سا اشارہ کافی ہوتا ہے۔ میرے خفیف سے توقف سے اسد نے گویا میرے دل کی بات پڑھ لی اور ہنستے ہوئے بولا ''اب موڈ بن گیا ہے۔ میں کافی ضرور پینا چاہوں گا۔ تم واپس آکر فون پر مجھے بلا لینا۔''

''جیسی تمہاری مرضی!'' میں اس سے کمرے میں رکنے کے لیے اصرار نہیں کرسکتا تھا۔

چاؤ فان نے ہوٹل تک پہنچنے کے لیے پندرہ منٹ کا وقت دیا تھا۔ میں روانگی کے ارادے سے اٹھا تو اسد نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی۔

ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے نیچے آئے۔ وہ کافی شاپ کی طرف ہولیا۔ میں نے مرکزی دروازے کا رخ

جاسوسی ڈائجسٹ

جاسوسی کی دنیا کی ایک جھلک

ابتدائی صفحات کی سوغات، کچھ انوکھی، دلچسپ اور ناقابل فراموش کہانیاں۔

آپ کے من پسند مصنف محی الدین نواب کی معاشرتی ناسوروں کا انکشاف کرتی تحریر۔

مغرب کے رسائل و جرائد سے منتخب کردہ جرم و سزا، محبت، رقابت اور سراغ رسانی کے یادگار کارنامے۔

رنگوں کی دنیا کے تین رنگ، تین رخ..... سرورق سے ہم آہنگ تین بہترین کہانیاں۔

ایچ اقبال، احمد اقبال اور نجمہ مودی کے قلم کے ناز و انداز کی دلفریبیاں اور ہوس و لالچ کی پرکاریاں۔

آتش فشاں خواہشات کا لاوا سینے میں دہکائے وجدان کی شعلہ فشانیاں، حسام بٹ کی فسوں کار تحریر۔

زندگی کی شاہراہ پر چھوٹی بڑی پگڈنڈیوں پر سفر کرتی حقیقتوں کی عکاس، دل کی آنکھوں سے پڑھی جانے والی آپ کے پسندیدہ مصنفین محمود احمد مودی، کاشف زبیر، محمد ابراہیم جمالی، شگفتہ پروین اور مرزا ظفر بیگ کی تحاریر کی سحر انگیزیاں۔

سب سے آخر میں اس محفل کا ذکر جس میں ہم اور آپ قارئین ایک دوسرے کے روبرو ہوتے ہیں۔

چینی نکتہ چینی آپ کی رائے اور آپ کی تنقید و توصیف کے منتظر!

ماہ جون کا جاسوسی آج ہی خرید لیں

Downloaded from https://paksociety.com

کرلیا۔

رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ ہوٹل میں لوٹنے والوں کی آمد قابل فہم تھی لیکن وہاں رہنے والوں کی روانگی کا پرشوق انداز بنکاک کی شبینہ تفریحات کی بھرپور غمازی کررہا تھا۔

میرے پہنچنے کے چند منٹ بعد چاؤفان وہاں آ گیا۔ میں خاموشی سے اس کی گاڑی میں سوار ہوگیا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے میں نے کن انکھیوں سے اس کا جائزہ لیا تو وہ پوری طرح چاق وچوبند نظر آرہا تھا۔

گاڑی کی سب کھڑکیاں بند تھیں۔ ائرکنڈیشنر چل رہا تھا لیکن الکحل کی بو کا ذرا بھی شائبہ نہیں تھا۔ یوں معلوم ہورہا تھا جیسے اس نے میرے پاس آنے سے پہلے شراب کے جملہ اثرات زائل کرنے کے لیے بیک وقت سارے جتن کرڈالے تھے۔

''ماسٹر! کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟'' آخر اس نے ہی سکوت توڑنے میں پہل کی۔

''میں سوچ رہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کروں۔ تم لوپ بوری کے بارے میں کیا جانتے ہو؟'' میں نے اس کے سوال کو نظرانداز کرکے پوچھا۔

''بہت اچھی اور سرسبز جگہ ہے۔ بنکاک سے زیادہ دور نہیں ہے۔ آثار قدیمہ کے متوالے اس چھوٹے سے قصبے کے اردگرد پھیلی ہوئی تاریخی باقیات کو دیکھنے ضرور جاتے ہیں۔'' اس نے سرعت سے جواب دیا ''کیا تمہارا بھی وہاں جانے کا ارادہ ہے؟''

''ہمیں آج رات وہاں پہنچنا ہے!'' میں نے دانستہ اسے ادھوری بات بتائی۔

''رات کو وہاں ذرا بھی لطف نہیں آئے گا۔ دیہاتی سرِ شام اپنے گھروں میں سوجاتے ہیں۔ اندھیری رات میں کھنڈرات بھی آسیب زدہ سے نظر آئیں گے.....''

''ہم وہاں سیر وتفریح کے لیے نہیں جارہے۔ راجن کا مہمان وہاں ٹھہرا ہوا ہے۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا ''یہ ہمارے لیے بہترین موقع ہے۔''

''تمہیں کیسے پتا چلا کہ وہ وہاں گیا ہے؟'' اس نے چونک کر پوچھا۔

''میرے اپنے بھی کچھ ذرائع ہیں۔ میں نے بلاوجہ چھوٹا راجن سے ٹکر نہیں لی ہے۔''

''وہاں کوئی ہوٹل نہیں ہے۔ کئی کمروں والا ایک ریسٹ ہاؤس ہے جہاں دن میں آنے والے سیاح کچھ دیر رک کر آرام کرتے ہیں اور لوٹ جاتے ہیں۔ شب بسری کے لیے وہ ڈھنگ کی جگہ نہیں ہے۔'' وہ سوچتے ہوئے بتا رہا تھا ''چھوٹا راجن کا مہمان پوٹ بوری میں ٹھہرا ہے تو اسے ریسٹ ہاؤس کے کسی کمرے میں ہونا چاہیے۔ وہاں وہ کھلے نشانے پر ہے۔''

''اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے کوچ کرے، ہم کو اس کے سر پر پہنچ جانا چاہیے۔'' میں نے زور دے کر کہا۔

''ماسٹر! وہ وہاں کس گاڑی سے گیا ہوگا نا!''

''تمہاری لائی ہوئی خبر ٹھیک تھی۔ وہ سفید لینڈ کروزر میں ہی گیا ہے۔''

''اس کے پاس وقت ہے، اپنی سواری ہے تو وہ لوپ بوری میں کیوں رکے گا۔ تھوڑا سا سفر کرکے وہ کسی اچھی جگہ رک سکتا ہے۔ چھوٹا راجن اپنے کسی اہم مہمان کو لوپ بوری جیسی جگہ پر نہیں بھیج سکتا۔ وہاں رک کر وہ آگے نکل گیا ہوگا۔ شاید تمہیں پرانی اطلاع دیر سے ملی ہے۔'' چاؤفان کے پاس یقین نہ کرنے کی مضبوط وجوہ موجود تھیں۔

اسے یہ بتانا بے سود تھا کہ اس وقت سوبھراج خوف زدہ تھا۔ بارونق شہروں کے مقابلے میں گمنام ویرانے اس کے لیے بہترین پناہ گاہ ثابت ہوسکتے تھے۔ اپنی جان بچانے کے لیے وہ ایک کیا، کئی راتوں کی بے آرامی قبول کرسکتا تھا۔

''اب تصدیق یا تردید حاصل کرنے کا وقت گزر چکا۔ یہ بتاؤ کہ تم اس وقت کتنے آدمیوں کا بندوبست کرسکتے ہو۔'' میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کرنے کے بجائے فیصلہ کن لہجے میں پوچھا۔

''پانچ چھ آدمی مل جائیں گے۔'' اس نے سوچتے ہوئے کہا۔ اس نے میری اطلاعات کی افادیت پر دوبارہ کوئی بات نہیں کہی۔

''ہم یہاں سے کس وقت نکل سکتے ہیں؟'' میں نے اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈال کر سوال کیا۔

''آدمیوں کو جمع کرنے کے لیے وقت درکار ہوگا۔ کم ازکم ... دو گھنٹے کی مہلت دے دو۔''

''میرے پاس پوری رات پڑی ہوئی ہے۔ ہمیں اجالا پھیلنے سے پہلے وہاں پہنچ جانا چاہیے۔ اگر میرے اور تمہارے اندازے درست ہیں تو ذرا سی دیر میں کھیل نمٹ جائے گا۔ تم اپنی سہولت دیکھو۔ آدمیوں کے ساتھ تمہیں ہتھیاروں کا بندوبست بھی کرنا ہے۔''

''میں ساڑھے بارہ بجے تک تمہیں اپنے پروگرام سے آگاہ کردوں گا۔ تمہارے ساتھ کوئی اور تو نہیں ہوگا؟'' اس کا ذہن الکحل کے اثرات سے پوری طرح آزاد تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''میری عورت میرے ساتھ ہوگی!'' میں نے اس کی زبان استعمال کرتے ہوئے جواب دیا۔

''اسے نہ لو۔ اتنی بھیڑ میں اس کا شامل ہونا غیر ضروری ہے۔'' اس نے ملتجیانہ لہجے میں کہا ''وہ بلاوجہ میرے آدمیوں کی نظروں میں آجائے گی۔''

''کیا تمہیں ان پر بھروسا نہیں ہے؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''پورا بھروسا ہے لیکن بنکاک میں ہر ایک چاؤفان نہیں ہے۔'' بات کرتے کرتے اس نے الجھ کر اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا اور توقف کے بعد بولا ''سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں اپنی بات تم پر کس طرح واضح کروں۔ عورت کی موجودگی مناسب نہیں رہے گی۔''

چاؤفان کی باتوں میں اس کا تجربہ بول رہا تھا۔ وہ روئے زمین کا ایک عجیب خطہ تھا جہاں عورت کو ایک طرف بازار کی سستی جنس بنا کر رکھ دیا گیا تھا تو دوسری طرف اس کی تحریم کا یہ عالم تھا کہ عورت کے ہاتھ سے بھکشوؤں تک کو کچھ دینا معیوب تصور کیا جاتا تھا۔ دان' بخشش یا نذرانہ دینے کے لیے عورت کے ساتھ کوئی مرد نہ ہو تب بھی عورت براہِ راست کچھ نہیں دے سکتی تھی۔ کچھ دینا ہی ہو تو وہ میز یا کسی چوکی وغیرہ پر رکھ دے۔ بھکشو وہاں سے اٹھالے گا۔

''میں اسے روک دوں گا۔'' میں نے اس کی بات مان لی ''تمہارے آدمی انگریزی سے نابلد ہوں گے۔ نیہ یاد رکھنا کہ تم کو سائے کی طرح میرے ساتھ رہنا ہوگا تاکہ میری ہدایات اپنے آدمیوں تک پہنچا سکو۔ یہ بہت ضروری ہے۔''

''ماسٹر! تم فکر نہ کرو۔ تم خادم کو ہر لمحے اپنے پاس موجود پاؤ گے۔''

''چا ہو تو اب مجھے واپس چھوڑ دو!'' میں نے فراخ دلی سے کہا۔

''یہ بتادو کہ اس مہمان کو زندہ پکڑنا ہے یا مار ڈالنا ہے۔''

''اس کا انحصار وہاں کے حالات پر ہوگا۔'' میں نے گول مول جواب دیا۔

''ایسے مقابلوں میں پہلے سے کیے ہوئے فیصلے کام نہیں آتے۔ موقع پر بروقت فیصلے کرنا پڑتے ہیں پھر بھی مجھے تمہاری ترجیحات کا علم ہونا چاہیے تاکہ اس کے مطابق کوشش کی جائے۔''

''اسے زندہ پکڑنا ہی بہتر رہے گا۔'' میں نے اپنی دلی خواہش کے برعکس جواب دیا۔ پرانی باتوں کا تسلسل برقرار رکھنے کے لیے اس وقت وہی جواب موزوں ترین تھا۔

وہ خاموش ہوگیا۔ میرا اندازہ تھا کہ اس نے گاڑی کو واپسی کی راہ پر ڈال دیا تھا۔

''ماسٹر!'' ایک لمبے سکوت کے بعد اس نے دبی دبی آواز میں مجھے مخاطب کیا۔ میں صرف ہوں کر کے رہ گیا۔

''کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟'' اس نے اسی لہجے میں سوال کیا۔

''ناراض ہوتا تو اس وقت تمہارے ساتھ لوپ بوری جانے کا پروگرام نہ بنا رہا ہوتا۔'' اس نے مجرمانہ احساس کے ساتھ ذرا سی دیر میں وہ سوال دہرا کر یکا یک میرا دل صاف کر دیا تھا۔ میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''مجھے خوشی ہے کہ تم الکحل کے اثرات سے آزاد ہو کر آئے ہو۔ تمہیں اپنے تمام شوق پورے کرنے کا حق حاصل ہے۔ میں اس میں اپنی ٹانگ نہیں اڑا سکتا۔ اس وقت میں بھول گیا تھا کہ یہاں بہت سے لوگ انگریزی نہیں جانتے۔ ناوقت کوئی کام نکل آئے تو اچھا خاصا آدمی چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہارا تفریح کا موڈ غارت کر دیا۔''

''ماسٹر! تم گریٹ آدمی ہو۔'' اس نے بے اختیار میری داہنی ران دبا کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا ''لوگوں کا دل رکھنا جانتے ہو۔ میرے دماغ میں کوئی کام پیدا ہونے کا شائبہ بھی ہوتا تو میں ادھر نہ جاتا۔ جب ہر طرف سے فرصت میسر آتی ہے تو میں ذرا بے لگام ہو جاتا ہوں ورنہ کام میں لگا رہتا ہوں۔''

ہاتھوں کے بے ساختہ استعمال پر میں پہلے اسے سرزنش کر چکا تھا۔ اس بار اس نے میری ران پر ہاتھ مارا تو فضا بہت مختلف تھی۔ میں خاموش رہا۔

مجھے ہوٹل پہنچا کر وہ واپس چلا گیا۔ عجیب جذباتی آدمی تھا۔ راستے میں' میں ذرا سا چھیڑتا تو شاید وہ بے اختیار رونا شروع کر دیتا۔

میں نے لابی سے انٹر کام پر غزالہ کو پیغام دیا کہ وہ اسد کے انتظار میں بت بنی ہوئی نہ بیٹھی رہے۔ کپڑے بدل کر آرام کرے کیونکہ مشن میں اس کی شمولیت کا کوئی امکان نہیں تھا اور میں اسد کو رخصت کرنے کے لیے خود کافی شاپ میں جارہا تھا۔

غزالہ تلملا کر رہ گئی۔ میں انٹر کام بند کر کے کافی شاپ کی طرف چل دیا۔

سوبھراج کے بارے میں سب کچھ طے ہو جانے کے بعد مجھے یاد آیا کہ ویرا نیو یارک میں بیٹھی میری جوابی کال کا

Downloaded from https://paksociety.com

انتظار کررہی ہوگی۔ پتا نہیں وہ کس سلسلے میں مجھ سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اسد سے فارغ ہونے کے بعد میں اس سے بات کرلوں گا۔ رات کا بقیہ حصہ مجھے سوبھراج کے پیچھے برباد ہوتا ہوا نظر آرہا تھا۔ ایک دفعہ وہ مصروفیت شروع ہوجاتی تو پھر کسی لمبی فون کال کے لیے وقت نکالنا محال ہوجاتا۔

اسد ہوٹل کی کافی شاپ میں بے چینی سے میرا انتظار کررہا تھا۔ میرے لیے بے خوابی کی وہ رات بہت لمبی ثابت ہونے والی تھی۔ میں نے اس کی میز پر بیٹھ کر اپنے لیے بھی کافی طلب کرلی اور پھر اسے چاؤ فان سے طے ہونے والے پروگرام کے بارے میں بتانا شروع کردیا۔

سوبھراج کی جائے پناہ کے بارے میں چاؤ فان کی بتائی ہوئی باتیں سن کر اسد کا حافظہ بھی تازہ ہوگیا۔ اسے بنکاک کے قرب و جوار میں پھیلے ہوئے چھوٹے چھوٹے تفریحی مقامات کے پیچیدہ ناموں کا علم نہیں تھا مگر وہ یہ جانتا تھا کہ وہاں پرانے بدھ مندروں وغیرہ کے آثار کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ قدرتی جنگلات میں کیمپنگ کی سہولتوں کے ساتھ متعدد تفریحی مقامات موجود ہیں جہاں سیاح کثرت سے پائے جاتے تھے۔

میری کافی ختم ہونے تک وہ اس مہم کے بارے میں کرید کرید کر سوالات کرتا اور مشورے دیتا رہا۔ اسے خوشی تھی کہ غزالہ کو ہوٹل میں چھوڑنے کے بارے میں' میں نے چاؤ فان کا مشورہ قبول کرلیا تھا۔

پورے بنکاک میں صرف سوبھراج مجھے پہچان سکتا تھا اور وہ شہر سے باہر تھا۔ میں خاصی دیر تک اسد کے ساتھ بیٹھا رہا۔ میں اپنی طرف سے اسے رخصت ہونے کا مشورہ نہیں دے سکتا تھا۔ ہلٹن ہوٹل کی حدود میں وہ میرا مہمان تھا۔ آخر کار اسے خود ہی میرے آرام کا خیال آگیا اور میں بل ادا کرکے اس کے ساتھ کافی شاپ سے باہر چل دیا۔

اسد نے بنکاک کے بے ہنگم اور خطرناک ٹریفک کی وجہ سے اپنی گاڑی نہیں رکھی ہوئی تھی۔ اسے باہر نکلتے ہی پورچ میں خالی ہونے والی ایک ٹیکسی مل گئی اور پرتپاک انداز میں مجھ سے رخصت ہوگیا۔

کمرے میں پہنچا تو غزالہ کے تیور کچھ بگڑے ہوئے نظر آئے۔ اس نے جس لہجے میں ویرا کے دوسرے فون کا ذکر کیا اس سے اندازہ ہورہا تھا کہ اس کی برہمی دہری تھی۔ اول یہ کہ میں نے اسے مہم میں شریک نہ کرنے کی خبر دی تھی۔ دوم یہ کہ ویرا کو نیویارک میں بھی چین نہیں تھا۔ وہ ذرا سی دیر میں میرے لیے دو بار فون کرچکی تھی۔

اس سے پہلے کہ ویرا کا تیسری بار فون آتا' میں نے کچھ دیر کے لیے غزالہ کی برہمی کو نظر انداز کرکے اس سے بات کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

''کہاں غائب تھے..... معلوم ہوتا ہے کہ وہاں جاکر تمہاری مصروفیت زیادہ بڑھ گئی ہے۔'' رابطہ ہونے پر ویرا کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''بس کچھ نہ کچھ چلتا رہتا ہے۔ میں نے واپس آتے ہی تمہیں فون کیا ہے۔'' میں نے اپنی تازہ ترین مصروفیت کا کوئی تذکرہ کیے بغیر کہا۔

''کیا پورے تھائی لینڈ کا انتظام تمہارے سر ڈال دیا گیا ہے؟''

''ملک کسی قاعدے قانون کے تحت چلتے ہیں۔ دوسرے چکر ہر پابندی سے آزاد ہوتے ہیں۔''

''ان چکروں میں سوبھراج کی کیا پوزیشن ہے وہ کب تک تمہارے سینے پر مونگ دلتا رہے گا؟'' اس کا لہجہ کچھ ایسا تھا جیسے وہ مجھ سے جواب طلب کررہی ہو۔

''ابھی اس کا وقت پورا نہیں ہوا۔ ملزم قرار دیے جانے کے باوجود وی آئی پی ہے۔ جس دن مارا گیا تم کو امریکی ذرائع ابلاغ سے خبر مل جائے گی۔''

''یعنی تم مجھے نہیں بتاؤ گے۔'' اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''وقت مل گیا تو ضرور بتاؤں گا۔ اس کے خاتمے کے بعد اپنی کھال بچانے کے لیے مجھے بھی ہاتھ پیر مارنا پڑیں گے۔ چھوٹا راجن کے بارے میں تم کراچی میں سن ہی چکی ہو۔''

''اس وقت تم عجلت میں معلوم ہورہے ہو۔'' اس نے اچانک کہا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ تمہیں میری تلاش کیوں تھی۔''

''میں اپنی بات بھی کروں گی لیکن پہلے اپنی عجلت کا سبب بتاؤ۔'' اس نے مطالبہ کیا ''اس وقت تم تفصیل سے بات کرنے کے بجائے حوالوں سے کام چلا رہے ہو۔''

وہ فرصت سے لمبی گفتگو کرنے کے موڈ میں تھی جب کہ میں واقعی عجلت میں تھا۔ میں نے ہتھیار ڈالنے کی صدا کاری کرتے ہوئے جواب دیا ''تم سے جیتنا مشکل ہے' ایک گھنٹے بعد مجھے سوبھراج کے چکر میں کسی سے ملنے کے لیے جانا ہے۔''

''خدا کرے کہ تمہاری یہ ملاقات کامیاب ثابت ہو۔'' ان دعائیہ کلمات کے بعد اس نے ایک لحظے کے لیے توقف کیا

Downloaded from https://paksociety.com

پھر بولی'' سلطان شاہ نے اطالوی فقیر کے چکر میں مجھے بہت پریشان کیا ہوا ہے۔ وہ چالیس پچاس ڈالر یومیہ کا خرچ اپنے ذمے لینے کے لیے پرتول رہا ہے۔''

''اس کا دماغ خراب ہوا ہے وہ اتنی رقم کہاں سے لائے گا؟''

''یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی۔ وہ البرٹو کو فٹ ہاتھ سے اٹھا کر کسی ہوٹل میں ڈالنا چاہ رہا ہے۔ یہاں بیس پچیس ڈالر سے کم میں صرف بستر بھی ملنا مشکل ہے ابھی وہ بھیک مانگ کر اپنا گزارہ کرلیتا ہے ہوٹل میں رہے گا تو اس کے کھانے پینے کا خرچ بھی ہمارے سر آجائے گا۔''

''وہ اس کے پیچھے کیوں پڑا ہوا ہے؟'' میں نے پُرخیال لہجے میں پوچھا۔

''فی الحال کچھ بتانے پر آمادہ نہیں ہے کہتا ہے کہ وہ اس پر سرمایہ کاری کرنا چاہتا ہے۔''

''تم نے البرٹو سے ملاقات تو ضرور کی ہوگی۔''

''پیر کی موچ صحیح ہوجانے کے بعد میں گئی تھی۔'' اس نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا'' عجیب سنکی سا آدمی ہے۔ مجھے اس کی شخصیت یا باتوں میں کوئی دلچسپی نظر نہیں آئی۔ اس کی باتیں بے سروپا ہیں۔ سی آئی اے کی بات پوری نہیں کرتا کہ اچانک برازیل کا ذکر شروع کردیتا ہے۔''

ویرا بے زاری کے عالم میں مجھے وہ باتیں بتا رہی تھی لیکن میرا ذہن تیزی سے کام کررہا تھا۔ سلطان شاہ اجنبی نہیں تھا۔ اسے اپنے محدود مالی وسائل کا علم تھا۔ پاکستان میں ہمارے پاس ڈالروں کی کمی نہیں تھی لیکن پاکستان سے ہنگامی طور پر انہیں کسی بڑی رقم کی ترسیل ممکن نہیں تھی۔ کسی نہ کسی طرح رقم بھیج دی جاتی تو وہ محض اسی بنا پر امریکی حکام کی نظروں میں آسکتے تھے کہ انہیں پاکستان سے قابلِ ذکر مالی امداد مل رہی تھی۔

یقینی طور پر وہ کوئی اور ہی چکر تھا جسے سلطان شاہ نے کسی وجہ سے اپنی ذات تک محدود کررکھا تھا۔

''سلطان شاہ کہاں ہے۔ فون اسے دے دو۔ میں اس سے بات کرتا ہوں۔''

''میں نے مشکل سے اسے روکا ہوا تھا۔ ابھی ابھی وہ باہر گیا ہے۔''

''اس سے بات کیے بغیر میں کوئی فیصلہ کیسے کرسکتا ہوں؟''

''میں بھی یہی چاہتی ہوں۔ وقت نکال کر جلد از جلد اسے گھیرلو۔ شام کو وہ عام طور پر گھر میں ہی ہوتا ہے۔ ایک بار وہ اسے ہوٹل میں لے گیا تو یہ گھنٹی ہمارے گلے میں بندھ جائے گی۔''

''اسے میری طرف سے بہت سختی سے بتادینا کہ مجھ سے اجازت لیے بغیر وہ ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائے گا۔'' میں نے قدرے غصے سے کہا۔

''گڈ!'' ویرا نے اطمینان کا سانس لیا'' موچ ٹھیک ہوتے ہی اس نے مجھے سلگانا شروع کردیا ہے۔ میری بات نہیں مانتا۔ تمہاری ہدایت کے بعد وہ کسی حماقت کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ وہ جلدی واپس آگیا تو میں ابھی اس سے تمہاری بات کرادوں گی۔''

''اس وقت مجھے معاف کردو۔ ملاقات سے پہلے مجھے کچھ ہوم ورک بھی کرنا ہے۔ تمہاری شام ہونے تک میں خود اسے گھیرلوں گا۔''

ویرا سے گفتگو ختم ہوگئی۔ ان کے درمیان اختلاف کا سبب سامنے آجانے کے بعد میرے ذہن کا بوجھ ہلکا ہوگیا تھا۔

وہ دونوں امریکا گئے ہوئے تھے جو ہم پانچوں کے بدترین دشمنوں کی سرزمین تھی۔ میں ان کی سلامتی کی طرف سے فکرمند رہتا تھا کیونکہ ویرا کی ذات اس ملک میں بسنے والے بہترے لوگوں کے لیے اجنبی نہیں تھی۔

نام بدل کر وہاں پہنچ جانے کے بعد وہ پہچان لی جاتی تو ان دونوں کے لیے ناقابل تصور مشکلات پیدا ہوسکتی تھیں۔

ان کی طرف سے فکر وتشویش لاحق ہونے کے باوجود میں اس وقت ان کے مسائل پر توجہ مرکوز کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ سوبھراج کا معاملہ میرے اعصاب پر سوار ہوتا جارہا تھا۔ اس سے نمٹنے کے بعد میں یکسو ہوکر ان کے مسئلے کے حل پر توجہ دے سکتا تھا۔ سلطان شاہ کے موجود نہ ہونے پر میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ میں اس وقت ایک الجھن آمیز امتحان سے بچ گیا تھا۔

''آپ کی چہیتی کا کیا مسئلہ تھا؟'' غزالہ نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لیے ذرا چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

''کوئی بات نہیں تھی، وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے بلاوجہ مسائل پیدا کرتے رہتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ سلطان شاہ اس سے موچ کا بدلہ لے رہا ہے۔''

''کیا اسے پتا چل گیا کہ ویرا کی موچ ایک فرضی افسانے سے زیادہ نہیں تھی؟'' غزالہ نے چونک کر سوال کیا۔

''جب تک کوئی ویرا کی اس حرکت کی چغلی نہیں کھائے گا' سلطان شاہ کے فرشتوں کو بھی حقیقت کا علم نہیں ہوسکے گا۔

Downloaded from https://paksociety.com

جب تک وہ بیمار بنی ہوئی تھی سلطان شاہ دل و جان سے اس کی خدمت کررہا تھا۔ اور اس کے صحت مند ہوجانے کے بعد وہ اپنی صعوبتوں کے بارے میں سوچ کر دل ہی دل میں کڑھ رہا ہوگا کہ وہ کیا کیا کرتا رہا تھا۔''

''اور اب وہ ویرا کو ستا کر بدلہ لے رہا ہے۔'' اس نے پوچھا۔

''کم از کم میرا یہی خیال ہے اب تم بھی غصہ تھوک دو۔ تمہیں میں نے نہیں روکا۔ چاؤ فان نے تمہیں ساتھ لے جانے کی سخت مخالفت کی ہے۔''

''مجھے کوئی غصہ نہیں ہے۔'' اس نے سپاٹ آواز میں جواب دیا ''مجھے اپنے ساتھ لے جانا یا نہ لے جانا آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ یہ ذمے داری آپ چاؤ فان سمیت جس کے سر چاہیں ڈال سکتے ہیں۔''

''یقین کرو کہ اس نے مجھے روکا ہے۔ اس ذرا سی بات پر دو دن تم منہ پھلائے رہو گی' دو چار دن میرا موڈ خراب رہے گا۔ میاں بیوی کے درمیان اسی طرح غیر محسوس طریقے سے غلیج پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔''

''آپ اس طرح شکایت کررہے ہیں جیسے میں آئے دن ایسا کرتی رہتی ہوں۔''

''ایسا کرتی رہتیں تو میں ان باتوں کا عادی ہوجاتا۔ تم نے پہلی بار منہ بنایا ہے اس لیے میں تمہیں سمجھا رہا ہوں تاکہ آئندہ اس کا اعادہ نہ ہو۔''

''اس بدمعاش کو میرے جانے پر کیا اعتراض ہے؟'' غزالہ کے چہرے کی سختی یکا یک پگھل گئی۔

''اس کا کہنا ہے کہ بنکاک کے چھٹے ہوئے بدمعاشوں کے ساتھ ایک شریف عورت کا لڑائی بھڑائی میں شریک ہونا مناسب نہیں ہے۔''

''آپ نے اسے یہ نہیں بتایا کہ میں ماضی میں کس طرح آپ کا ساتھ دیتی رہی ہوں۔''

''کاش! میں اسے یہ بتا سکتا' گھما پھرا کر بات کرنے سے بہتر ہے کہ میں اسے اور ڈان کو اپنی اصلیت سے آگاہ کردوں۔''

وہ بات وہیں ختم ہوگئی کیونکہ میرے مقامی موبائل فون پر چاؤ فان کی کال آگئی تھی۔

''ماسٹر! صرف چار آدمی ہوسکے ہیں۔ دو مال لینے کے چکر میں ملائیشیا گئے ہوئے ہیں۔'' اس نے مجھے آگاہ کیا۔

''چار وہ ہوں گے۔ ہمیں ملا کر کل تعداد چھ ہوجائے گی۔ یہ خیال رکھنا کہ ہتھیار جدید ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ نفری بھی کافی رہے گی۔''

''میدان صاف ہوا تو تمہارا یہ خادم اکیلا ہی اس کی گردن ناپ لے گا۔ سارا انحصار اس بات پر ہے کہ وہاں ہمیں کن حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔''

''اگر وہاں راجن کا اپنا ریسٹ ہاؤس نہیں ہے تو ہمیں زیادہ نفری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔''

''یہ بات میں تمہیں لکھ کر دے سکتا ہوں۔'' چاؤ فان نے پرزور لہجے میں کہا ''چھوٹا راجن کی ساری جائدادیں تھائی لینڈ کے مشہور اور مہنگے شہروں میں ہیں۔ دور دراز اور مضافاتی علاقوں میں اسے ذرا بھی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ ممبئی کی لینڈ مافیا کا سرکردہ رہنما تھا۔ لاوارث جائدادوں کو کوڑیوں کے مول خرید نے اور زمینوں پر قبضہ کرنے کے فن میں ماہر ہے۔''

''چاؤ فان! مجھے حیرت ہے کہ تم اس کے بارے میں اتنا جانتے ہو!''

''ماسٹر! میں بہت کچھ جانتا ہوں مگر بلاوجہ اپنی زبان نہیں کھولتا۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ وہاں چھوٹا راجن کا ریسٹ ہاؤس نہ ہونے کے باوجود کسی گڑبڑ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چھوٹا راجن اپنے اہم مہمان کو وہاں بے یارو مددگار نہیں چھوڑے گا۔''

فون پر میں اس سے زیادہ لمبی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ورنہ یہ بات آسانی سے اس کی عقل میں آسکتی تھی کہ جہاں آدمی کو کسی کی طرف سے مداخلت کا موہوم سا خدشہ بھی نہ ہو وہاں کسی غیر معمولی بندوبست کی ضرورت ہی پیدا نہیں ہوتی۔

''بحث بیکار ہے۔ صبح سے پہلے سب کچھ سامنے آجائے گا۔'' میں نے وہ موضوع وہیں ختم کرتے ہوئے کہا ''یہ بتاؤ کہ کب روانہ ہونا ہے!''

''وہ چاروں میرے پاس پہنچنے والے ہیں۔ ہم دو ڈھائی بجے روانہ ہوسکتے ہیں۔''

''دو اور ڈھائی میں پورے تیس منٹ کا فرق ہے۔ مجھے صحیح وقت بتاؤ تاکہ مجھے یا تمہیں انتظار کی کوفت سے نہ گزرنا پڑے۔''

''دو بجے کا وقت مناسب رہے گا۔'' اس نے لمحہ بھر کی خاموشی اختیار کرکے کچھ سوچا پھر پراعتماد لہجے میں جواب دیا۔

''روانگی کا ذریعہ کیا ہوگا؟'' اس کے خاموش ہوجانے پر میں نے تنک کر پوچھا۔ وہ منصوبہ بندی سے ناآشنا معلوم ہورہا تھا۔ اس کے لیے ایک وقت میں مشن کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا دشوار نظر آرہا تھا۔

''میری گاڑی میں آرام سے چھ آدمی سفر کرسکتے

Downloaded from http://paksociety.com

ہیں۔''

''اگر کوئی بس چلتی ہو تو کیوں نہ اسی سے لوپ پوری چلا جائے!'' میں نے جل کر کہا۔

''ماسٹر! میں سنجیدہ ہوں اور تم اس وقت بھی مذاق کر رہے ہو۔''

''معلوم ہوتا کہ یہ تمہارے لیے اس قسم کی پہلی مہم ہے۔''

''ہاں ماسٹر! میں ایسے چکروں سے دور رہا ہوں۔ اپنا کام اس کے بغیر چل جاتا ہے۔'' اس نے کسی حیل وحجت کے بغیر اعتراف کرلیا۔

''کان کھول کر سنو۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں' اسے ذہن نشین کرلو۔'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہنا شروع کیا ''روانگی کا وقت وہی رہے گا جو تم نے دیا ہے مگر گاڑیاں دو ہوں گی۔ ایک گاڑی میں وہ چاروں کسی جگہ رک کر تمہارا انتظار کریں گے۔ تم ٹھیک دو بجے اپنی گاڑی لے کر میرے ہوٹل آؤ گے۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ دونوں گاڑیوں میں ضرورت کا سامان موجود ہونا چاہیے۔ تمہاری گاڑی دیکھتے ہی وہ چاروں بھی چل پڑیں گے۔ منزل تک ہماری یعنی تمہاری گاڑی آگے رہے گی۔''

''ماسٹر! تم نے تو پورا نقشہ کھینچ دیا۔ تم مطمئن رہو۔ ایسا ہی ہوگا۔'' اس نے مسرت آمیز آواز میں میری تعریف کی ''ایسی پلاننگ میرے لیے نئی چیز ہے۔''

''گاڑی کتنی ہی قابلِ اعتماد ہو' کسی جگہ دھوکا دے سکتی ہے اس لیے دو گاڑیوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ راستے میں وقت کی بربادی کا کوئی امکان نہ رہے۔''

''یہ نکتہ میں زندگی بھر یاد رکھوں گا۔ تم سے میں بہت کچھ سیکھ رہا ہوں۔''

''ہمیں کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ریسٹ ہاؤس کو گھیرنا ہوگا۔ وہ چاروں تم سے الگ ہو جائیں گے۔ ان کو ہدایات دینے کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے۔''

''اس کی فکر نہ کرو۔ حلق سے آوازیں نکال کر ہم ایک دوسرے کو سگنل دے سکتے ہیں۔ یہ ہمارا برسوں پرانا سسٹم ہے جو کبھی فیل نہیں ہوا۔''

''شٹ اَپ..... سب کے پاس واکی ٹاکی ہونے ضروری ہیں۔''

''او کے ماسٹر!'' اس کی طرف سے عجلت میں جواب آیا ''بندوبست ہو جائے گا۔ آج کل تو بچے بھی ان سے کھیلتے ہیں۔''

آپ کی اپنی کتاب

"بزمِ پاکیزہ"

جس میں آپ کی اپنی نظمیں' غزلیں اور آپ کے مراسلات شامل ہیں

- محترمہ عذرا رسول کا تفصیلی انٹرویو
- آپ کی پسندیدہ مصنفات کے انٹرویوز
- پاکیزہ بہنوں کے انٹرویوز

بہت جلد محدود تعداد میں شائع ہو رہی ہے

پاکیزہ میں شائع ہونے والا آپ کے اپنے مراسلات کا خوبصورت مجموعہ

"بزمِ پاکیزہ"

تحریر و ترتیب: انجم انصار

ڈاک خرچ 25 روپے

پاکستان میں کتاب کی قیمت صرف -/200 روپے

اپنے منی آرڈر اس ایڈریس پر ارسال فرمائیے

انجم انصار A-214 سیکٹر B-11 نارتھ کراچی نمبر 36

Downloaded from https://paksociety.com

''میں ٹھیک دو بجے تمہارا انتظار کروں گا۔'' اسے وہ بات جتا کر میں نے فون بند کردیا۔

میری بات سن کر غزالہ کے چہرے پر سراسیمگی سی پھیل گئی تھی۔ اس نے پُرتشویش لہجے میں کہا ''آپ کی باتوں سے لگ رہا تھا کہ چاؤفان ایسے معاملات میں اناڑی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے ساتھ آپ کو بھی مروادے۔''

میں نے پلکیں جھپکا کر حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ میری فکر میں پڑ کر وہ اپنی ناراضی کو یکسر بھول گئی تھی۔ اس کے تیور بہت نرم اور نظر آمیز ہوگئے تھے۔

''وہ پرانا پاپی ہے۔ ایسے کھیلوں کے سارے گھر گھاٹ جانتا ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ وہ اپنے پرانے طور طریقوں پر چلتا ہے۔ میں نے اسے نئے راستے بتائے ہیں۔ جدید سہولتوں کے اس دور میں حلق سے آواز نکال کر پیغام دینے کا تصور مضحکہ خیز ہے۔''

''آپ کی پوری رات بھاگ دوڑ میں گزر جائے گی۔ آپ کا موڈ ہو تو میں روم سروس سے چائے منگوالوں!''

''میں چائے کی ضرورت محسوس کررہا ہوں۔'' میں نے ہنس کر کہا ''پیالی میں چینی گھولنے کے بعد ذرا پیالی میں اپنی انگلی ڈبو دینا۔''

''کیا یہ کوئی نیا ٹوٹکا سیکھا ہے آپ نے؟'' اس نے شوخی سے پوچھا۔

''اپنی نکھری ہوئی رنگت کے باوجود تم اس وقت نمکین لگ رہی ہو۔ انگلی ہلا دو گی تو چائے کچھ سلونی ہوجائے گی۔''

میری فرمائش کی وہ تاویل سن کر غزالہ اپنی بے ساختہ مسکراہٹ پر قابو نہیں رکھ سکی۔

میرے پاس تین ہتھیار موجود تھے۔ بیم گن' زہریلی انگوٹھیاں اور ایک عدد پستول۔ میں ایک ایسے ملک میں پھنسا ہوا تھا جہاں زبان کے مسئلے کی وجہ سے مجھے عام لوگوں میں گھلنا ملنا دشوار نظر آرہا تھا۔ ایسی صورت میں میرے لیے اپنے طور پر بنکاک کے کسی چور بازار سے ہتھیار خریدنا دشوار ہی نہیں' ناممکن تھا۔ میرے لیے بہتر یہ تھا کہ اپنے پستول کو کسی آڑے وقت کے لیے محفوظ رکھوں۔ جب تک چاؤفان میرے ساتھ تھا، مجھے اس کے فراہم کیے ہوئے ہتھیاروں سے استفادہ کرنا چاہیے تھا۔

اس وقت کمرے کی دیوار پر لگے ہوئے خوب صورت کلاک کی سوئیاں سوا بارہ بجا رہی تھیں۔ میں نے کرشماتی بیم گن نکال کر میز پر اخبار کے نیچے رکھ دی۔ انگوٹھیاں ہر وقت میرے ہاتھ میں موجود رہتی تھیں۔ میں ذرا سی دیر کے لیے کمر سیدھی کرنے کے ارادے سے بستر پر دراز ہوگیا۔ غزالہ انٹر کام پر روم سروس والوں کو چائے لانے کی ہدایت دے رہی تھی۔

غزالہ نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ہوٹل کی آپریٹر نے طویل فاصلے کی کال کہہ کر بلا توقف لائن مجھے منتقل کردی۔

''تم اتنے دنوں سے کہاں غائب ہو..... تمہاری صورت دیکھنے کو ہماری آنکھیں ترس گئی ہیں۔'' میرے کان میں جہانگیر کی آواز گونجی اور میں ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

''اس وقت ساڑھے بارہ بجنے والے ہیں۔ یہ فون کرنے کا کون سا وقت ہے؟'' میں نے گرمجوشی دکھانے کے بجائے سرد مہری سے پوچھا۔

''اپنی گھڑی ریل کی پٹری پر رکھ دو۔ یہ دو گھنٹے آگے کا وقت بتا رہی ہے۔'' اسے اپنی بالادستی کے اظہار کا موقع مل گیا۔

معاً مجھے یاد آیا کہ میں نے اسے اپنی بیرون ملک روانگی سے بے خبر رکھا تھا۔ اول خان کنوئیں سے زیادہ گہرا آدمی تھا۔ اس سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ اس نے جہانگیر کو میرے بارے میں اصل بات بتائی ہو۔ میں نے چونکنے کی صداکاری کرتے ہوئے کہا ''اوہ..... مجھے ہوٹل کے کمرے میں اندازہ نہیں ہو رہا کہ وقت کیا ہو رہا ہے۔ تمہیں معلوم ہے نا کہ میں کہاں ہوں۔''

وہ سوال میں نے اپنی معلومات کے لیے کیا تھا۔ بات آگے بڑھانے سے پہلے مجھے یہ معلوم ہونا ضروری تھا کہ وہ میرے بارے میں کیا جانتا ہے۔

''اول خان نے بتایا تھا کہ تم کسی کام سے اسلام آباد گئے ہوئے ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں لمبے پھنس گئے ہو۔ تمہارے بغیر اسٹیشن فور میں میرا دل نہیں لگ رہا۔ تھوڑی دیر بعد میں گھر چلا جاؤں گا۔''

مجھے اس کی زبان سے یہ جان کر اطمینان ہوا کہ میں اسلام آباد میں تھا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی کہ اس نے بنکاک کا نمبر کیسے ملالیا۔ وہاں کا بین الاقوامی کوڈ دیکھتے ہی اسے سمجھ جانا چاہیے تھا کہ میں اسلام آباد میں نہیں، کہیں اور تھا۔

''کیا اول خان تمہارے ساتھ موجود ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''آج کل اس سے بھی کم ملاقات ہوتی ہے۔ تھوڑی

Downloaded from https://paksociety.com

دیر پہلے یہاں سے گیا ہے۔ غنیمت ہے کہ اسے اپنا وعدہ یاد رہا اور آپریٹر نے تم سے میری بات کرادی۔''

معما حل ہوگیا۔ جہانگیر معصوم اور بے خبر تھا۔ اسے پتا ہی نہیں چل سکا کہ انٹیشن فور کے آپریٹر نے کہاں کا نمبر ملایا تھا۔ شاید اس نے میرے کمرے تک رسائی حاصل کرنے کے بعد لائن فوراً جہانگیر کو منتقل کی تھی۔

اول خان نے غیر ضروری طور پر وہ خطرہ مول لیا تھا۔ جہانگیر مجھ سے بات کرنے پر ایسا ہی مصر تھا تو وہ بہت آسانی سے اور بے خوف وخطر ہوکر موبائل فون پر رابطہ کرسکتا تھا۔ نہ جانے اس نے ہوٹل کے نمبر پر فون کرنے کا فیصلہ کیوں کیا تھا۔

''دل کیوں نہیں لگ رہا.....؟ تمہاری سلمیٰ بیگم کیا کررہی ہے؟'' میں نے معنی خیز لہجے میں پوچھا۔

''دن رات اسے دیکھ دیکھ کر طبیعت اکتا گئی ہے۔ اب سمجھ میں آرہا ہے کہ اپنے ایک پیغمبر صاحب کی قوم من وسلویٰ کھاتے کھاتے کیوں گھبرا گئی تھی۔''

''جہانگیر! اس وقت تم پر لعنت بھیجنے کو دل چاہ رہا ہے.....''

''یہ بتا کر تم نے لعنت بھیج دی ہے۔ اب کیا رہ گیا ہے'' اس نے میری بات کاٹ کر احتجاج کیا۔

''تم مسلمان ہو۔ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ وہ حضرت موسیٰ کی قوم تھی۔''

''معلوم ہے..... میں نے ادب اور احترام کی وجہ سے ان کا نام نہیں لیا تھا'' اس نے اس قدر ڈھٹائی کے ساتھ جواب دیا کہ میں اپنی بے ساختہ ہنسی نہیں روک سکا۔

''تم سے بڑا مکار اور جھوٹا میں نے آج تک نہیں دیکھا'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''میں جھوٹا ہوں، اس معاملے میں بھی تم کو اپنا بڑا مانتا ہوں'' اس نے برجستہ جواب دیا۔

''معلوم ہوتا ہے کہ انٹیشن فور میں مفت کی روٹیاں توڑ توڑ کر تمہاری زبان بہت تیز ہوگئی ہے۔ آج تم الگ رنگ میں بول رہے ہو۔''

''یار! رنگ کیا، یہاں تو رنگ میں بھنگ ہو چکا ہے'' اس نے ایک گہرا سانس لے کر کہا ''تمہارے غائب ہوتے ہی اول خان نے آنکھیں پھیر لی ہیں۔ تین دنوں سے انگور کی بیٹی کی صورت نہیں دیکھی۔''

''کچھ دیر پہلے تم نے جس رکھائی سے اول خان کا اصل نام لیا تھا اس سے مجھے سب اندازہ ہوگیا تھا۔ بوتل ملتی رہے تو وہ تمہارا اول بھائی بن جاتا ہے ورنہ اول خان رہ جاتا ہے۔''

بیرون ملک مقیم قارئین

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ

ماہنامہ پاکیزہ ماہنامہ سرگزشت

کے

سالانہ خریدار

بن کر بذریعہ رجسٹرڈ ڈائریکٹ

اپنا پسندیدہ پرچا گھر بیٹھے حاصل کریں

ایشیا، یورپ اور افریقا کے لئے زرِ سالانہ

2000 روپے

امریکا، آسٹریلیا، کینیڈا اور نیوزی لینڈ کے لئے زرِ سالانہ

2500 روپے

اپنے ڈرافٹ اور منی آرڈر ادارے کے نام، ذیل میں درج پتے پر ارسال کریں۔ یہ کراچی میں قابلِ ادائی ہونا ضروری ہیں۔ بیرون شہر/ ملک ادائی کے لئے بینک کمیشن کے دس ڈالر کے مساوی رقم کا اضافہ کریں۔

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

63-C PHASE II EXTENSION,
D.H.A., MAIN KORANGI ROAD,
KARACHI 75500
PHONES: (92) (21) 5802552,
5804200 FAX: 5802551
E-MAIL: jasoosi@attglobal.net

Downloaded from https://paksociety.com

''خیر! میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے فون کیا تھا کہ اب میں گھر جارہا ہوں۔ یہاں تو نرس کے نام پر بھی کرخت صورتوں والے سفید پوش مرد آتے ہیں۔ ذرا سا بیماری کا بہانہ کرنے کے بعد پتا چلا کہ ان سالوں کو میل نرس کہتے ہیں۔''

''اب اتنے بھولے بننے کی کوشش نہ کرو'' میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''اپنا کون سا اسپتالوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ قسم لے لو جو مجھے میل نرس کا پتا ہو۔ یہ لفظ یہاں پہلی بار سنا ہے۔ میں تو اسپتال میں کام کرنے والے سب مردوں کو وارڈ بوائے سمجھتا تھا۔''

''یعنی میل نرس تمہارا اصل مسئلہ ہے۔ کیا کسی نے غلط جگہ انجکشن.....''

''تم نے پھر مذاق شروع کردیا'' اس نے دوبارہ میری بات اڑادی ''یہاں عورت کے نام پر صرف اور صرف سلمٰی پائی جاتی ہے۔ مجھے یہاں کے ماحول سے وحشت ہونے لگی ہے۔''

''فلیٹ میں بھی سلمٰی ہوگی'' میں نے کہا ''وہاں حوروں کی بارش نہیں ہوتی۔''

''وہاں کچھ تو تبدیلی ہوتی ہے۔ ماسی آتی ہے، بھنگن آتی ہے..... اول خان نے تو ہر کام پر مرد ہی مردلگائے ہوئے ہیں۔ جو اپنی صورتوں سے ہر وقت ایکسٹشن نظر آتے ہیں۔''

''نوبت اب ماسیوں اور بھنگنوں تک آگئی ہے۔ جہانگیر، تم بہت بدذوق ہوگئے ہو، مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھی'' میں نے اسے ملامت کی۔

''تم میری ہر بات کا غلط مفہوم لے رہے ہو۔ مجھے ان سے کیا لینا۔ میں یہ بتا رہا تھا کہ وہاں صورتیں بدلتی رہتی ہیں، کمرے ایک سے زیادہ ہیں۔ آدمی لڑ کر کمرے میں اکیلا رہ سکتا ہے۔ یہاں تو لڑ کر بھی ایک ساتھ رہنا پڑتا ہے۔ وہاں جو کچھ ہوگا دیکھ لیا جائے گا۔ میں یہاں سے جارہا ہوں۔''

''وہاں سلمٰی تمہارے لیے دکان سے بوتلیں لے آتی ہے۔ تمہارا یہاں ٹکنا محال ہے۔ اگر تمہاری قسمت میں دشمنوں کے ہاتھوں مرنا لکھ دیا گیا ہے تو میں اسے نہیں ٹال سکتا۔ تم کو خطرات سے بچانے کے لیے یہاں لایا گیا تھا۔ تم سے میرا یا اول خان کا کوئی کام نہیں اٹکا ہوا تھا۔''

اس کی طرف سے فوری طور پر کوئی جواب نہیں آیا۔ میرے آخری فقروں پر وہ شاید کسی گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

میں نے دانستہ اسے نہیں ٹوکا۔ میں نے جو کچھ کہا وہ بے بنیاد نہیں تھا۔ سوبھراج پاکستان سے فرار ہو چکا تھا لیکن جہانگیر کے لیے خطرات کسی بھی وقت دوبارہ سر اٹھا سکتے تھے کیونکہ سوبھراج ہمارا اکلوتا دشمن نہیں تھا۔

''تم کہتے ہو تو میں رک جاتا ہوں'' چند لمحوں کے بعد اس کی بوجھل آواز آئی ''تم ایک دو روز میں تو لوٹ آؤ گے نا؟''

''اپنی واپسی کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس کا انحصار حالات پر ہے۔''

''اس کا مجھے اندازہ ہے'' اس کی آواز میں مایوسی اتر آئی ''تم نے وہ بڑے بڑے انعامی اشتہار بھی دیکھے ہوں گے جو امریکیوں نے تمہارے خلاف اخباروں میں چھپوائے ہیں؟''

''ان سے تم کو سمجھ لینا چاہیے کہ ہم سب کس گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں۔''

''بیس لاکھ ڈالر کی رقم بہت بڑی ہوتی ہے'' وہ میری بات پر دھیان دیے بغیر بولا ''اسے پچاس ساٹھ سے ضرب دو تو اتنے روپے بن جاتے ہیں کہ انہیں گننے کے لیے گھنٹوں درکار ہوں گے۔''

''ان کی نظروں میں وہ میری قیمت ہے۔'' میں نے تلخی سے کہا۔

''اتنی بڑی رقم کے لیے کوئی بھی لالچ میں آسکتا ہے۔ تمہیں ہر طرف سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔'' اس نے اپنی افتاد بھلا کر میرا دکھڑا شروع کردیا۔

''کوشش کرتا ہوں، وقت پورا ہوگیا تو میں کچھ بھی نہیں کرسکوں گا۔''

''میں کہہ رہا تھا کہ بعض لوگوں پر تم آنکھیں بند کرکے بھروسا کرتے ہو۔ وہ بھی انسان ہیں۔ کسی وقت لالچ ان کو اندھا کرسکتا ہے۔''

''میں چند لوگوں کے سوا کسی پر بھروسا نہیں کرتا۔ وہ مجھے اس سے ہزار گنا بڑی رقم کے عوض بھی نہیں بیچیں گے'' میں نے سختی سے کہا۔

''کل اول خان بیوی بچوں کو سلمٰی سے ملانے کے لیے لایا تھا'' اس کی جھجکتی ہوئی آواز آئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ مزید کچھ کہنا چاہ رہا تھا لیکن کسی وجہ سے نہیں کہہ پا رہا تھا۔

''اس وقت یکایک اول خان کیوں یاد آگیا تمہیں؟''

''ایسے ہی یاد آگیا۔ تم اس پر شاید سب سے زیادہ بھروسا کرتے ہو..... کل مجھے اندازہ ہوا کہ اپنے رعب اور دبدبے کے باوجود وہ غریب آدمی ہے۔ میں.....!''

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا سارا خون اچھل کر یک

Downloaded from Paksociety.com

بیک میری کنپٹیوں میں آ گیا ہو۔ میں نے جہانگیر کا بین السطور مفہوم بھانپتے ہوئے تشکیش کے عالم میں غرا کر کہا ''بس.....'' آگے ایک لفظ نہ کہنا۔ اسے غریب کہہ کر تم نے اس کی ایمانداری اور فرض شناسی کو گالی دی ہے۔ وہ اپنے ضمیر کا سودا کرنے والوں میں سے ہوتا تو آج کروڑوں میں کھیل رہا ہوتا۔ اس جیسے بے لوث لوگ اپنے لہو سے دن رات اس مٹی کی آبیاری کر رہے ہیں، جس پر تم شراب کے نشے میں دھت ہو کر گرتے ہو..... اپنے گھٹیا مشورے اپنے پاس رکھو۔ تم اس پر شک کر رہے ہو جو میرا ادا ہنا بازو بنا ہوا ہے۔ وہ بیس لاکھ تو کیا بیس ارب ڈالر میں بھی کسی کے سامنے میرا نام نہیں لے گا.....''

اپنے بازو پر غزالہ کی نرم انگلیوں کا سخت دباؤ محسوس کر کے میں اچانک خاموش ہو گیا۔

میں نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں خوف و ہراس کے سائے منڈلا رہے تھے۔ داہنے ہاتھ سے میرا بازو تقریباً نوچتے ہوئے وہ بائیں ہاتھ سے مضطربانہ انداز میں سائیڈ ٹیبل پر رکھے فون کی طرف زوردار اشارے کر رہی تھی۔

میرے غصے کی لہر دم توڑ گئی۔ اس کی بات میری سمجھ میں آ گئی۔ اس وقت تک ہم ہوٹل میں ہر شک و شبہے سے محفوظ تھے۔ ہوٹل کے فون پر اس قسم کی کھلی گفتگو ہمارے حق میں بہت خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔

''مم..... مجھے کوئی شک نہیں ہے'' میری خاموشی سے فائدہ اٹھا کر جہانگیر نے اپنی صفائی پیش کرنا شروع کر دی ''میں جانتا ہوں کہ وہ ایمان دار آدمی ہے..... بب..... بس میرے دماغ میں ایک شیطانی وسوسہ آیا تھا۔ تمہارے بھلے کے لیے میں نے اسے کہہ ڈالا.....''

''اب کہہ دیا'' میں نے اس کی قطع کلامی کرتے ہوئے کہا ''آئندہ اس بارے میں ایک لفظ بھی کہا تو میں تمہاری زبان گدی سے باہر کھینچ لوں گا۔''

''میں کسی کے بارے میں بدگمانیاں نہیں پالتا۔ میری نیت پر شبہ مت کرو۔ میں نے جو کچھ کہا اس میں اول خان کی برائی سے زیادہ تمہاری خیر خواہی کا جذبہ کارفرما تھا'' میرے لہجے کی تندی محسوس کر کے وہ وضاحتوں پر اتر آیا۔

''اب اس موضوع کو ختم کر دو۔ میں ہوٹل کے فون پر ایسی گفتگو پسند نہیں کرتا۔'' میں نے ترش لہجے میں کہا۔

ان معاملات میں وہ کچ فہم نہیں تھا۔ معاملے کی نزاکت فوری طور پر اس کے ذہن میں آ گئی۔ اس نے اسی لمحے بات بدل دی ''میں تمہیں اپنے دل کی ہر بات بتا دیتا ہوں۔ بیوی کی باتیں بھی نہیں چھپاتا لیکن تم کسی بات کی ہوا نہیں لگنے دیتے۔ تمہاری سفید پری کے کیا احوال ہیں؟ اس وقت تم ایک میان میں دو تلواریں لیے پھر رہے ہو۔''

''تم بھول رہے ہو، بڑے کہہ گئے ہیں کہ ایک میان میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں۔ بڑوں کے تجربوں سے انحراف کرنے والے ہمیشہ خسارے سے دوچار ہوتے ہیں۔''

''پتا نہیں تم اپنے کس کرتب کی وجہ سے اب تک خسارے سے بچے ہوئے ہو۔''

''کوٹا نہ ملنے کی وجہ سے تمہاری یادداشت پر برا اثر پڑ رہا ہے۔ وہ میرے ساتھ نہیں ہے۔ سلطان شاہ کے ساتھ اس کے گاؤں گئی ہوئی ہے۔''

''گاؤں میں رہنے کے اپنے ہی مزے ہوتے ہیں۔ کھیت، کھلیان، مویشی خانے اور کوٹھریاں..... جب جہاں جی چاہا، گھس گئے۔ کسی کو پتا نہیں چلتا ہوگا کہ کون کہاں ہے۔ تم سے کہا تھا کہ کچھ روز کے لیے مجھے بھی ان کے ساتھ بھیج دو لیکن تم اپنے آگے کس کی سنتے ہو!''

''تم یہ بھول گئے کہ کسی کو ان حرکتوں کی بھنک بھی مل جاتی ہے تو گردن پر سیدھی ایک تیز دھار کلہاڑی گرتی ہے اور آدمی پلک جھپکتے میں دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔''

''وہاں سفید پری کا کون والی وارث بیٹھا ہے جو کسی کی گردن مارے گا'' میری تادیب کے بعد اس نے ایک مرتبہ پھر وہ ریا کا نام نہیں لیا تھا۔ سفید پری کے نام سے اس کا ذکر کر کے ذہنی لذت کشید کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''کلہاڑی بازی مرد کے رشتے دار بھی کر سکتے ہیں'' ذہنی دباؤ کے عالم میں اس سے آزادانہ گفتگو کر کے میں عجیب سا ہلکا پن محسوس کر رہا تھا۔ میں نے اپنی طرف سے وہ سلسلہ ختم کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔

''عورت اور مرد کا خربوزے اور چھری والا حساب ہوتا ہے۔ پیش دستی کوئی بھی کرے، عزت عورت کی جاتی ہے اور غیرت کے نام پر اس کے وارث حرکت میں آتے ہیں۔''

''اس خوش فہمی کو اپنے ذہن سے نکال دو۔ سلطان شاہ کے گاؤں میں مرد کی عزت کو بھی برابری کا بلکہ زیادہ بڑا درجہ حاصل ہے۔''

''ہوگا، جب میں وہاں گیا ہی نہیں تو مجھے اس سے کیا لینا؟'' اس کی حسرت زدہ آواز آئی ''میں بہت غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ عورت ہو تو ایسی ہو ورنہ زندگی بے کیف ہے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''کیا تم اس کے علاوہ دنیا سے ہر عورت کا وجود مٹا دینا چاہتے ہو؟''

''وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ!'' اس نے مصرع پڑھا اور کہا ''یہ کون چاہے گا، میں تو اپنی عورت کی بات کر رہا تھا۔''

''مجھے حیرت ہے کہ تم اتنی دیر سے کسی ذہنی بیمار کی طرح عورتوں کا ذکر کیے جا رہے ہو اور ابھی تک سلمٰی نے تمہاری خبر نہیں لی۔ وہ کہاں ہے؟''

''منہ پھلائے باہر کہیں بیٹھی ہوگی۔ مجھے اس کے ہیروئن فروش عظمت ماموں یاد آ گئے تھے۔ ان کے کرتوتوں کے ذکر پر وہ ہمیشہ چراغ پا ہو جاتی ہے'' ہنسی کے ساتھ اس کی آواز آئی۔ اپنی بیوی کی کمزوریوں کو اچھال کر اسے ہمیشہ کچھ تسکین سی ملتی تھی۔

''اپنے عیبوں کی پردہ پوشی کے لیے دوسروں کی کمزوریوں کو اچھالنا گھٹیا پن کے زمرے میں آتا ہے۔ تمہاری یہ حرکتیں کسی دن تمہارا گھر برباد کرا دیں گی۔''

''وہ اب کون سا آباد ہے۔ دیکھ لو، وہ باہر بیٹھی تارے گن رہی ہوگی۔''

میں بے اختیار ہنس پڑا ''تمہیں کسی طرح چین نہیں ہے۔ اندر ہوتی ہے تو تمہیں ہر وقت اپنے سر پر سوار محسوس ہوتی ہے۔ باہر بیٹھی ہوئی ہے تب بھی جل بھن رہے ہو۔''

''اب میں فون پر تمہیں کیا سمجھاؤں..... آؤ گے تو کھل کر بات کروں گا'' وہ ایک گہرا سانس لے کر بولا ''ہم دونوں یہاں پڑے ہوئے ہیں۔ بیٹا نخیال میں پل رہا ہے۔ پتا نہیں وہ سالے اس کی صحیح دیکھ بھال بھی کر رہے ہیں یا اسے اس کے حال پر چھوڑا ہوا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اب لاہور شفٹ ہو جاؤں۔ کراچی میں تمہارے سوا اب اپنا اور کون رہ گیا ہے۔ تم اپنے چکروں میں پڑے رہتے ہو۔ لاہور میں کم از کم میں اپنے بچے کی اپنے ہاتھوں سے پرورش تو کر سکوں گا۔''

''تم نے بہت اچھی بات سوچی ہے لیکن لاہور شفٹ ہونے سے پہلے شراب چھوڑ دو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں دیکھ کر تمہارا بیٹا بچپن سے بگڑنا شروع ہو جائے'' میں نے مخلصانہ مشورہ دیا۔

''اس کا حل میں نے سوچ لیا ہے۔ اس سے چھپ کر پیا کروں گا۔''

''لعنت ہے..... پینا بہت ضروری ہے، شاید اس کے بغیر تم مر جاؤ گے'' میں نے ذرا برہمی سے کہا ''تم اس سے بوتل اور گلاس چھپا سکتے ہو، اپنی حرکتیں نہیں چھپا سکتے۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ زیادہ پی لینے کے بعد تم کیسی کیسی حرکتیں کرنے لگتے ہو؟''

''وہ سب ٹھیک ہو جائے گا'' اس کی طرف سے بے پروایانہ جواب آیا ''جب بیٹا دن رات سامنے رہے گا تو مجھے کچھ تو شرم آئے گی نا۔''

''یہ تمہاری بے شرمی اور ہٹ دھرمی ہے۔ لاہور میں بھی تمہاری یہ حرکتیں جاری رہیں تو پوری سسرال میں تم بدنام ہو جاؤ گے۔''

''ارے تو وہ سالے کون سے نیک نام ہیں۔ چوہدری عظمت ماموں جیل میں سڑ رہے ہیں۔ یہاں رہ کر مجھے سلمٰی کو تھوڑے تھوڑے دنوں بعد یہ بات یاد دلانا پڑتی ہے۔ وہاں رہے گی تو سب اس کی آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ اس کی زبان درازی کو قدرتی تالا لگ جائے گا۔ زیادہ بولے گی تو میں اپنی زبان سے کچھ کہہ کر گناہ گار بننے کے بجائے اسے ماموں عظمت سے ملانے کے لیے لاہور جیل لے جاؤں گا۔ دو چار ہفتوں کے لیے گھر میں سکون ہو جایا کرے گا۔''

''کیا بات ہے، تمہاری پارسائی کی..... کاش! تم گناہوں سے اسی قدر دور ہوتے۔''

''بس میں دھوکا کھا گیا۔ شیطان کی خالہ سے شادی نہ کی ہوتی تو کم از کم اتنا گناہ گار نہ ہوتا۔ اللہ سے میری ایک ہی دعا ہے کہ مرنے کے بعد جنت میں کسی حور کے بھیس میں یہ میرے پلے نہ پڑ جائے۔''

''اتنی خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی'' میں نے کہا ''جتنی لوگ اور ہی ہوتے ہیں۔''

''میں دنیا میں اتنی سزا کاٹ رہا ہوں، وہاں میرا نامۂ اعمال بہت ہلکا ہوگا۔''

''لاہور جانے سے پہلے سب پہلوؤں پر غور کر لو'' میں نے اسے تاکید کی ''ہو سکے تو میری واپسی تک تم دونوں یہیں رہتے رہو، میں آ کر تمہارا فیصلہ کروں گا۔''

''تم سے بات کر کے میرے دل کی بھڑاس نکل گئی ہے۔ دماغ ہلکا ہو گیا ہے۔ میں رکا رہوں گا'' اس بار جہانگیر کا لہجہ سعادت مندانہ تھا۔ ''میں خود بھی تمہارے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا۔''

''ویری گڈ.....!'' میں نے اسے پچکارا ''میں جلد ہی لوٹنے کی کوشش کروں گا۔''

اس کے دل کا غبار ہلکا ہو گیا تھا۔ میں بھی خود کو تر و تازہ محسوس کر رہا تھا۔ مجھے یہ اطمینان تھا کہ ہم نے ساری گفتگو اردو میں کی تھی جسے سن کر بنکاک کا کوئی مقامی باشندہ کچھ نہیں

Downloaded from https://paksociety.com

سمجھ سکتا تھا۔ دوسری اور اہم بات یہ تھی کہ اس دوران میں جہانگیر نے ایک بار بھی میرا یا دیرا کا نام نہیں لیا تھا۔

''جہانگیر نے آپ کو یہاں کیسے تلاش کرلیا؟'' فون پر بات ختم ہونے کے بعد غزالہ نے حیرت سے سوال کیا ''اسے تو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ ہم دونوں پاکستان سے باہر جارہے ہیں۔''

''وہ اب بھی یہ سمجھ کر بات کررہا تھا کہ میں اسلام آباد کے کسی ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہوں'' میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

''یہ کیسے ممکن ہے.....؟'' میرا جواب اس کے لیے مزید حیران کن ثابت ہوا۔

وضاحت پر بات اس کی سمجھ میں آ گئی ''اچھا ہوا کہ اس سے بات ہوگئی'' وہ نکتہ غزالہ کو سمجھانے کے بعد میں نے کہا ''وہ بالکل تنہا رہ گیا ہے۔ اس کا کوئی قریبی ساتھی نہیں رہا جس سے وہ اپنے دل کی ہر بری بھلی بات کرسکے۔''

''یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ میں نے شروع سے اسے اسی قدر تنہا دیکھا ہے۔ بیوی کے سوا کوئی دوست، نہ غم گسار۔ گھر میں اکیلا پڑا شراب پیتا رہتا ہے۔ یہی اس کی زندگی اور تفریح بن کر رہ گئی ہے۔ ایسا آدمی رفتہ رفتہ اپنے گردوپیش سے بالکل الگ تھلگ ہوکر رہ جاتا ہے'' غزالہ نے چند فقروں میں جہانگیر کی پوری زندگی کا نقشہ کھینچ دیا۔

''ہم چار دوست ہوا کرتے تھے'' میں نے ماضی میں جھانکتے ہوئے ایک گہرا سانس لے کر کہا ''سب پورے خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹا کرتے تھے۔ شی نے کسی زہریلے ناسور کی طرح ہم سب کو برباد کرکے رکھ دیا.....''

''چاروں کے ساتھ خود کو شامل نہ کریں'' اس نے میری بات کاٹ کر اعتراض کیا۔ ''آپ کسی بھی طرح تنہا نہیں ہیں۔ کسی عام آدمی سے زیادہ بھرپور زندگی گزار رہے ہیں۔''

''طارق، نادر، جہانگیر اور میں.....ہم چار آدمی یہاں ہیروئن کو لانے اور پھیلانے کے ذمے دار تھے۔ طارق کو ان لوگوں نے خود مروادیا۔ نادر نے حالات کے بے پناہ دباؤ سے خوف زدہ ہوکر خودکشی کرلی۔ جہانگیر کا انجام تمہارے سامنے ہے۔ میں نے اپنے پچھلے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے شی کو تہس نہس کرنے کا بیڑا اٹھالیا۔ شاید اسی لیے میری زندگی کچھ ڈھنگ سے گزر رہی ہے۔''

''اس سے آپ کی بہت زیادہ بے تکلفی ہے۔ میاں بیوی کو ایسی ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو کوئی اور برداشت نہیں کرسکتا۔ وہ ہنس کر آپ کی ہر بات سن لیتا ہے۔''

''اب اسے گھر جانے کا دورہ پڑا ہوا ہے۔ میں نے اسے وہیں روکنے کی کوشش کی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دو چار دن اور نک جائے۔''

''آپ اس کے لاہور شفٹ ہونے کا ذکر بھی کررہے تھے؟'' غزالہ نے متجسس لہجے میں کہا۔

''وہ اونٹ کو پہاڑ تلے لے جانے کی کوشش کرنا چاہتا ہے۔'' میں نے بتایا۔

''کس اونٹ کا ذکر کررہے ہیں آپ؟'' اس نے پوچھا۔

''تمہیں یاد ہوگا کہ فریڈم انٹرنیشنل کے چکر میں سلمٰی کا ماموں ہیروئن کی اسمگلنگ کررہا تھا۔ اسے لمبی سزا ہوچکی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ سلمٰی اپنے میکے سے قریب رہے گی تو اسے عظمت ماموں ہر وقت یاد رہے گا۔ وہ جہانگیر کو طعنے دینا چھوڑ دے گی۔''

''اوہ! کس قدر تخریبی دماغ ہے اس کا.....بیوی کو ذہنی اذیت میں مبتلا کرنے کے لیے وہ لاہور میں آباد ہونے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔''

''خالی دماغ شیطان کا کارخانہ ہوتا ہے۔ گولڈن فارمیسی تباہ ہونے کے بعد اس کی سوچ میں بہت زیادہ تخریبی تبدیلیاں آئی ہیں۔ اس کے چکر چلتے رہیں گے، تم مجھے چائے پلاؤ۔''

میری گفتگو کے دوران میں روم سروس کا کوئی کارندہ چائے کی ٹرے لے آیا تھا جو غزالہ نے اس سے دروازے پر ہی لے لی تھی۔ میری اور جہانگیر کی باتوں میں دلچسپی لینے کی وجہ سے غزالہ اس ٹرے کو بھول گئی تھی۔ میری یاددہانی پر اس نے فوراً چائے بنانا شروع کردی۔

میں دو بجنے میں پانچ منٹ پر کمرے سے نکل گیا۔ ہوٹل کی پُررونق لابی سے گزر کر میں ہوٹل سے باہر نکلا ہی تھا کہ چاؤفان کی گاڑی میرے قریب آ کر رک گئی۔

''ماسٹر! میں بالکل ٹھیک وقت پر پہنچا ہوں'' میرے سوار ہونے کے بعد اس نے اپنی گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے فخریہ لہجے میں کہا۔

''تمہیں انتظار کرنا پڑا نہ مجھے'' میں نے کہا ''ایسے کاموں میں وقت کی پابندی سب سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔''

''یہاں سے ہم سیدھے ایکسپریس وے پر چڑھیں گے۔ میرے چاروں آدمی راستے میں سرخ رنگ کی گاڑی میں انتظار کررہے ہوں گے۔ وہ ہمارے پیچھے ہولیں گے۔ میں نے بہت بڑے بڑے کام کیے ہیں لیکن آج تمہارے

Downloaded from https://paksociety.com

ساتھ لوپ بوری جاتے ہوئے ایسا معلوم ہورہا ہے جیسے میں کسی فلم کے لیے کام کررہا ہوں۔''

میں چپ رہا۔ اس کی وہ نادر خیال انگیزی میرے کسی تجربے کی محتاج نہیں تھی۔

جب اس نے مجھے دونوں گاڑیوں میں موجود ہتھیاروں وغیرہ کی تفصیلات بتائیں تو مجھے اندازہ ہوا کہ بنکاک کے چور بازاروں میں دوسرے درجے کے ہتھیاروں کا چلن نہیں تھا۔ بنکاک میں بڑا امریکی فوجی اڈا ہونے کی وجہ سے وہاں چوری کے امریکی ہتھیار مقبول تھے۔

فوج کسی اعلیٰ مقصد کے لیے منظم ہوتو وہ ایک بہت مضبوط اکائی ہوتی ہے، جس کا ہر رکن سوچے سمجھے بغیر اپنے بڑوں کے احکام بجالانے کا عادی ہوتا ہے۔ کسی بھی فوج کے سامنے سب سے بڑا مقصد اپنے ملک کی سرحدوں، فضاؤں اور ساحلوں کو دشمن کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھنا ہوتا ہے۔ اس مقصد سے انحراف کیا جاتا ہے تو جوانوں اور نچلے درجے کے افسروں میں ازخود ایک خودغرضانہ رجحان پنپنے لگتا ہے جس کے زیراثر وہ ذاتی مفادات اور تعیشات کے حصول کے لیے ہاتھ پیر مارنا شروع کردیتے ہیں۔ یہ نفس پروری ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیتی ہے اور وہ جائز ناجائز کی تمیز کیے بغیر خودساختہ اہداف پانے کی کوششوں میں مصروف ہوجاتے ہیں۔

مجھے تھائی لینڈ میں مامور امریکی فوجی دستے اسی رجحان کا شکار نظر آرہے تھے۔ اس سے پہلے چاؤ فان نے چھوٹا راجن کے نائٹ کلبوں وغیرہ میں دھماکے کرانے کے لیے ایسے حسّاس اور بیش قیمت ٹائم بم حاصل کیے تھے جو اس خطے میں صرف امریکی فوجیوں کے زیراستعمال تھے۔ نئی مہم میں امریکی ساخت کے ہتھیاروں کی تفصیل بتا کر اس نے میرے اس شبہے کو تقویت دی تھی کہ اپنے وطن سے ہزاروں میل کی دوری پر مامور امریکی سپاہی مایوسی اور بددلی کا شکار ہورہے تھے۔

امریکی فوج کے مقامی اسلحہ خانوں میں چوریاں ہورہی تھیں۔ چوری اور گمشدگی کے بہانے سپاہی اپنے ہتھیار کوڑیوں کے مول مقامی خریداروں کو بیچ رہے تھے جو چور بازار کے ذریعے ان ہتھیاروں کو بھاری منافع پر مجرموں اور دہشت گردوں کے حوالے کردیتے تھے۔

ہمارے ہوٹل میں ٹیلی وژن پر بی بی سی اور سی این این سمیت بہت سے چینل دستیاب تھے جو انگریزی میں دن رات عالمی خبریں سناتے اور دکھاتے رہتے تھے۔ ان میں اکثر تھائی لینڈ کے شمال مشرقی علاقے کا ذکر ہوتا تھا جہاں حکومت کی گرفت بہت کمزور تھی۔ اس محروم، پسماندہ اور افتادہ علاقے میں باغیوں کا کنٹرول تھا اور وہ عام طور پر امریکی ہتھیاروں سے لیس ہوتے تھے۔ سب جانتے تھے کہ ان تک وہ ہتھیار کیوں اور کیسے پہنچتے تھے لیکن ہر فریق مصلحتوں کا اسیر تھا۔ امریکی اپنے اسلحہ خانوں میں ہونے والی چوریوں کا اعتراف کرتے تھے نہ چور بازاری کرنے والے اس منافع بخش کاروبار سے دست بردار ہوسکتے تھے۔ سب کچھ برسوں سے اسی طرح ہوتا چلا آرہا تھا۔

تھائی لینڈ کے بارے میں اہم خبروں کے حصول کے متعدد ذرائع ہونے کے باوجود مجھے مقامی خبروں سے بھرپور اور بروقت واقفیت حاصل نہیں ہورہی تھی۔ سبب ایک ہی تھا کہ بنکاک میں نشر ہونے والے ہر تھائی چینل پر انگریزی میں خبروں کا دورانیہ بہت مختصر تھا جن پر گہری سرکاری چھاپ ہوتی تھی۔ ہر خبر کی تفصیل جاننے کے لیے اگلے دن کے اخبارات کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔

''وہ رہی!'' اچانک چاؤ فان نے سامنے اشارہ کیا اور مجھے اسٹریٹ لیمپس کی روشنی میں وہ سرخ کار نظر آگئی جو سنسان سڑک پر ایک کنارے سے کھڑی ہوئی تھی۔

''اتنی رات گئے یہ فائدہ ہوتا ہے۔'' چاؤ فان اپنی دھن میں کہہ رہا تھا ''شہر کی سڑکیں جان لیوا ٹریفک سے خالی ہوجاتی ہیں۔ شہر کی ساری رونق ان ٹھکانوں میں سمٹ جاتی ہے جہاں شہر کی سیکس مافیا کا راج ہے۔ آدمی اپنے دیے ہوئے وقت پر کہیں بھی پہنچ سکتا ہے۔''

''میں دیکھ رہا ہوں کہ تم سڑکیں خالی ہونے کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو۔ اب تک تمہاری رفتار بہت تیز رہی ہے۔'' میں نے کہا۔

''ماسٹر! کیا فرق پڑتا ہے۔ ٹریفک پولیس کی چھٹی ہوچکی ہے اس وقت کون دیکھتا ہے۔''

''دیکھنا یا نہ دیکھنا الگ بات ہے تمہیں قانون کا احترام کرنا چاہیے!''

وہ زور سے ہنس پڑا اور بولا ''ماسٹر! یہ تم کہہ رہے ہو، مجھے بتاؤ کہ چھوٹا راجن کے مہمان کے پیچھے جانا کون سے قانون کی رو سے جائز ہے۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس گستاخ اور منہ پھٹ آدمی کے منہ نہ لگنے میں ہی عافیت تھی۔ وہ ایک بات میں سے چار باتیں نکالنے میں کمال کی مہارت رکھتا تھا۔

جیسے ہی ہماری گاڑی آگے نکلی، سرخ کار بھی تیزی سے

Downloaded from https://paksociety.com

حرکت میں آ گئی۔ چاؤ فان نے پیچھے سے تین مرتبہ ڈپر کا اشارہ دے کر انہیں پہلے سے ہوشیار کر دیا تھا۔

میں نے چاؤ فان کو قانون کی بالادستی کا مشورہ دے کر نتیجہ دیکھ لیا تھا۔ میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ آئندہ اسے ایسی کوئی متنازعہ بات سمجھانے کی کوشش نہیں کروں گا جس کی زد میں میری ذات بھی آ رہی ہو۔

ایکسپریس وے پر پہنچنے تک گاڑی میں خاموشی رہی۔ چاؤ فان کی پوری توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز تھی۔ میں نے سوچا کہ وہ جمود نہ توڑا گیا تو وہ طویل سفر میرے لیے سوہان روح بن جائے گا۔ میں نے اس سے پوچھا ''تمہارے آدمی واکی ٹاکی اپنے ساتھ لائے ہیں۔''

''بالکل لائے ہیں۔'' اس نے مستعدی سے جواب دیا ''تم نے خوب یاد دلایا۔ ابھی اسے چیک کرتا ہوں۔''

اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا سیاہ واکی ٹاکی نکالا۔ اس کا انٹینا کھینچ کر باہر نکالا اور پھر اپنی زبان میں کچھ بولنے لگا۔ اس کی بات پوری ہوئی تو دوسری طرف کی آواز سنائی دی۔

''سب ٹھیک ہے ماسٹر!'' اس نے خوش ہو کر مجھے مطلع کیا۔

''چاروں کو دیکھ لو۔'' میں نے کہا 'ایسا نہ ہو کہ عین وقت پر کوئی ایک جواب دے جائے۔''

اس نے باری باری بقیہ تینوں سے بھی بات کر ڈالی۔ پانچوں واکی ٹاکی صحیح کام کر رہے تھے۔ اس نے اپنی جیب سے چھٹا واکی ٹاکی نکال کر مجھے دے دیا ''یہ رکھ لو۔ شاید تمہیں بھی اس کی ضرورت پڑ جائے۔''

بنکاک سے ایک ہی ایکسپریس وے شمال کی طرف نکلتی ہے جو ہوٹلوں کے گڑھ سے ہوتی ہوئی بنکاک کے جدید ترین اور سب سے مہنگے رہائشی علاقوں سے گزر کر جنگلوں اور سیدانوں میں گم ہو جاتی ہے۔ وہ چاؤ فان کے ساتھ میرا پہلا سا سفر تھا۔ وہ مجھے گرد و پیش کے علاقوں کے بارے میں بتاتا رہا تھا۔ میں ہوں ہاں کر کے اس کی بیشتر باتیں سنی ان سنی کر رہا تھا۔

ایکسپریس وے کے دونوں طرف بنے ہوئے عالیشان مکانات رات کے اندھیرے میں بھی دور سے دیکھے جا رہے تھے۔ شہر کے امرا اور رؤسا سے ٹیکس وصول کرنے والوں نے فرض شناسی سے کام لیتے ہوئے اس علاقے میں بلکہ شاید سارے شہر میں اسٹریٹ لائٹس کا ایسا جال بچھایا ہوا تھا کہ اندھیری رات میں بھی بے خوف و خطر ہو کر کہیں بھی نکلا جا سکتا تھا۔

''اس پروگرام کے بارے میں تم نے ڈان کو بتایا ہے؟'' کچھ دیر بعد میں نے اس سے پوچھا۔

''تم نے وقت ہی نہیں دیا۔'' اس نے عاجزانہ لہجے میں کہا ''بھاگم دوڑ کر کے میں نے بہت مشکل سے سارا انتظام کیا ہے..... اور میں ویسے بھی بلاوجہ ڈان سے بات نہیں کرتا۔ جب سے وہ اپنے پرانے دھندے چھوڑ کر گوشہ نشین ہوا ہے، خوں خوار اور چڑچڑا ہو گیا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر اسے غصہ آنے لگا ہے۔ اس نے مجھے تمہارے حوالے کیا ہے۔ تم میرے ماسٹر ہو میں تمہیں ہر بات بتا کر اپنی ذمے داری پوری کر لیتا ہوں۔''

''تم کو ڈان سے شکایتیں ہیں؟'' میں نے چبھتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''ماسٹر! یہ کیا کہہ رہے ہو!'' وہ یکا یک بوکھلا گیا ''ڈان گریٹ آدمی ہے۔ اس سے کسی کو کوئی شکایت نہیں ہے سب دل و جان سے اس کی عزت کرتے ہیں۔ وہ غصے میں آ کر کسی کو کچھ بھی کہہ لے سب سر جھکا کر باتیں سن لیتے ہیں' کوئی دم نہیں مارتا۔''

''یہ اہم فیصلہ تھا، اسے اس کی خبر ہونا چاہیے تھی!'' میں نے پوری سنجیدگی سے کہا۔

''ڈان ان چکروں میں نہیں پڑتا۔ تم کیا کر رہے ہو۔ اسے اس سے کوئی غرض نہیں ہوگی، تم آسمان میں شگاف ڈالنے چل دو تب بھی اسے کوئی پروا نہیں ہوگی۔ وہ نتیجے پر نظر رکھتا ہے۔ مہمان کو پکڑ کر تم نے راجن کو جھکنے پر مجبور کر دیا تو ڈان بہت خوش ہوگا۔''

''آج تم بہت بے فکری سے بار بار ڈان کا نام لے رہے ہو!''

''ماسٹر! وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ ہم گاڑی میں سفر کر رہے ہیں۔ یہاں کوئی تیسرا وجود نہیں ہے۔ میں نے تم سے یہی کہا تھا کہ ڈان کا نام کسی اور کے کانوں میں نہیں پڑنا چاہیے۔''

ایکسپریس وے کے دونوں اطراف میں گنجان آبادی کے آثار تیزی کے ساتھ معدوم ہوتے جا رہے تھے۔ کچھ دیر بعد نو آباد علاقوں کے اِکّا دُکّا مکان بھی پیچھے رہ گئے اور ہماری گاڑی بنکاک کے مضافاتی ویرانے میں سفر طے کرنے لگی۔

اسٹریٹ لائٹس کا سلسلہ بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ ایکسپریس وے کی کشادہ اور ہموار سڑک گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی روشنی میں دور تک چمک رہی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

گفتگو کا سلسلہ برقرار رکھنے کے لیے میں نے لوپ بوری کا ذکر نکال لیا۔ وہاں پہنچنے سے پہلے میں اس قصبے کے گردوپیش کے بارے میں کچھ جاننا ضروری محسوس کر رہا تھا۔

سڑک پر ملک کے شمالی علاقوں کی طرف مال ورسد لے جانے والی بھاری ٹرکوں' ٹینکروں اور ٹریلروں کا کافی ٹریفک رواں تھا۔ چاؤ فان گاڑی بہت تیز مگر قرینے سے چلا رہا تھا۔ ہم عجیب وغریب ناموں والی کئی چھوٹی چھوٹی بستیوں کے قریب سے ہوتے ہوئے تین بجے کے قریب ایکسپریس وے سے نیچے اتر گئے۔ چاؤ فان نے روشن ڈیش بورڈ پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد مجھے بتایا کہ اس وقت تک ہم ہلٹن ہوٹل سے ایک سو تیس کلومیٹر دور آچکے تھے۔

ایکسپریس وے کے خاتمے کے بعد بھی سڑک ہموار تھی۔ ان لوگوں نے اپنے ملک میں آنے والے سیاحوں کی سہولت کے لیے نقل وحمل کے جملہ ذرائع کی تعمیر پر کافی توجہ دی تھی یہی وجہ تھی کہ سیاحت سے ہونے والی آمدنی دن بدن بڑھ رہی تھی۔

آخر کار ہم لوپ بوری پہنچ گئے۔ قصبے کی حدود کے آغاز پر انگریزی اور مقامی زبان میں اس کے نام کی تختی آنے والوں کی رہنمائی کر رہی تھی۔

وہ کوئی بڑی آبادی نہیں تھی۔ آبادی سے ملے ہوئے کھیتوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ زرعی علاقہ تھا۔ پورے شہر بلکہ قصبے پر ایک خوابناک خاموشی کا راج تھا۔ سڑکیں ویران پڑی ہوئی تھیں۔ میری ہدایت پر چاؤ فان نے گاڑی کا ائرکنڈیشنر بند کر دیا اور میں نے کھڑکی کا شیشہ اتار دیا۔

چاؤ فان نے ایک رائفل میری سیٹ کے نیچے رکھی ہوئی تھی۔ میں نے امریکی ساخت کی وہ وزنی رائفل ہاتھ میں لے کر اس کا میگزین وغیرہ چیک کیا اور اسے دوبارہ سیٹ کے نیچے رکھ دیا۔

''ماسٹر! سب تیار ہے۔'' چاؤ فان نے تبصرہ کیا ''گھوڑا دباتے ہی آگ برسنا شروع ہو جائے گی۔''

''یہاں بہت سناٹا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قصبے کے آوارہ کتے بھی سو گئے ہیں۔''

''پورے تھائی لینڈ میں اب آوارہ کتے بہت کم رہ گئے ہیں۔'' وہ بولا۔

''کیا لوگوں نے سب کتوں کو پالنا شروع کر دیا ہے؟''

''نہیں ماسٹر! یہ قحط اور بربادی کی ایک المناک کہانی ہے۔''

''کتوں کے قحط کو تم المناک کہانی کہہ رہے ہو۔ یہ تو اچھی بات ہے۔'' میں نے حیرت سے کہا۔

''ماسٹر! یہاں زبردست قحط پڑا تھا۔ انسانوں کے کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ لوگ گھاس اور تنکے تک چن چن کر کھا گئے تھے۔ پھر کتوں کی باری آگئی۔ لوگ انہیں بھی کاٹ کر کھانے لگے۔ سنا ہے کہ بعض علاقوں میں کتے انسانوں سے ڈرنے لگے تھے' ان کے پاس نہیں پھٹکتے تھے۔ بس اسی زمانے سے پورے ملک میں کتے کم ہیں۔''

''کوریا کے بارے میں' میں نے ایسی کہانی سنی تھی تم نئی بات بتا رہے ہو۔''

''ماسٹر! قدرتی آفتیں اسی طرح آتی ہیں۔ ایک علاقہ متاثر ہوتا ہے تو دور دراز کے علاقے بھی محفوظ نہیں رہتے۔ مجھے کوریا والوں کے مصائب کا علم نہیں ہے میں نے اپنے لوگوں کے دکھوں کی بہت کہانیاں سنی ہوئی ہیں۔''

چند منٹ بعد چاؤ فان نے ایک موڑ پر گاڑی روک دی اور ونڈ شیلڈ کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا ''وہ سامنے ریسٹ ہاؤس کی عمارت نظر آرہی ہے' ہمیں اس میں گھسنا ہوگا۔''

باہر ایک کھمبے پر لگی ہوئی روشنی میں قدیم طرز کا وہ ایک منزلہ ریسٹ ہاؤس بظاہر ویران نظر آرہا تھا۔ جوں ہی میری نظر اس کے پورچ میں کھڑی ہوئی سفید لینڈ کروزر پر پڑی' میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔

آثار بتا رہے تھے کہ سوبھراج اپنے انجام سے بے خبر اسی ریسٹ ہاؤس کے کسی کمرے میں پڑا' بے خبر سو رہا تھا۔ ہماری وہ لمبی دوڑ رائیگاں نہیں گئی تھی۔ لینڈ کروزر کی موجودگی نے یہ نظریہ مسترد کر دیا تھا کہ سوبھراج لوپ بوری میں مختصر قیام کے بعد کہیں آگے نکل گیا ہوگا۔

''گاڑی میں ریسٹ ہاؤس کا ایک چکر نہ لگا لیا جائے۔'' میں نے پُرخیال انداز میں چاؤ فان سے کہا ''کوئی قدم اٹھانے سے پہلے اس کے محل وقوع کا اندازہ لگا لینا چاہیے۔''

''چکر لگانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔'' اس نے بتایا۔ ''یہ جگہ میری دیکھی ہوئی ہے' آبادی سے بالکل ہٹ کر بنائی گئی ہے۔ پیچھے کھیت پھیلے ہوئے ہیں! ادھر گاڑی نہیں جا سکتی۔''

مسئلہ الجھا ہوا تھا۔ لینڈ کروزر کی موجودگی بتا رہی تھی کہ سوبھراج ڈرائیور کے ساتھ وہیں موجود تھا۔ وہ امریکی فوجیوں کی آمد پر موتی محل سے ہنگامی انداز میں فرار ہوا تھا لیکن یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ دونوں سستے رہے ہوں گے۔

ہم باہر سے اچانک ریسٹ ہاؤس پر حملہ آور ہوتے تو وہ دونوں اندر محصور ہو کر اپنے ہتھیاروں کے بل پر مزاحمت کا

Downloaded from https://paksociety.com

آغاز کردیتے اور ایک ایسے مقابلے کا آغاز ہوجاتا جس کا انجام مجھے اچھا نظر نہیں آرہا تھا۔

سوبھراج اپنے دشمنوں سے چھپتا پھر رہا تھا اور ہم قانون کی نظروں سے چھپ کر اس کے پیچھے آئے تھے۔ ہم کسی طویل مقابلے کے متحمل نہیں ہوسکتے تھے۔ چاؤفان اس وقت تک اسی غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ ہم راجن کے مہمان کو اغوا کرنے کے لیے آئے ہیں جب کہ میرا منصوبہ مختلف تھا۔ میں بہت تیزی کے ساتھ اس موذی کو جہنم واصل کرکے وہاں سے واپس لوٹ جانا چاہتا تھا۔

دونوں طرف سے مقابلہ شروع ہوجاتا تو ذرا سی دیر میں قصبے کی پولیس اس طرف متوجہ ہوسکتی تھی۔ چھوٹے چھوٹے ایک منزلہ مکانات پر مشتمل آبادی کی کھلی فضا میں دھواں دھار فائرنگ کا شور ذرا سی دیر میں بھونچال پیدا کردیتا۔ پولیس اور مقامی آبادی کے ادھر متوجہ ہوجانے کی صورت میں ہم لوگ زیادہ دیر تک نہیں ٹک سکتے تھے۔ ہمیں اپنا مشن ادھورا چھوڑ کر پسپائی کی راہ اختیار کرنا پڑجاتی۔

مقابلہ ختم ہونے کے بعد سوبھراج ڈاکوؤں وغیرہ کے حملے کی کوئی بھی مفروضہ کہانی سنا کر پولیس والوں سے گلوخلاصی حاصل کرسکتا تھا۔ وہ ریسٹ ہاؤس میں مقیم تھا۔ اسے ہم پر ایک واضح برتری حاصل تھی۔ بعد کے معاملات راجن سنبھال لیتا اور سوبھراج صاف بچ جاتا۔

اس وقت صرف چاؤفان میرا مشیر تھا۔ وہ اتنا احمق تھا کہ ریسٹ ہاؤس کے سامنے گاڑی روکتے ہی دھاوا بولنے کے موڈ میں آگیا تھا۔ میں نے اس سے ایسی کسی کارروائی کے نشیب وفراز پر گفتگو کی تو وہ بھی فکرمند ہوگیا۔ اس کے پاس مسئلے کا کوئی متبادل حل موجود نہیں تھا۔

اس دوران میں میرے ذہن میں ایک اور ترکیب نے سر ابھارا۔ وہ ریسٹ ہاؤس اپنی وسعت کے اعتبار سے بہت کشادہ اور کئی کمروں پر مشتمل نظر آرہا تھا۔ چاؤفان کے چاروں آدمیوں کو ریسٹ ہاؤس کے گرد پھیلانے کے بعد ہم دونوں بھٹکے ہوئے سیاحوں کا روپ دھار کر ریسٹ ہاؤس میں کوئی کمرا حاصل کرنے کی کوشش کرسکتے تھے۔ اس کوشش کے نتیجے میں ہمیں وہاں پیر جمانے کا موقع مل جاتا تو اندر سے ہم سوبھراج کے خلاف زیادہ موثر کارروائی کرسکتے تھے۔ سوبھراج خطرہ بھانپ کر کسی سمت سے فرار ہونے کی کوشش کرتا تو باہر چاؤفان کے چار مسلح ساتھی اس کے استقبال کے لیے موجود ہوتے۔

وہ راہ اختیار کرنے میں مجھے ایک بڑا خطرہ نظر آرہا

کیا آپ نے اس ماہ کا پاکیزہ پڑھا؟ نہیں! کمال ہے!

ماہنامہ پاکیزہ کا سالگرہ نمبر ضرور پڑھیے

اچھا لگتا ہے معاشرتی رویوں کی عکاسی کرتا انجم انصار کا سلسلے وار ناول۔

تبصرہ نگار ساتھیوں کا مختصر تعارف، شاعرانہ تک بندیاں، دلچسپیاں ہر طرح کے مراسلات کا مجموعہ **پاکیزہ ڈائری**۔

معاملاتِ محبت کی طرح سلسلہ **میں اکثر گنگناتی ہوں** آپ کے ذوقِ انتخاب کے لئے آزاد ہے۔

مسیحا حال کی الجھنوں کا حل اور مستقبل سے آگاہی اس کے علاوہ روزمرہ پیش آنے والے مسائل کے حل کے لئے آپ کا پسندیدہ سلسلہ۔۔

عشق حقیقی ہو یا مجازی تپسیا ایک سی کرنی ہوتی ہے، عشق کے پیرائے میں سائرہ عارف کا مکمل ناول **عشق آتش**۔

پاکیزہ ستارے میں

ہر رات بھی وہی ہے صبح بھی وہی
وہ نیند کیا ہوئی وہ خواب کیا ہوئے

اپنی پسندیدہ مصنفات کی خواہشات اور خوابوں اور ستاروں کی باتیں۔

انسانی ذات بھول بھلیوں کا مجموعہ ہے، ایک در کھلنے سے شخصیت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ایسے ہی چند کرداروں کی عکاس کہانی جو اپنے اپنے خول میں مقید تھے۔ عطیہ عمر کے مخصوص انداز میں **ذات کا طلسم**۔

اس لڑکی کی کہانی جس نے جذبۂ دیرینہ کو اپنے لہو سے سینچا تھا، مہربان ساعتیں اس کی زندگی کی شرط ٹھہری۔ نزہت شبانہ حیدر کی تخلیق **جان اس کو دینی ہے**۔

اس کے علاوہ دیگر مستقل سلسلے

ماہِ جون کا شمارہ سالگرہ نمبر 3 ضرور پڑھیں

Downloaded from https://paksociety.com

تھا۔ سوبھراج بنکاک سے بھاگنے کے بعد کتنا ہی مطمئن کیوں نہ ہو گیا ہو، وہ خطرے کے امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ ہم کمرا حاصل کرنے کے لیے ریسٹ ہاؤس کے رکھوالے سے بات کر رہے ہوتے اور باہر کی سن گن پا کر سوبھراج اپنے کمرے سے اچانک باہر نکل آتا تو لمحہ بھر میں بازی خراب ہو سکتی تھی۔

کراچی کے پارک ٹاور میں سوبھراج سے اپنی روبہ رو پہلی اور آخری ملاقات کے بعد میں نے شیو بنانا ترک کر دیا تھا کہ چہرے پر کچھ داڑھی نمودار ہو جائے۔ بال ترشوا لیے تھے ان کوششوں کا مطلب صرف یہ تھا کہ مجھے پہلی نظر میں نہ پہچانا جا سکے۔

پارک ٹاور کے فوڈ کورٹ میں سوبھراج سے میری ملاقات کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ ہفتے عشرے میں میری وہ تبدیلیاں زیادہ کارگر نہیں ہوئی تھیں۔ قامت و جسامت اپنی جگہ برقرار تھی۔ مجھے دیکھ کر سوبھراج جیسا گھاگ آدمی دھوکا نہیں کھا سکتا تھا۔ دوسری بار اس سے سامنا ہو جاتا تو وہ پہلی نظر میں مجھے پہچان لیتا۔ وہ ایک ہولناک خطرہ تھا جو مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔

''ماسٹر! کس گہری سوچ میں پڑ گئے؟'' مجھے خاموش پا کر چاؤ فان نے ٹوکا۔ ''ہم پیاسے ہیں کنویں پر آ گئے ہیں یہ بتاؤ کہ اندر سے پانی کیسے نکالا جائے۔''

''یہ صرف میرا کام نہیں ہے۔ ذرا تم بھی اپنے ذہن پر زور دو۔'' میں نے بے رخی سے کہا۔

''ماسٹر! تم بہت اچھا سوچتے ہو میں شروع سے تمہاری عقل مندی کا قائل ہوں تم ہی کوئی راہ نکالو۔ مجھ سے جو کہو گے، کر گزروں گا۔''

یکا یک میرے ذہن میں امید کی ایک کرن نمودار ہوئی اور میں نے قدرے پرجوش انداز میں اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا ''میں ریسٹ ہاؤس کے سامنے رہتا ہوں۔ تین آدمیوں کو پیچھے کھیتوں کی طرف بھیج دو۔ تم چوتھے آدمی کے ساتھ اپنی گاڑی میں ریسٹ ہاؤس پر چلے جاؤ اور باقی رات گزارنے کے لیے ایک کمرا حاصل کرنے کی کوشش کرو۔''

''وہ یہ بات پسند نہیں کرے گا کہ دونا معلوم اجنبی اس چھت کے نیچے اس کے ساتھ رات بسر کریں۔'' وہ مایوسی سے بولا ''ویسے بھی یہاں رات کو رکنے کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔ سورج ڈھلنے کے بعد ریسٹ ہاؤس میں تالا پڑ جاتا ہے۔''

''لینڈ کروزر وہاں کھڑی ہوئی ہے۔ وہ شب بسری کر سکتا ہے تو دو بھٹکے ہوئے سیاحوں کو جگہ کیوں نہیں مل سکتی؟''

''ہو سکتا ہے کہ چھوٹا راجن نے اس کے لیے خاص بندوبست کرا دیا ہو یا اس کے ڈرائیور نے رکھوالے کو کوئی دھونس دی ہو۔ اس کے آدمی بھی کم بدمعاش نہیں ہیں۔''

''تمہاری ابھی سے جان نکلی جا رہی ہے۔ وہاں جا کر کیا کرو گے؟'' میں نے غصے سے کہا ''زیادہ سے زیادہ انکار ہو جائے گا۔ تم لوٹ آنا۔''

''تم میرے ساتھ کیوں نہیں چلتے؟'' اس نے لمحہ بھر سوچنے کے بعد کہا۔

''میں غیر ملکی ہوں۔'' میرے ذہن میں پہلے سے جواب تیار تھا ''وہ مجھے کسی قیمت پر اندر نہیں گھسنے دے گا۔ ہو سکتا ہے کہ راجن کے مہمان کو دو مقامیوں پر ترس آ جائے۔''

''ماسٹر! یہ افریقا کا کوئی دور دراز صحرا نہیں ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ دوسروں کی نیند خراب کرنے کے بجائے گھنٹا بھر اور گاڑی چلا لیتے تو بنکاک میں عیش کرتے۔''

''اس کے سوالوں کا انحصار تمہاری حماقتوں پر ہوگا۔'' میں نے مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا ''بنکاک جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم وہاں سے آئے ہو۔ لوپ بوری کے آثار دیکھ کر صبح آگے جانا چاہتے ہو۔ اپنے ذہن میں پہلے سے تیاری کر کے جاؤ گے تو زیادہ سوال جواب کی نوبت نہیں آئے گی۔ کمرا مل جائے گا یا وہ تمہیں بھگا دے گا۔''

''اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ تم میرے ساتھ چلو! میں سائے کی طرح تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔''

''میں مقامی زبان نہیں جانتا۔ ریسٹ ہاؤس کے چوکیدار یا راجن کے ڈرائیور سے کیسے بات کروں گا؟'' میرے لیے اسے سمجھانا دشوار ہو رہا تھا۔ اس نے مجھے میری کہی ہوئی بات یاد دلانے کی کوشش کی تھی۔

''ان دونوں سے میں نمٹ لوں گا۔'' اس نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کے کہا ''چھوٹا راجن کا مہمان اندر سے نکل آئے تو اسے تم سنبھال لینا۔''

آخر کار اس نے اپنے اسی بدترین اندیشے کا اظہار کر دیا جو کافی دیر سے میرے ذہن میں بچھو کے ڈنک کی طرح مسلسل چبھ رہا تھا۔

''ہم اسی کے چکر میں یہاں آئے ہیں۔ وہ سامنے آیا تو قصہ وہیں ختم ہو جائے گا۔ اس سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ بس اس کے سینے میں گولی اتار دینا۔''

''لیکن ماسٹر! میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ میں اسے کیسے پہچانوں گا؟''

میں پھاڑ کھانے والے انداز میں اسے گھورنے

Downloaded from https://paksociety.com

لگا۔ ایک ایک کر کے سارے سوال حیلوں بہانوں کی صورت میں اس کے ذہن میں اترتے چلے آرہے تھے۔ وہ کمزور تھا نہ بزدل' پتا نہیں اس کے ذہن میں کیا بات اٹک کر رہ گئی تھی کہ وہ مجھے اپنے ساتھ ریسٹ ہاؤس لے جانے پر تلا ہوا تھا۔

سوئے ہوئے لوپ پوری کی اس سنسان سڑک پر روشنی ناکافی تھی۔ چاؤ فان میرے چہرے کے تاثرات پوری طرح نہیں دیکھ سکا۔ چند ثانیوں کے توقف کے بعد وہ بولا ''تمہارے لیے وہ اجنبی ہے تم بھی اسے نہیں پہچان سکو گے۔''

''تم نہ جانے کے بہانے تلاش کر رہے ہو۔'' میں نے اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے سرد لہجے میں کہا ''تم میں سے کسی کو ادھر جانے کی ضرورت نہیں۔ سیٹ چھوڑو۔ میں اکیلا وہاں جارہا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ وہاں کیا قیامت نازل ہوتی ہے۔''

''ماسٹر! تم ناراض ہوگئے..... میں جانے کے لیے تیار ہوں۔ ذرا تم سے سمجھ رہا ہوں کہ وہاں کیا ہو تو مجھے کیا کرنا چاہیے۔ بس مجھے اس کی پہچان بتا دو پھر دیکھو کہ اس کے سامنے آتے ہی کیا ہوتا ہے۔ چاؤ فان کے ہاتھوں میں فولاد بھرا ہوا ہے۔ میں نے آج تک جس کے نرخرے پر ہاتھ رکھا اسے موت کی نیند سلا کر ہاتھ اٹھایا ہے۔''

''چوکیدار اور ڈرائیور.....'' میں نے آہستہ آواز میں کہنا شروع کیا ''دونوں مقامی ہوں گے۔ مجھے شبہ ہے کہ راجن کا مہمان غیر ملکی ہے۔ راجن اسے اہمیت دے رہا ہے۔ وہ اپنی اکثر فنوں سے الگ پہچانا جائے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ ذرا ذرا سی باتیں تمہاری عقل میں نہیں آرہیں۔''

''اب آگئیں!'' وہ اپنی طرف کا دروازہ کھول کر یکا یک نیچے اتر گیا۔ میں بھی رائفل اٹھا کر گاڑی سے باہر آگیا۔ چاؤ فان کے ساتھیوں کی سرخ کار کچھ دور رکی ہوئی تھی۔ اس کی روشنیاں گل کردی گئی تھیں۔ باہر کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ شاید وہ چاروں گاڑی میں بیٹھے چاؤ فان کی طرف سے کوئی ہدایت ملنے کا انتظار کر رہے تھے۔

چاؤ فان نے نیچے اترتے ہی واکی ٹاکی پر اپنی زبان میں کچھ کہا۔ پیچھے کھڑی ہوئی سرخ کار نے چار انسانی سائے سڑک پر اگل دیے۔ وہ تیسرے درجے کے بدمعاش تھے۔ فاصلہ حائل ہونے کے باوجود میں نے دیکھ لیا تھا کہ وہ ... سورماؤں کی طرح اپنی رائفلیں تان کر گاڑی سے اترے تھے۔

''ان گدھوں سے کہو کہ اپنی رائفلیں چھپا کر آگے آئیں۔'' میں نے بدمزگی سے کہا ''یہ فلم کی شوٹنگ نہیں ہے ہم ایک خطرناک مشن پر آئے ہوئے ہیں۔''

دعوا

جہاں آراء بیگم نے ہمدردانہ لہجے میں اپنی پڑوسن کلثوم سے پوچھا ''اے بہن! تم نے وحید سے اپنی بیٹی کی منگنی کیوں توڑ دی؟''

''کیا بتاؤں بہن! ہمارے ساتھ تو بڑا دھوکا ہوا.....!''

کلثوم بیگم نے ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا ''لڑکے نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ گردوں، پھیپھڑوں اور جگر کا اسپیشلسٹ ہے۔''

''اوہ.....! یہ تو اس نے واقعی بڑا جھوٹ بولا۔'' جہاں آراء بیگم نے تاسف سے سر ہلایا ''کوئی بھی ڈاکٹر تینوں چیزوں کا ایک ساتھ تو اسپیشلسٹ نہیں ہوسکتا۔ وہ ان میں سے صرف کسی ایک چیز کا اسپیشلسٹ ہوگا؟''

''ارے بہن! ایسا ہوتا تب بھی غنیمت تھا..... ہم ہرگز منگنی نہ توڑتے۔ ہمیں تو بہت دیر میں پتا چلا کہ کم بخت مارا قصائی کی دکان پہ نوکر تھا.....!'' کلثوم بیگم نے رو دینے والی آواز میں بتایا۔

چاؤ فان نے واکی ٹاکی پر غصیلے انداز میں کچھ کہا۔ چاروں رائفلیں انسانی ہیولوں میں مدغم ہوگئیں۔

وہ چاروں تیزی سے ہماری طرف آرہے تھے۔ انہوں نے اپنی گاڑی وہیں چھوڑ دی تھی۔ شاید اس نے انہیں یہی ہدایت دی تھی۔

''انہیں بتا دینا کہ جب تک تم حکم نہ دو' تمہارے آدمی براہِ راست کسی پر گولی نہیں چلائیں گے۔'' میں نے تیزی سے چاؤ فان کو سمجھانا شروع کیا ''گڑبڑ شروع ہوجائے تو دشمن کو خوف زدہ کرنے کے لیے دھواں دھار ہوائی فائرنگ شروع کردیں۔ ایک تمہارے ساتھ جائے گا۔ میں سامنے رہوں گا۔ بقیہ تینوں ریسٹ ہاؤس کی تینوں سمتوں میں بٹ جائیں گے۔ یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ ہم بدحواسی میں ایک دوسرے کو اپنا نشانہ نہ بنالیں۔''

وہ چاروں آدھی آستین کی پھول دار قمیص اور پتلون پہنے ہوئے تھے۔ ان کے کپڑوں کے رنگ مختلف نہ ہوتے تو یہ محسوس ہوتا جیسے وہ یونیفارم پہن کر آئے ہوں۔

ان کے سر کے بال بڑھے ہوئے تھے' چہرے وحشت ناک نظر آرہے تھے۔ تین متوسط قامت اور گٹھے ہوئے جسموں

Downloaded from https://paksociety.com

کے مالک تھے۔ ان میں سے ایک کے بالائی لب پر گھنی مونچھوں کا سایہ تھا' چوتھا دراز قامت اور قدرے سبک اندام تھا۔

ان چاروں پر ایک نظر ڈال کر میں پلٹا ہی تھا کہ چاؤ فان بول پڑا ''ماسٹر! تم کہاں جارہے ہو۔''

''کسی مناسب جگہ کی تلاش میں جارہا ہوں۔'' میں نے نرمی سے جواب دیا ''تم پانچوں کی باتیں میرے لیے ناقابل فہم ہوں گی میرا یہاں رکنا بے سود ہے۔''

سڑک کی طرح ریسٹ ہاؤس کی کھڑکیاں بھی تاریک پڑی ہوئی تھیں۔ یہ امکان نہ ہونے کے برابر تھا کہ سب کچھ نارمل ہونے کے باوجود ریسٹ ہاؤس کی کسی تاریک کھڑکی سے کوئی باہر جھانک رہا ہو۔ میں نے رائفل دونوں ہاتھوں پر سہار کر آگے دوڑ لگادی۔

اس وقت اچانک میرے ذہن میں خیال آیا تھا کہ دور سے تماشا دیکھنے کے بجائے میں چاؤ فان کی گاڑی پہنچنے سے پہلے ریسٹ ہاؤس کے قریب کوئی اوٹ لے سکوں تو سب کچھ قریب سے دیکھ اور سن سکوں گا۔

چاؤ فان کی ہلکی مگر پُرجوش آواز میرے کانوں میں آرہی تھی۔ وہ میری ہدایات اپنے آدمیوں تک پہنچانے میں مصروف ہوگیا تھا۔

ریسٹ ہاؤس کے باہر لگے ہوئے اکلوتے لیمپ پوسٹ کی روشنی کی زد میں آنے سے پہلے تک میں درختوں کے سائے میں سڑک پر دوڑتا رہا پھر میں نے دوڑنے کا سلسلہ ترک کردیا۔ لمحہ بھر کے لیے رک کر رائفل اپنے شانے سے لٹکا کر اسے پہلو اور بازو کے درمیان چھپایا اور دوبارہ آگے چل دیا۔

ریسٹ ہاؤس کے سامنے رک کر میں نے لینڈ کروزر اور اس کے آس پاس کی جگہ کا جائزہ لیا۔ اس وقت مجھے چاؤ فان کے تینوں آدمیوں کے ہیولے دوڑ کر سڑک پار کرتے ہوئے نظر آئے۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ تینوں سڑک سے اتر کر آس پاس پھیلے ہوئے کھیتوں میں غائب ہوگئے۔

میں نے محض احتیاط کے طور پر دائیں بائیں نظریں دوڑائیں۔ سڑک بدستور ویران پڑی تھی۔ شاید قصبے میں شبینہ جرائم نہ ہونے کی وجہ سے رات کے گشت پر مامور سپاہی بھی اپنے گھروں یا دفتروں میں پڑے گہری نیند سو رہے تھے۔ اس وقت تک گہرے سکوت میں چاؤ فان کی گاڑی کا انجن دوبارہ بیدار ہونے کا کوئی ارتعاش نہیں سنائی دیا تھا۔ میں نے ٹہلنے کے انداز میں سڑک عبور کی اور پھر ریسٹ ہاؤس کے پورچ میں خودرو جھاڑیوں کے ایک جھنڈ کی طرف ہولیا جس پر کوئی پھول دار جنگلی بیل لپٹی ہوئی تھی۔ جھاڑی اتنی پھیلی ہوئی تھی کہ میں اس کی اوٹ میں آسانی سے چھپ گیا۔ شاخوں' پتوں اور پھولوں کی درمیانی جگہوں سے مجھے ریسٹ ہاؤس کا بیشتر حصہ صاف نظر آرہا تھا

کچی زمین پر صحیح پوزیشن لینے کے بعد میں نے اپنے شانے سے خود کار امریکی رائفل اتاری تو میرے ذہن میں صرف ایک ہی خوف جاگزیں تھا کہ اس کچے میدان میں کہیں سے کوئی زہریلا کیڑا وغیرہ میری طرف نہ نکل آئے۔

چاؤ فان نے کچھ وقفے کے بعد اپنی گاڑی کا انجن اسٹارٹ کرلیا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو اتنی مہلت دے دی تھی کہ وہ ریسٹ ہاؤس کے گردمناسب جگہیں سنبھال لیں۔

کالی اکارڈ ریسٹ ہاؤس سے زیادہ دور نہیں تھی۔ چند ثانیوں بعد اس کی روشنی کی تیز چادر ہر طرف پھیل گئی اور پھر اکارڈ اس خوب صورت ریسٹ ہاؤس کے سامنے لینڈ کروزر کے برابر میں رک گئی۔ سوبھراج کی لینڈ کروزر کی وجہ سے چاؤ فان اپنی گاڑی سمیت میری نظروں سے اوجھل تھا۔

گاڑی کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سے مجھے چاؤ فان کے گاڑی سے اترنے کا اندازہ ہوا پھر قدرے سکوت کے بعد ریسٹ ہاؤس کے پختہ برآمدے پر قدموں کی چاپ سنائی دی اور چاؤ فان لینڈ کروزر کے عقب سے طلوع ہوکر میری نظروں کے سامنے آگیا۔

اس نے ریسٹ ہاؤس کے بند داخلی دروازے کے سامنے رک کر محتاط انداز میں چاروں طرف دیکھا اور دروازے پر دستک دینے لگا۔

''کون ہے؟'' اندر سے ایک غراتی ہوئی' غضب آلود آواز خاموش ہواؤں کے دوش پر ابھری اور میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔

کھمبے پر لگے ہوئے اکلوتے بلب سے برآمدے میں پڑنے والی روشنی میں' میں نے دیکھا کہ وہ آواز سن کر چاؤ فان سراسیمگی میں مبتلا ہوگیا تھا۔

کسی بھی لمحے داخلی دروازہ کھلنے کی امید پر میں نے اپنی رائفل سیدھی کرکے اس کی نال خودرو جھاڑیوں کی ایک مضبوط ٹہنی پر ٹکالی۔ اس کا رخ برآمدے میں کھڑے ہوئے چاؤ فان کی طرف تھا۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

لا ہور میں پیدا ہوئی۔ والد صاحب کی وفات اور سوتیلی ماں کے مظالم پر میں نے گھر اور شہر چھوڑ کر کراچی میں پناہ لی تو یہاں جہانگیر، داؤد اور نادر سے میری دوستی ہوئی اور ہم چاروں بے روزگاری سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں منشیات فروشوں کی ایک بھیانک عالمی تنظیم شی کے چنگل میں پھنس گئے۔ ان لوگوں نے مغربی معاشرے کو ہیروئن کی وبا سے محفوظ رکھنے کے لیے پاکستان میں چرس کا بحران پیدا کر کے ہیروئن کو فروغ دیا اور قدم جمانے کے بعد پاکستان کے خلاف ہر محاذ پر نہ صرف کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ ان ہی دنوں سلطان شاہ مجھ سے آنکرایا اور بعد میں میرا رسته راست ثابت ہوا۔ شی کے سربراہ جی لائیڈ کو ملک دشمن سرگرمیوں نے مجھے شی سے بغاوت پر مجبور کر دیا جس پر جی لائیڈ میرے لہو کا پیاسا بن گیا۔ میں نے ملک میں اور ملک سے باہر ان کی نہ صرف کارروائیوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ میرا لگایا ہوا ہر زخم ان لوگوں کے اشتعال میں اضافہ کر دیتا تھا مگر وہ میرا بال بھی بیکا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ قومی مفاد کے اہم ترین مضبوبوں کے تحفظ میں مجھے اول خان نے بہت مدد فراہم کی۔ وہ زندگی سے بے پروا اور دشمن کے لیے جاں بازوں کی ایک ایسی پراسرار فارمیشن کا مقامی سربراہ تھا۔ جسے انٹیلی ٹاسک فورس کہا جاتا تھا۔ جی لائیڈ کی بیٹی ویرا بھی ابتدائی دشمنی کے بعد میری حلیف بن گئی۔ ویرا میری دوست تھی مگر غزالہ ایک مدت سے میری محبت تھی۔ حالات کی ستم ظریفی کہ ہم دونوں کو مکاؤ میں ڈون کوانگ نوانی ایک چینی بدمعاش کے دباؤ پر شادی پر مجبور ہونا پڑا۔ دوسری طرف امریکا میں آئزک بیل نامی ایک نسل پرست یہودی دہشت گرد اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر شی کے لیے اندرونِ ملک وسائل پر قابو پا کر انہیں ڈیوڈ اسٹارنز می سیبوی تنظیم کے لیے استعمال کرنے کا خواہاں تھا۔ جی لائیڈ کو صدارتی انتخابات میں کامیابی کی مجبوری کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس کی پراسرار ہلاکت کے بعد آئزک بیل اس خطے کی بہترین ہیروئن کے پیداواری ذرائع پر قبضہ کرنے کے منصوبے کے ملاوہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر واپس امریکا فرار ہوا، ہم بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری کوششوں سے اس کی بربادیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوڈ اسٹارنز اور امریکی حکومت کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدے گیپ کے افشا ہونے کے باعث امریکیوں کی نظر میں مستوب ٹھہرا۔ اپنے مشن کی کامیابی کے بعد ہم پاکستان واپس آ گئے۔ ہمارا اگلا سفر کہاں تھا ہمیں ان سے اپنے دیش میں ہوا جس میں ہم سرخرو ہوئے۔ بھارت سے واپسی پر ہمیں علم ہوا کہ پاکستان میں راسکر مگل تھی اور اس کی پشت پناہی کو برا کے گروپ نے ایک پاکستانی سیاست دان کر رکھا تھا۔ بہت جلد ہمیں اس کا سراغ مل گیا۔ وہ سوبھراج تھا۔ ہم اس پر سنجیدگی سے ہاتھ ڈالنے کا سوچ رہے تھے۔ اسی وقت ہمیں اطلاع ملی کہ جہانگیر کے گھر میں گھس کر اسے اغوا کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ جہانگیر نے ایک بدمعاش کو قابو میں کر لیا تھا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ کام سنیل کے ذریعے سوبھراج نے کرایا تھا۔ تاہم ناکامی کے بعد وہ معافی تلافی پر اتر آیا تھا۔ سوبھراج کے خلاف تمام تیاریاں مکمل نہیں اور اس کا ہانکا شروع ہو گیا تھا۔ اس موقع پر اس نے ملک سے فرار کی راہ اختیار کی۔ اس دوران سوبھراج واپس لوٹ آیا اور میری آنکھوں کے سامنے اس پر ہلکا سا قاتلانہ حملہ ہوا۔ حملہ آور امریکی کمانڈوز تھے۔ میں نے سیلانا پٹ فون پر اس سے رابطہ کیا تو وہ مجھ سے سخت ناراض تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں نے اسے کوئی مہلت نہیں دی تھی۔ میں نے اسے سمجھایا کہ حملہ میں نے نہیں بلیک بک اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے کرایا گیا تھا۔ میں نے سوبھراج کے سیکریٹری سنیل کی خوبرو بیوی کی ملاقات کی وہ خاصی کھلی کھیلی ہوئی عورت تھی نوانی مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوششیں کرنے لگی اور مجھے بتایا کہ سوبھراج کو سنیل کے ساتھ راج محل میں ہی ہونا چاہیے۔ جلال اس دوران راج محل پر چڑھائی کر چکا تھا مگر سوبھراج نے راج محل کو راکھ کا ڈھیر بنا کر وہاں سے راہ فرار اختیار کر لی۔ اب وہ زخمی سانپ کی طرح خطرناک ہو چکا تھا۔ اسی دوران سوبھراج نے مجھے بتایا کہ اس کا اگلا نشانہ جہانگیر ہوگا۔ ویرا کے لیے یہ دھمکی اضطراب کا باعث تھی۔ وہ اسی وقت جہانگیر کے گھر روانہ ہو گئی۔ ہمارا خیال تھا کہ سوبھراج اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے میں کچھ وقت لگائے گا مگر ایسا نہیں ہوا۔ ویرا، سلمیٰ اور جہانگیر کی ہمراہی میں گھر سے نکلی اس کا ارادہ ہوا خوری کا تھا مگر سوبھراج کے بارے میں ہمارے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ ان کا تعاقب کیا گیا اور ویرا تعاقب کنندگان میں سے ایک کو ہتھیم واصل کرنے میں کامیاب ہوئی جبکہ دوسرا شدید زخمی حالت میں پولیس کے قابو میں آ گیا۔ اسی وقت سنیل کی خوب رو بیوی نے فون کر کے بتایا کہ سنیل اس کے گھر میں موجود تھا۔ میں اور سلطان شاہ اس کو اس کے گھر سے پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس سے سوبھراج کا پتا معلوم ہو گیا۔ آئی بی نے وہاں چھاپا مار کر سوبھراج اپنی نظافت کے باعث بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے ساتھ اسے میرے خلوص کا بھی یقین آ گیا۔ اسی دوران میں ایس بی ایف کا سربراہ کراچی میں وارد ہوا۔ میری اور اس کی ملاقات کے دوران انٹیشن فورس کی حدود میں اس کی گاڑی کو میزائل سے نشانہ بنا کر تباہ کر دیا گیا۔ اس حملے کی ذمے داری گیری ہارٹ نے قبول کر لی۔ دوسری طرف سوبھراج نے بتایا کہ را کے دو ایجنٹ کراچی آ چکے ہیں۔ میں نے ان کو پکڑنے کے لیے کوشش کی مگر وہ تیزی دکھا کر میرے ہاتھ سے نکل گئے۔ سوبھراج نے بتایا تھا کہ شاید وہ اس کے مشورے کے مطابق کلفٹن کے علاقے میں تھے۔ ہم پڑیالی لہروں کے ذریعے سراغ لگانے والی انٹیشل گاڑیوں کے ذریعے ان کا سراغ لگانے اس علاقے میں پہنچ گئے۔ خوش قسمتی سے ان میں سے چار لی ایک جاں گسل معرکے کے بعد میرے ہاتھ آ گیا۔ اس سے تفتیش آئی بی کی ذمے داری تھی۔ اسی دوران سوبھراج کا سامنا ویرا سے ہو گیا۔ وہ ویرا کو نہیں دیکھ سکا مگر ویرا نے اسے پکڑنے کی کوشش میں اس کی گاڑی تباہ کر ڈالی اور اسے وہ کار سڑک پر چھوڑ کر فرار ہونا پڑا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے رابطہ کیا اور فرمائش کی کہ میں اس کے دوست کی کار اس کے گھر تک پہنچا دوں۔ میں رضامند ہو گیا۔ سلطان شاہ میرے ساتھ تھا۔ میں گاڑی پہنچانے اس کے دوست کے گھر پہنچا تو وہاں خود سوبھراج سے ملاقات ہو گئی۔ میں اس سے ڈبلی کا پرکاره بن کر ملا تھا۔ اس نے باتوں باتوں میں اندازہ لگایا کہ میں اپنی وفاداریاں تبدیل کر سکتا ہوں تو وہ میرے ساتھ میرے ہی شکار پر روانہ ہو گیا تا ہم راستے میں شاید اسے کچھ عقل آ گئی اور وہ ہم پر فائرنگ کرتا ہوا فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے دوست کو بھی قتل کر دیا۔ اس دوران را کے دوسرے ایجنٹ کا کچھ پتا نہیں چل سکا تھا۔ ہمیں توقع تھی کہ اکیلا ہونے کے باعث وہ کوئی کارروائی نہیں کر سکے گا مگر ہمارا یہ اندازہ غلط نکلا اور ایک اہم شخصیت پر ناکام قاتلانہ حملہ ہوا۔ جائے واردات سے امریکن رائفل کی بازیابی ظاہر کر رہی تھی کہ را کے ایجنٹ نے امریکیوں سے مدد طلب کر لی تھی۔ دوسری طرف سوبھراج کے گرگے جہانگیر کو اس کے گھر سے اغوا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جہانگیر زیادہ دیر ان کی قید میں نہیں رہ سکا اور ایس ٹی ایف کی مدد سے ہم نے بہت جلد اسے بازیاب کرا لیا۔ اسی اثنا میں میری ملاقات سوبھراج سے ہوئی اور اس نے بتایا کہ گرین کو برا فائل اس کے قبضے میں تھی اور وہ اسے اپنے تحفظ کی ضمانت قرار دے رہا تھا۔ دوسری طرف امریکی بہت زیادہ پریشر نکال رہے تھے ان کا ایک سفارت کار کرنل داور کی تلاش میں اسٹیشن کے اوپر بیل کا پٹر میں چکر لگاتا رہا تھا۔ اب ان سے بچنا چھڑانا ضروری تھا لہٰذا کرنل داور کی خودکشی کا ڈراما کھیلا گیا اور اس کی اطلاع مخالف کیمپ میں بھجوا دی گئی۔ اس خبر نے امریکیوں میں جشن کا سماں پیدا کر دیا اور اس خوشی کو منانے کے لیے وہ سمندر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کو سبق سکھانے کا یہ سنہری موقع تھا۔ جس سے فائدہ اٹھانا ضروری تھا۔ جلال نے اس مہم میں شرکت سے معذوری ظاہر کی تھی لہٰذا میں ایس ٹی ایف کے چند جاں بازوں اور اپنی ٹیم کے ساتھ ان کی سمت کو پل کے لیے روانہ ہو گیا۔ خوش قسمتی سے تھوڑی سی جدوجہد کے بعد ان کے کمانڈوز کے بعد دیگرے میرے ہاتھوں نا کارہ ہوتے چلے گئے اور بالآخر ہم میرے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔ تین امریکی کمانڈوز اور ہم کل ملا کر ہلاکت نے مخالفین کا جوش و خروش ٹھنڈا کر دیا۔ اسی وقت سوبھراج نے مجھ سے ملنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ میں نے اس سے ملاقات کی میں اسے گھیرنا چاہتا تھا مگر وہ بہت عیار تھا۔ گرین کو برا نامی فائل کے باعث مجھے اسے واپس جانے کی اجازت دینا پڑی۔ سلطان شاہ اس کے پیچھے تھا مگر وہ اسے بھی جل دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ جلال نے مجھ سے کہا کہ مجھے چند دنوں کے لیے تھائی

Downloaded from https://paksociety.com

لینڈ کا رخ کرنا چاہیے۔ میں اس کی تجویز پر بات چیت کر رہا تھا کہ میرے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی۔ فون سوبھراج کا تھا۔ اس نے بلا توقف مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اس کے خیال میں، میں نے اسے پھنسوانے کے لیے اپنے کارندے پارک ٹاورز کے آس پاس پھیلا رکھے تھے۔ میں نے سختی سے اس کی تردید کی تو وہ تذبذب کا شکار ہو گیا۔ اس کے ساتھ اس نے مجھے تجویز دی کہ یہ ملک میرے لیے مخدوش ہو گیا تھا لہٰذا مجھے یہاں سے باہر نکل جانا چاہیے تھا۔ اس نے پیش کش کی کہ وہ پاکستان سے باہر جانے میں میری مدد کر سکتا تھا۔ میں نے اس کی پیش کش قبول کر لی۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ مجھے ہر قیمت پر گھیرنا چاہتا تھا تاکہ امریکیوں سے اپنے بگڑے معاملات کو سیدھا کر سکے۔ اس نے مجھے ایک ویران مقام پر بلایا۔ مجھے توقع تھی کہ وہ خود بھی وہاں ہوگا۔ اس کا منصوبہ شاندار تھا مگر جلال کی حکمت عملی کے باعث اسے ناکامی ہوئی۔ میں اس کے بلائے ہوئے مقام پر گیا مگر سوبھراج وہاں نہیں تھا البتہ اس کے گرگے مجھے گھیرنے کی پوری تیاری کے ساتھ آئے تھے تاہم جلال کے باعث وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے اور کئی افراد آئی بی کے نشانہ بازوں کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ اس اثنا میں امریکیوں نے نام کے قتل کی ذمے داری مجھ پر ڈالتے ہوئے قانونی مدد طلب کر لی تھی۔ میری گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو گئے تھے۔ ان حالات میں جلال اور اول خان دونوں نے مجھے ملک سے نکل جانے کا مشورہ دیا۔ میں نے تھائی لینڈ کا رخ کیا جبکہ حیرت انگیز طور پر وہ یا اور سلطان شاہ کو ہمراہ لے کر امریکا عازم سفر ہوئی۔ تھائی لینڈ میں آئی بی ایجنٹ اسد ہمارا منتظر تھا۔ وہ چھوٹا راجن اور سوبھراج دونوں سے بخوبی واقف تھا۔ میرے مشن کی تفصیلات جاننے کے بعد اس نے بتایا کہ بنکاک کی زیر زمین دنیا کا ڈان برنارڈ راجن کے خلاف ہماری مدد کر سکتا تھا۔ اس کے بارے میں اسد کا کہنا تھا، ڈان برنارڈ خود بھی چھوٹا راجن کا ڈسا ہوا تھا اور بنکاک کے بدمعاشوں کی بڑی دل پر سخت نالاں تھا۔ ڈان سے ملاقات دلچسپ رہی اور وہ چھوٹا راجن کے خلاف میری مدد کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے مجھے چاؤ فان سے ملایا جو نہایت تیز و معاملہ تھا۔ وہاں سلطان شاہ نے ایک بھکاری میں دلچسپی ظاہر کی تھی۔ اس نے چھوٹا راجن کے کلیئر میں بم رکھا کے کرائے۔ اسی دوران سوبھراج بھی بنکاک پہنچ گیا۔ چھوٹا راجن کا ایک محافظ میری انگوٹھی کے زہر کا نشانہ بن گیا جس کے باعث سوبھراج نے بنکاک میں میری موجودگی کا شک ظاہر کیا۔ مگر میں اسے چکر دینے میں کامیاب رہا۔ اول خان کی رائے پر اگر سوبھراج کی بنکاک میں موجودگی کی اطلاع امریکیوں کو دے دی جائے۔ وہ اپنے غدار سے خود ہی نمٹ لیں گے۔ میری مرضی شامل ہوتے ہی اس نے اس پر عملدرآمد کرا لیا۔ امریکی ذمہ داروں نے چھوٹا راجن کے گھر چھاپا مار کر سوبھراج خطرہ بھانپتے ہی وہاں سے نکل گیا۔ دوسری طرف امریکا میں سلطان شاہ کو ایک مخلوک الحال بھکاری میں اپنی روپ بہ کا سامان نظر آ رہا تھا مگر میرا اس کی مخالفت پہ تلی ہوئی تھی۔ گاڑیوں کے ٹریفک سسٹم کے باعث مجھے سوبھراج کے نئے ٹھکانے کا علم ہو گیا اور میں چاؤ فان کے ہمراہ بنکاک کے مضافات میں واقع ایک قصبے کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ وہاں ایک ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرا ہوا تھا۔ میری ہدایت پہ چاؤ فان نے ریسٹ ہاؤس کے دروازے پر دستک دی اور اندر سے سوبھراج کی غراتی ہوئی آواز سن کر میرا دوران خون یک بہ یک تیز ہو گیا۔

اب آپ قسط نمبر 247 کے واقعات ملاحظہ کیجئے

میں نے اس ملک میں اپنے چند روزہ قیام اور سیر و تفریح کے دوران ایک بات بہت شدت کے ساتھ محسوس کی تھی کہ تھائی لینڈ کے حکمراں بنکاک کے بے ہنگم بلکہ موذی ٹریفک پر قابو پانے میں بری طرح ناکام ہونے کے باوجود اپنے ملک کو غیر ملکی سیاحوں کی جنت میں تبدیل کرنے میں بڑی حد تک کامیاب رہے تھے۔

سڑکیں کشادہ اور ہموار تھیں۔ روشنی، فون اور دوسری بنیادی سہولیات کا ہر جگہ بندوبست موجود تھا۔ بڑے ہوٹلوں کو چھوڑ کر چھوٹے رہائشی ہوٹلوں اور طعام گاہوں میں ہر ذوق کے مہمانوں کی ضروریات کا پورا پورا اہتمام تھا۔ اس کے باوجود بنکاک اور اس کے مضافات میں تعمیرات وغیرہ کا سلسلہ جاری تھا۔ جیسے وہ لوگ گنجان خطوں میں سڑکوں کی تعداد اور کشادگی میں اضافہ کر کے اپنے مہمانوں کے لیے موجود سہولیات میں مزید اضافہ کرنے پر کمربستہ ہوں۔

کچھ یہی صورت لوپ بوری کی بھی نظر آئی تھی۔ سرِشام سو جانے والے اس قصبے کی جن سڑکوں سے ہماری گاڑی گزری وہ روشن اور ہموار تھیں جن سے گزرتے ہوئے فرحت اور تازگی کا ایک انوکھا احساس دلوں کو چھو رہا تھا۔

وہ ریسٹ ہاؤس آبادی سے باہر واقع تھا۔ اس کی افادیت کو بھی دن کے اوقات تک محدود رکھا گیا تھا مگر باہر لگی ہوئی اکلوتی اور تیز اسٹریٹ لائٹ کی روشنی میں قدیم تھائی طرز پر بنا ہوا وہ ریسٹ ہاؤس اپنے رنگ و روغن سے کسی بھی طرح زبوں حال نظر نہیں آ رہا تھا۔ باہر سے ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کی باقاعدگی سے دیکھ بھال اور مرمت و تزئین ہوتی رہتی ہے۔ تاکہ کچھ دیر کے لیے وہاں ستانے والے بھی کسی کوفت کا شکار نہ ہوں۔

دوسری طرف وہ ریسٹ ہاؤس جرائم پیشہ افراد کے لیے بھی ایک ایسی پناہ گاہ بنا ہوا تھا جہاں سوبھراج جیسا خطرناک آدمی بے خوف و خطر پناہ گزین تھا۔

اندر سے آنے والی آواز مقامی ہوتی تو ایک لفظ بھی میرے پلے نہیں پڑ سکتا تھا۔ اس وقت کلیدی نکتہ یہ تھا کہ چاؤ فان کی دستک کے جواب میں اندر سے انگریزی میں سوال کیا گیا تھا۔ آواز نیند کے خمار سے بوجھل تھی لیکن میں اسے ہزاروں آوازوں میں الگ سے پہچان سکتا تھا۔

مجھے بے اندازہ خوشی ہوئی کہ بنکاک سے لوپ بوری تک کی ہماری دوڑ رائیگاں نہیں گئی تھی۔ ہمارا شکار وہاں سانس لے کر آگے روانہ نہیں ہوا تھا بلکہ پورے اطمینان سے وہیں فروکش تھا۔

چاؤ فان اس وقت ریسٹ ہاؤس کے بند داخلی دروازے کے اور میرے درمیان کھڑا ہوا تھا۔ میری رائفل

Downloaded from https://paksociety.com

کی نال اس کی طرف اٹھی ہوئی تھی اور میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اندر سے اپنے شکار کے برآمد ہونے کا انتظار کررہا تھا۔

ریسٹ ہاؤس کا دروازہ کھلتا اور وہاں کوئی نمودار ہوتا تو چاؤ فان کو لامحالہ اپنی جگہ سے ہٹنا پڑتا اور آنے والا براہِ راست میرے نشانے پر آجاتا۔

اندر سے آنے والی آواز سن کر مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ بنکاک کے موتی محل میں امریکی فوجیوں کے دھاوے سے بچ نکلنے کے بعد سوبھراج لوپ بوری کے اس دور افتادہ ریسٹ ہاؤس میں بے فکری کی نیند سویا ہوا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکا ہوگا کہ میں اس کا پیچھا کرتا ہوا اس کی کمین گاہ کے دروازے تک آپہنچوں گا۔

گولڈن ڈریگن نامی کیسینو کے ایک محافظ کی زہر سے واقع ہونے والی موت نے میرے حریف کو اس شک میں مبتلا کردیا تھا کہ میں اس کے پیچھے پیچھے کراچی سے بنکاک آپہنچا ہوں اور میں نے ہی راجن کے کیسینو کے محافظ کو قتل کیا ہے۔ اپنے اس شبے کی تصدیق کرنے کے لیے اس نے مجھے فون کیا۔ موبائل فون پر انٹرنیشنل رومنگ کی سہولت دستیاب ہونے کی وجہ سے اسے یہ علم نہیں ہوسکا کہ میں کراچی میں بیٹھا ہوا تھا یا بنکاک پہنچ چکا تھا۔ میری قلا بازی بارآور ثابت ہوئی۔ اسے یقین ہوگیا کہ میں نے حریف کو زہر میں بجھے ہوئے تیر کا نشانہ بنانے والا ہتھیار دے کر اپنے کسی آدمی کو بنکاک بھیجا ہوا تھا اور وہی وہاں سوبھراج اور راجن کے مفادات کے خلاف فتنہ گری کررہا تھا۔

اس وقت میرا ذہن بہت تیزی کے ساتھ کام کررہا تھا۔ سوبھراج سے جاری لڑائی کا فیصلہ کن مرحلہ کسی بھی لمحے سامنے آسکتا تھا۔ اس خبیث نے مجھے بہت دوڑ لگوائی تھی۔ کراچی میں اس کا مقدر ہمیشہ اس کی یاوری کرتا رہا۔ وہ ہر موقع پر کسی نہ کسی طرح زندہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوتا رہا لیکن میں نے بھی دل ہی دل میں قسم کھائی ہوئی تھی کہ ملک وقوم سے کھلی غداری کرنے والے اس سیاسی غنڈے کو اس کے کیفرِ کردار تک پہنچا کر دم لوں گا۔

میں جھاڑیوں کے عقب میں دبکا اپنے دشمن کی تاک میں بیٹھا ہوا تھا۔ ادھر چاؤ فان کے لیے سوبھراج کی طرح اس کی آواز بھی اجنبی تھی۔ وہ فوری طور پر اندر سے کیے جانے والے سوال کا کوئی جواب نہیں سوچ سکا' اس نے خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔

سوبھراج ایک چالاک مجرم تھا۔ اپنے سوال کا جواب نہ پاکر وہ چوکنا ہوگیا۔ ریسٹ ہاؤس کے دروازے میں کوئی جنبش ہونے کے بجائے پُرسکوت فضا میں ہلکے سے کھٹکے کی آواز ہوئی اور دروازے سے قدرے فاصلے پر ایک کھڑکی کا پٹ خفیف سا کھل گیا۔

اندر گھور تاریکی پھیلی ہوئی تھی مگر اس کھڑکی پر اکلوتی اسٹریٹ لائٹ کی تیز روشنی براہِ راست پڑ رہی تھی۔ کھٹکا ہوتے ہی میری نگاہیں کھڑکی کی طرف اٹھیں اور میں نے وہاں لمحہ بھر کے لیے واضح طور پر سوبھراج کا اوپری دھڑ دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر مڑی ہوئی اور طوطے کی چونچ جیسی ناک اس کی واضح پہچان تھی۔

ریسٹ ہاؤس کے دروازے کی طرح وہ کھڑکی بھی براہ راست میری زد میں تھی۔ میں نے پھرتی سے نال کا رخ کھڑکی کی طرف موڑا مگر اس اثنا میں سوبھراج کا وجود کسی چھلاوے کی طرح یکا یک تاریکی میں معدوم ہوگیا۔

باہر سے اپنی آنکھوں پر روشنی پڑتے ہی اسے بھیانک خطرے کا ادراک ہوگیا اور وہ نہایت تیزی سے نیچے بیٹھ کر یا ایک طرف سرک کر میری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

یہ ممکن نہیں تھا کہ چاؤ فان نے کھڑکی کھلنے کے کھٹکے کی ہلکی مگر واضح آواز نہ سنی ہو۔ وہ ہمہ تن دروازے کی طرف متوجہ تھا۔ شاید اس نے سوچا ہو کہ وہ آواز اس کی توجہ مبذول کرانے کے لیے دانستہ پیدا کی گئی تھی۔ وہ پتھر کے بت کی طرح ساکت کھڑا دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہوسکا کہ سوبھراج ریسٹ ہاؤس کی ایک کھڑکی میں بس لمحہ بھر کے لیے نمودار ہوکر غائب ہوچکا تھا۔

سوبھراج پر اچٹتی ہوئی نگاہ پڑتے ہی میرا دورانِ خون تیز ہوا لیکن پھر اعتدال پر آگیا۔ وہ فوری طور پر میرا شکار ہونے سے بچ گیا تھا مگر مجھے یہ اطمینان تھا کہ وہ ریسٹ ہاؤس میں محصور تھا اس عمارت کے گرد چاؤ فان کے چار مسلح اور خوں خوار جنگ جُو پھیلے ہوئے تھے دروازے پر چاؤ فان مستعد کھڑا ہوا تھا اور میں اندھیرے میں گھات لگائے بیٹھا ہوا تھا۔

اس اثنا میں چاؤ فان نے مضطرب ہوکر دوبارہ دروازے پر دستک دی۔

خلافِ توقع دروازہ یکا یک کھل گیا۔ وہاں دراز قامت اور صحت مند سوبھراج کے بجائے ایک متوسط قامت مقامی کھڑا ہوا نظر آیا جو خشمگیں نظروں سے چاؤ فان کو گھور رہا تھا۔

جھاڑیوں کی اوٹ میسر ہونے کی وجہ سے میں ان دونوں کی نگاہوں سے اوجھل تھا۔ وہ روشنی میں ہونے کے سبب مجھے صاف نظر آرہے تھے۔

Downloaded from https://paksociety.com

نئے آدمی نے تلخ اور اونچے لہجے میں چاؤفان سے کچھ کہا۔ اس کی آواز سے بھی نیند کا خمار جھلک رہا تھا۔

اپنے صاف ستھرے کپڑوں اور انداز سے وہ ریسٹ ہاؤس کا دربان ہرگز نظر نہیں آرہا تھا۔ چوکیدار ہوتا تو وہ اندر محوِ خواب ہونے کے بجائے مستعدی سے باہر بیٹھا ہوا ہوتا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ سوبھراج کو لانے والی سفید لینڈ کروزر کا ڈرائیور ہوسکتا ہے۔ وہ اپنا بایاں ہاتھ پاجامے کی جیب میں ڈالے' اندر سے نمودار ہوا تھا۔ اس کے تیور خطرناک تھے۔

اگر وہ راجن کا آدمی تھا تو پاجامے کی جیب میں چھپے ہوئے اس کے ہاتھ میں کسی پستول یا ریوالور کا ہونا ناگزیر تھا۔ ایک بدمعاش سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ رات گئے دستک دینے والے ایک ملاقاتی کا خالی ہاتھ سامنا کرنے کا خطرہ مول لے گا۔

چاؤفان نے اپنی ہلکی رائفل کو ایک پہلو پر بازو کے نیچے چھپانے کی کوشش کی تھی۔ شاید کسی عام آدمی کے لیے وہ پوشیدہ رہتی لیکن اس کے مدمقابل کی عقابی نظروں سے اس کا بچنا محال تھا۔ وہ دونوں مسلح حالت میں ایک دوسرے کے روبرو تھے اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر جمے ہوئے تھے۔ کسی نے منہ نہیں موڑا تھا۔

چاؤفان نے بھی اونچی اور تیز آواز میں جواب دیا۔ ان دونوں کے درمیان مقامی زبان میں ہونے والے مکالمے میرے لیے یکسر ناقابلِ فہم تھے لیکن ان کے لب و لہجے سے تلخی و ترشی کا اظہار ہورہا تھا جو میرے لیے خاصا تشویش ناک تھا۔

چاؤفان کو اپنی خودکار رائفل شانے سے اتار کر سیدھی کرنے میں دیر لگتی جب کہ اس کا حریف پاجامے کی جیب سے ہاتھ نکالتے ہی اس پر گولی چلا سکتا تھا۔ میرے لیے اپنی جگہ سے چاؤفان کو بچا کر نووارد کو نشانہ بنانا محال تھا کیونکہ چاؤفان بے تابی کے عالم میں بار بار قدم بدل رہا تھا۔ جس کے سبب اس کے بدن کے زاویے لحہ بہ لحہ بدل رہے تھے۔

چاؤفان کا جواب سن کر اندر سے نمودار ہونے والے نے چیخ کر مختصر سی کوئی بات کہی۔ یقیناً وہ کوئی گالی رہی ہوگی کیونکہ چاؤفان نے حیرت ناک سرعت کے ساتھ اپنی رائفل کندھے سے اتار کر اس پر سیدھی کرلی تھی۔ حریف کو اتنی مہلت نہ مل سکی کہ وہ جیب سے ہاتھ نکال کر گولی چلاتا۔

موت کو اتنے قریب پا کر نووارد وحشت زدہ ہوگیا۔ اس سے پہلے کہ چاؤفان ٹریگر دبا کر گولیوں کی باڑ اس کے سینے میں اتارتا' وہ سر جھکا کر چاؤفان پر حملہ آور ہوگیا۔

وہ لمحات عمل اور ردِعمل کے تھے۔ دونوں کے پاس سوچنے سمجھنے کی مہلت نہیں رہی تھی۔ چاؤفان نے اپنے سینے پر زوردار ٹکر پڑنے سے قبل اپنے حریف کا سر بازوؤں میں دبوچ لیا۔ رائفل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر پرشور آواز میں پختہ فرش پر گر گئی تھی۔

میرے لیے وہ چاؤفان کی جنگ جویانہ صلاحیتوں کا پہلا مظاہرہ تھا۔ اس نے اپنے بازوؤں کو اپنے حریف کی گردن پر یوں بل دیا کہ گرتے گرتے اسے اپنے نیچے دبوچ لیا پھر نہ جانے کس طرح اس کا ریوالور چاؤفان کے ہاتھ میں آ گیا۔

ریوالور سمیت اس کا داہنا ہاتھ فضا میں بلند ہوا۔ ہاتھ نیچے آنے پر فضا اس کے حریف کی دل دوز چیخ سے لرز اٹھی۔ چاؤفان نے شاید اس کی کھوپڑی پنچ دی تھی۔

ان دونوں کے ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوتے ہی میرے لیے اپنی جگہ بیٹھ کر تماشا دیکھنا دشوار ہوگیا تھا۔ میں اپنی رائفل لے کر پنجوں کے بل ان دونوں کی طرف دوڑ پڑا تھا۔

کھوپڑی پر چوٹ کھاتے ہی نووارد تھائی اپنے وجود کی پوری قوت سے تڑپ کر چاؤفان کے نیچے سے نکل گیا۔ وہ بھاگنے کے ارادے سے لڑکھڑاتا ہوا فرش سے اٹھا تو اس کا چہرہ سر کے زخم سے بہنے والے تازہ خون سے رنگین ہوچکا تھا۔

چاؤفان بھی اپنی رائفل لیتا ہوا اٹھ رہا تھا۔ میں دوڑتے دوڑتے' لحہ بھر کے لیے ٹھٹکا اور پھر میں نے نشانہ لے کر ایک گولی حریف کی پشت میں اتار دی۔

وہ ہولناک چیخ کے ساتھ' لہراتا ہوا برآمدے کے فرش پر ڈھیر ہوگیا۔

چاؤفان اپنی لڑائی میں اتنا منہمک تھا کہ وقتی طور پر شاید مجھے بھول گیا تھا۔ میرے کیے ہوئے فائر کی آواز پر اس نے مڑ کر تحیر زدہ نظروں سے میری طرف دیکھا اور بے ساختہ چیخ اٹھا ''ماسٹر! تم پکے نشانہ باز ہو''

اسی وقت فضا رائفلوں کے ہولناک نغموں سے گونگنا اٹھی۔ میں نے تیزی سے چاؤفان کی طرف بڑھتے ہوئے ان آوازوں پر غور کیا تو اندازہ ہوا کہ وہ فائرنگ ریسٹ ہاؤس کی پشت پر واقع کھیتوں وغیرہ کی سمت میں ہورہی تھی۔

چند ثانیوں میں' میں چاؤفان کے قریب پہنچ گیا۔ وہ مرنے والے کے بے حس و حرکت جسم پر یوں رائفل تانے کھڑا تھا جیسے اس کے ہلتے ہی اسے چھلنی کر ڈالے گا۔

''یہ مر چکا ہے!'' میں نے اس کے قریب پہنچ کر دبی

Downloaded from https://paksociety.com

دبی پر جوش آواز میں کہا ''گولی اس کے دل کو چیرتی ہوئی پار نکل گئی ہوگی۔''

وہ سیدھا ہو گیا اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دھیمی اور پرتشویش آواز میں بولا ''ماسٹر! یہ تو مر گیا مگر میرے آدمی کیوں گولیاں چلا رہے ہیں؟ یہ آوازیں میرے کانوں کے لیے نئی نہیں ہیں۔ پیچھے کوئی گڑبڑ ہوئی ہے!''

''تمہارے پاس واکی ٹاکی ہے۔'' میں نے اس کے شانے کو دبوچ کر کہا ''پتا کرو کہ کیا ہوا ہے!''

''اوہ.....!'' اس نے یوں بوکھلا کر واکی ٹاکی نکالا جیسے اسے بھولا ہوا ہو۔

''پچھلی طرف سے کوئی سایہ نکل کر تاریک کھیتوں میں گھسا ہے۔'' اپنی زبان میں کسی سے رابطہ کرنے کے بعد اس نے مجھے آگاہ کیا۔

''وہ کھیتوں میں گھس گیا اور تمہارے آدمی جھک مارتے رہ گئے؟'' میں نے ترشی سے کہا۔ خطرناک صورتِ احوال کے باوجود مجھے اس پر یکا یک غصہ آ گیا۔

''ماسٹر! وہ بلبلا رہے ہیں۔ اسے مار سکتے تھے لیکن نہیں مار سکے۔ ہوائی فائرنگ پر گزارا کرتے رہ گئے۔'' اس نے مسمسی صورت بنا کر بے چارگی سے جواب دیا۔

''تمہارے آدمی عجیب اُلّو کے چرخے ہیں۔ مار سکتے تھے تو مارا کیوں نہیں؟'' میں جھلا گیا۔

''تمہاری طرف سے میں نے حکم دیا تھا کہ جب تک میں نہ کہوں وہ براہِ راست کسی پر فائر نہیں کریں گے۔ ضرورت ہو تو ہوائی فائر کریں گے۔'' اس نے سنبھل کر وضاحت کی ''اب وہ ہوا میں گولیاں چلا کر اسے کھیتوں میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔''

اس کا جواب سنتے ہی میرا غصہ صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ مجھے یاد آ گیا کہ میں نے چاؤفان کو وہ ہدایت اس خدشے کے پیشِ نظر دی تھی کہ کہیں ہم خود اپنے آدمیوں کی گولیوں کا نشانہ نہ بن جائیں۔

''اب ہم اس کے پیچھے جائیں گے۔'' چند ثانیوں کے تذبذب کے بعد میں نے کہا ''انہیں تاکید کر دو کہ اسی طرح اسے تلاش کرتے رہیں۔ کسی کو تاک کر نشانہ بنانے کی ضرورت نہیں۔ مقدر سے وہ نظر آ گیا تو ہم خود اس سے نمٹ لیں گے۔''

یہ کہہ کر میں رائفل تانے اندر گھس گیا وہ ایک کشادہ لابی تھی جہاں مدھم روشنی والا ایک سبز بلب جل رہا تھا اس لابی میں نظر آنے والے دروازوں میں صرف کونے کا ایک دروازہ کھلا ہوا تھا اس کے پیچھے گہری تاریکی کا راج تھا وہ وہی سمت تھی جدھر کی کھڑکی میں مجھے سوبھراج کی ایک جھلک نظر آئی تھی۔

مجھے امید تھی کہ وہاں کچھ بھی باقی نہیں رہا ہوگا، چاؤفان میرے پیچھے آ رہا تھا۔ اس نے مختصر سی گفتگو میں میری پرانی ہدایت کا اعادہ غالباً اپنے آدمیوں تک پہنچا دیا۔ تھا مجھے تاریک کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر اس نے اپنی سرچ لائٹ روشن کر دی۔

وہ سونے کا کمرا تھا۔ شکن آلود بستر خالی پڑا ہوا تھا۔ فرشی قالین پر پڑے ہوئے گدے کی چادر سے ظاہر ہو رہا تھا کہ کوئی اس پر سوتا رہا تھا۔ وہ بستر ڈرائیور ہی کا ہو سکتا تھا جو برآمدے میں ابدی نیند سویا ہوا تھا۔

اس خالی کمرے سے مایوس ہو کر ہم دونوں ریسٹ ہاؤس کے عقبی برآمدے میں نکل آئے۔ اس عمارت کی ساخت قدیم وضع کی تھی۔ انگریزی کے حرف یُو کی صورت میں تین اطراف میں متعدد کمرے بنے ہوئے تھے۔ ان کے آگے بہت کشادہ برآمدہ تھا جس میں مہمانوں کے ستانے کے لیے میزیں اور کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد مختصر سا کھلا صحن تھا جس کے اختتام پر پچھلی دیوار میں بنا ہوا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

بہ ظاہر پوری عمارت میں کسی متنفس کی موجودگی کے آثار نہیں تھے۔ ریسٹ ہاؤس کے نگراں یا چوکیدار کو ڈیوٹی کے اختتام پر اطمینان سے رخصت کر دیا گیا تھا۔ پوری عمارت بلاشرکتِ غیرے سوبھراج اور اس کے ڈرائیور کے تصرف میں تھی۔

باہر ہونے والی دھواں دھار فائرنگ کا زور ابتدائی لمحات میں ہی ٹوٹ چکا تھا۔ چاؤفان کے آدمیوں کو اتنی عقل تھی کہ وہ اپنے میگزین کے بے مصرف استعمال سے گریز کر رہے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ ہوا میں چلائی جانے والی گولیاں کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔ کھیتوں میں گھسنے والے دشمن کو ہراساں کرنے کے لیے اِکّا دُکّا فائر بھی کافی تھے۔

''اب میرے ساتھ ساتھ رہنا۔ بچھڑ گئے تو ہم قیامت میں ہی مل سکیں گے!'' میں نے ریسٹ ہاؤس کے پچھلے دروازے سے کھیتوں کی طرف نکلتے ہوئے کہا۔

''ماسٹر! تمہارا موڈ بلاوجہ خراب ہو رہا ہے۔ میرے آدمیوں کا کیا قصور ہے۔ وہ وہی کر رہے ہیں جو انہیں بتایا گیا ہے۔'' چاؤفان نے دبے الفاظ میں احتجاج کیا۔

''تمہارے آدمی بہت قابل اور بہادر ہیں۔ مجھے ان

Downloaded from https://paksociety.com

سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔'' میں نے سرد لہجے میں جواب دیا ''میرا موڈ ٹھیک ہے۔ میں تمہیں حقیقت سے آگاہ کر رہا تھا۔ میں ان کھیتوں میں بھٹک گیا تو دوبارہ ادھر لوٹنا مشکل ہوجائے گا۔''

''تم فائرنگ کی آوازیں سن رہے ہو؟'' اس نے سوندھی خوشبو والے قد آدم سے زیادہ اونچے لہلہاتے کھیتوں میں گھستے ہوئے پوچھا۔

''یہ آوازیں پیدائشی بہرے بھی سن سکتے ہیں!''

''پتا نہیں تم میری ہر بات کا الٹا جواب کیوں دے رہے ہو!'' وہ الجھ کر بولا ''راجن کے مہمان کو میں نے نہیں بھگایا۔''

''یہ ہماری بلکہ ڈان کی ساکھ کا معاملہ ہے۔ وہ ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل گیا ہے۔ ہم نے اسے دوبارہ نہ پکڑا تو ہم سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہیں رہیں گے۔''

''ماسٹر! میں تمہاری طرح حساس نہیں ہوں۔'' وہ کھیتوں کے درمیان چھوڑے ہوئے تنگ راستے سے شاخیں ہٹاتے ہوئے بڑبڑایا ''بدمعاشی میں کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں اور کبھی کی راتیں۔ وہ آج ہمارے چنگل سے نکل گیا ہے تو کل ضرور پھنسے گا۔ اب چھوٹا راجن سے پہلے میں اس کے مہمان کو جہنم کا ایندھن بناؤں گا۔''

''ابھی تم فائرنگ کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟'' میں نے اسے یاد دلایا۔ میں اسے کیا بتاتا کہ سوبھراج مجھے اس طرح کئی بار زک دے چکا تھا۔

''مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میرے آدمی جوش میں کافی دور نکل گئے ہیں۔ وہ.....!''

میں نے چونک کر اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا ''کیا ان چاروں نے ریسٹ ہاؤس اور گاڑیوں کو لاوارث چھوڑ دیا ہے؟''

''دو اس کی تلاش میں گئے ہیں۔ بقیہ دونوں اپنی پوزیشنوں پر ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ جنگل میں نہ گھس جائیں!''

''کیا یہاں جنگل بھی ہے؟'' میں نے اپنے چہرے سے ٹکرانے والی نرم شاخیں ہٹاتے ہوئے پوچھا۔

''ماسٹر! کھیت زیادہ بڑے رقبے پر نہیں ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ہم بھی جنگل کے سرے پر ہوں گے۔ ادھر بھیڑیے وغیرہ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ رات کو جنگل میں گھسنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔''

''کیا یہ بات تمہارے آدمی نہیں جانتے؟''

''پتا نہیں!'' اس نے فکرمندی سے جواب دیا ''برا وقت آجائے تو آدمی جانی بوجھی باتیں بھی بھول جاتا ہے۔ تم سیدھے جا رہے ہو۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں دائیں بائیں بھی دیکھنا چاہیے۔ کھیتوں کے بیچ میں لگے ہوئے درختوں کی دیکھ بھال ضروری ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ یہیں کہیں چھپا ہوا ہو یا کسی درخت پر چڑھ گیا ہو۔''

''یہ تمہارا دیکھا بھالا علاقہ ہے تو میری رہنمائی کرو۔ میں یہاں اجنبی ہوں۔ اپنے آدمیوں کو جنگل میں گھسنے سے روکو۔ ہم ان کے انتظار میں زیادہ وقت برباد نہیں کریں گے۔''

''ہاں..... آں!'' وہ پُرخیال آواز میں بولا ''کچھ دیر بعد تیزی سے اجالا پھیلنا شروع ہوجائے گا۔ ہمیں دن نکلنے سے پہلے لوٹ جانا چاہیے۔''

وہ پگڈنڈی پر چلتے چلتے رک گیا۔ اس نے واکی ٹاکی پر ایک مرتبہ پھر اپنے آدمیوں سے بات کی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ چاروں واکی ٹاکی سرے سے استعمال نہیں کر رہے تھے۔ وہ لڑنے بھڑنے والے لوگ تھے۔ منظم ہوکر مضبوط کارروائی کرنا ان کے بس سے باہر تھا۔

فائرنگ کا سلسلہ تھم گیا۔ چاؤفان مجھے اپنے پیچھے آنے کی ہدایت کرکے پگڈنڈی سے اترا اور کھیت میں گھس گیا۔

مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ کس چیز کی فصل تھی۔ اہم ترین بات یہ تھی کہ سب پودے نیچے سے اوپر تک اتنے نرم اور لچکیلے تھے کہ انہیں کچل کر آگے بڑھنا دشوار نہیں تھا۔ نیچے زمین نرم اور دلدلی نہیں تھی۔ شاید فصل تیاری کے قریب تھی اس لیے کھیتوں کی آبیاری کا سلسلہ موقوف ہوچکا تھا۔

ہم بہت دیر تک کھیتوں میں بھٹکتے رہے۔ کئی گھنے درختوں کو دیکھ ڈالا لیکن کسی کا سراغ نہیں ملا۔ چاؤفان جنگل کے بھیڑیوں کا ذکر کرچکا تھا۔ اس نے ادھر سے کھیتوں میں گھس کر فصلیں خراب کرنے والے جنگلی سوروں کا تذکرہ کرکے مجھے مزید فکرمند کردیا۔ ذرا سی سرسراہٹ پر میں بھڑکنے لگا تو اس نے مجھے اطمینان دلایا کہ کھیتوں میں آنے والے بڑے جانور عموماً خاموشی سے نہیں آتے..... وہ سرسراہٹیں نسل در نسل پروان چڑھنے والے چوہوں کی بھاگ دوڑ سے پیدا ہو رہی تھیں جو پودوں کی جڑوں میں بل بنا کر رہتے ہیں۔ زیادہ پانی دینے والی فصلوں میں چوہے ناپید ہوجاتے ہیں۔ نم اور خشک کھیتوں میں ان کی بن آتی ہے۔

کئی کئی منٹ کے لمبے وقفوں سے ایک آدھ ہوائی فائر ہو رہا تھا۔ دور کی وہ آوازیں رفتہ رفتہ قریب آگئی تھیں۔ ہم

Downloaded from https://paksociety.com

نے آپس میں باتیں کرنے کا سلسلہ بھی موقوف کردیا۔ گہرے سناٹے میں ہماری آوازیں قریب چھپے ہوئے دشمن کو ہوشیار کرسکتی تھیں۔

کھیتوں میں خاصا وقت برباد کرنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ ہماری وہ کوششیں بے سود تھیں۔ فصل کی اونچائی آٹھ فٹ کے لگ بھگ تھی اور وہاں بھٹکتے ہوئے ہم سر سے پیر تک تاریکی اور سبزے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ پیش قدمی کرتے ہوئے سمت کا کوئی اندازہ ہو رہا تھا نہ گردوپیش سے باخبر ہونے کی کوئی صورت تھی۔

ہم چند قدم چلتے اور سن گن لینے کے لیے رک جاتے۔ اس وقت بصارت بالکل کام نہیں کررہی تھی۔ ہر طرف یکساں گھور اندھیرا اور سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ صرف چھٹی حس ہماری کچھ رہنمائی کررہی تھی۔

میں نے دل ہی دل میں سوبھراج کو کوسا۔ وہ جان بچانے کے لیے ریسٹ ہاؤس سے کھیتوں میں گھسا تھا۔ اس کے سامنے سمت کی کوئی اہمیت تھی نہ راستے کی۔ وہ صرف اور صرف اپنی جان بچانے کے لیے کوشاں تھا۔ میں اس کی اندھی تقلید میں اسی راہ پر چل پڑا تھا۔

''لعنت بھیجو اس مہم پر اور ان کھیتوں سے نکلنے کی کوشش کرو!'' میں نے جھنجلا کر اونچی آواز میں چاؤفان سے کہا۔

''ماسٹر! کیا ہوا..... تم اونچی آواز میں کیوں بول رہے ہو؟'' اندھیرے میں اس کی خیرزدہ سرگوشی سرسرائی ''دشمن چوکنا ہوجائے گا۔''

''سبزے میں گھس کر ہماری عقلیں گھاس چر گئی ہیں۔ سنا ہے کہ رات کو درخت اور پودے آکسیجن جذب کرکے کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں.....''

''ہاں..... ہاں! یہ میں نے بھی سنا ہے۔ سورج کی روشنی میں یہ عمل الٹ کر صحت افزا ہوجاتا ہے۔'' اس نے درمیان ہی میں میری تائید کی۔

''ہم تیزی سے آکسیجن کے قحط کا شکار ہورہے ہیں۔'' میں نے اپنی حماقت کا اعتراف کرنے کے بجائے سنجیدگی سے کہا ''میرا دم گھٹ رہا ہے۔ باہر نہ سہی تو کسی درخت کی طرف نکلو۔ اس کے سائے میں یہ اونچے پودے نہیں ہوں گے۔''

''قسمت ہی ادھر لے جاسکتی ہے۔'' چاؤ فان کی پژمردہ آواز سنائی دی ''مجھے تو یہاں کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا۔ بدھا کے توکل پر چل رہے ہیں۔''

''اپنے آدمیوں سے بات کرو۔ وہ ہم تک پہنچنے کی کوشش کریں۔''

''ماسٹر! ایک ہی بات ہے۔'' اس نے سمجھانے والے انداز میں کہا ''ہم ان تک پہنچ سکتے ہیں، نہ وہ ہم کو تلاش کرسکتے ہیں۔ ہم نے پگڈنڈیاں چھوڑ کر بڑی غلطی کی ہے۔ یہ.....''

''غلطی کی ہے تو اب اسے تم ہی بھگتو گے۔'' موقع ملتے ہی میں نے اس صورتِ حال کا سارا بوجھ بار اسی پر ڈال دیا۔

''ماسٹر! مجھے الزام نہ دو۔ ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ ویسے تم فکر نہ کرو۔ کھیتوں کے قطعات زیادہ بڑے نہیں ہیں۔ دس پندرہ منٹ تک ہم ایک ہی سمت میں بڑھتے رہے تو کوئی نہ کوئی پگڈنڈی وغیرہ مل جائے گی۔''

میں نے وحشت زدہ ہوکر اپنے سر پر پھیلے ہوئے پودوں اور پتوں کو دونوں ہاتھوں سے بے تابانہ انداز میں سمیٹا تو اوپر لوپ بوری کا تاروں بھرا سیاہ آسمان پھیلا ہوا تھا۔ اردگرد پودے ہی پودے تھے جو رات کی گھور تاریکی میں سبز کے بجائے سیاہ نظر آرہے تھے۔

چاؤفان فوری طور پر راجن کے مہمان کو بھول کر سیدھا ہولیا۔ وہ میری کہی ہوئی ہر بات پر دل و جان سے عمل کرنے کا قائل تھا جب کہ میں مسلسل سوبھراج کے بارے میں سوچے چار ہا تھا۔ میں نے چاؤفان سے جو کچھ کہا تھا وہ اپنے فیصلے کی غلطی کو چھپانے کی ایک کوشش کے سوا کچھ نہیں تھا۔

میں وقت گزارنے کے لیے چاؤفان سے چھیڑ چھاڑ کرتا رہا۔ اس دوران میرے ذہن میں ایک واضح حکمتِ عملی مرتب ہوتی جارہی تھی۔

آخرکار ہم ایک تناور درخت کے قریب کھیت سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔

''اب یہاں سے ہمیں واپسی کا راستہ دیکھنا ہے۔'' چاؤفان گہرا سانس لے کر بولا ''فصل اتنی اونچی ہے کہ زمین پر کھڑے ہوکر دور کا جائزہ نہیں لیا جاسکتا۔ میں درخت پر چڑھ کر جائزہ لیتا ہوں۔ روشنی نظر آہی جائے گی۔''

''درخت پر ضرور چڑھو مگر روشنی کے ساتھ کھیتوں کا بھی جائزہ لو۔'' میں نے اسے ہدایت کی ''جہاں بھی پودے یا پتے ہلتے نظر آئیں، ادھر گولی داغ دو۔''

''اوہ، ماسٹر! تم واقعی گریٹ ہو۔'' وہ خوش ہوکر بولا۔ ''ہمیں کھیتوں میں گھسنے کے بجائے ابتدا سے اس ترکیب پر عمل کرنا چاہیے تھا۔ پگڈنڈیوں کے سہارے ہم ایک سے دوسرے درخت تک پہنچ سکتے ہیں۔ دس پندرہ درختوں سے بہت بڑے علاقے کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ تم نے پہلے یہ بات کیوں نہیں بتائی تھی؟''

''ایسی باتیں آکسیجن کی کمی کی صورت میں سوجھ سکتی

Downloaded from https://paksociety.com

ہیں؟ تم درخت پر جا رہے ہو یا میں اوپر چڑھنے میں پہل کروں؟''

''میں روشنی نہیں ڈالوں گا۔ خاموشی سے دیکھ بھال کر کے اتر آؤں گا۔'' اس نے قریبی درخت کے تنے کی طرف بڑھتے ہوئے تائید طلب انداز میں کہا۔

چاؤفان کرتبی آدمی تھا۔ لمحہ بھر کے لیے اس گھنے درخت کے قریب رکا اور پھر اس کی جھکی ہوئی شاخوں میں سے ایک کا سہارا لے کر کسی بندر کی سی پھرتی سے اوپر چڑھتا چلا گیا۔ میں خاموشی سے اس کے اترنے کا انتظار کرتا رہا۔

چند منٹ بعد وہ مایوس ہو کر لوٹ آیا۔ تاحدِّ نظر اسے کوئی مشکوک جنبش نظر نہیں آئی تھی۔ اس نے دوسری خوش خبری یہ سنائی کہ اتنی دیر سے ہم ایک ہی دائرے میں بھٹکتے رہے تھے اور ریسٹ ہاؤس سے زیادہ دور نہیں نکلے تھے۔

وقت کی بربادی پر دل ہی دل میں کف افسوس ملنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اگر سوبھراج مسلسل حرکت میں رہا تھا تو یقیناً ہماری دسترس سے دور نکل چکا تھا۔ مجھے شبہ تھا کہ چاؤفان کے آدمیوں کی دھواں دھار فائرنگ کے خوف سے اس نے براہِ راست فرار کا خطرہ مول نہیں لیا ہوگا۔ کچھ دور تک کھیتوں میں گھسنے کے بعد خاموشی سے اندر ہی دبک کر بیٹھ گیا ہوگا۔

اسے معلوم تھا کہ اس کی تلاش میں آنے والے اس کے خون کے پیاسے تھے اور ان کا قانون کے مقامی رکھوالوں سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا، اندھیرا چھٹنا شروع ہوتا تو وہ بھی میدان میں جمے نہیں رہ سکتے تھے فائرنگ اور تلاش کا سلسلہ ختم ہو جاتا تو صبح کا اجالا پھیلنے کے بعد وہ کسی بھی طرف سے باہر نکل کر اپنی جان بچا سکتا تھا۔

اس وقت میری رسٹ واچ ساڑھے تین بجا رہی تھی اس کا مطلب تھا کہ ہمیں ریسٹ ہاؤس کے پچھلے دروازے سے نکل کر کھیتوں میں اترے ہوئے آدھے گھنٹے سے بھی کم وقت ہوا تھا لیکن یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم گھنٹوں سے اس مہم میں مصروف ہوں۔

چاؤفان کے آدمیوں کی طرف سے چلائی جانے والی گولیوں کا درمیانی وقفہ مزید بڑھ چکا تھا۔ کسی بھی پختہ کار مجرم کے لیے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں تھا کہ وہ فائرنگ کسی ہدف پر نہیں بلکہ اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لیے کی جا رہی تھی۔

واضح راہِ عمل طے ہو جانے کے بعد ہم نے پودوں سے گھرے ہوئے تنگ اور کچے راستوں سے دور درخت تک پہنچنے میں بہت تیزی دکھائی۔ کھلے آسمان تلے آجانے کے بعد سمتوں کا تعین بھی سہل ہو گیا تھا۔ یکے بعد دیگرے ہم نے بارہ درختوں پر چڑھ کر ان کے گرد و پیش کا جائزہ لے ڈالا لیکن کامیابی کی کوئی کرن نظر نہ آسکی۔

تیرہواں درخت مجھے سر کرنا تھا تین درختوں کے بعد چاؤفان کا جوش و خروش ٹھنڈا ہو گیا اور ہم نے باریاں طے کر لی تھیں اونچے تنے والے درختوں پر اس نے خود طبع آزمائی کی تھی۔

میں پتوں اور شاخوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے خاصی بلندی تک پہنچا تو مجھے ایک جانب کھیت کے پتے زور زور سے ہلتے نظر آئے میں نے قریبی شاخ پر اپنی جگہ بنا کر اس طرف نظریں جما دیں' پتوں وغیرہ کی وہ حرکت آہستگی سے آگے سرکت کرتی ہوئی نظر آئی تو ابتدا میں مجھے نظر فریبی کا اندیشہ ہوا۔

چند لمحے تک وہیں نگاہیں مرکوز رکھنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ ان پودوں کے درمیان سے کوئی وزنی جان دار گزر رہا تھا۔

وہ کسی شک و شبے میں پڑنے کا موقع نہیں تھا میں نے درخت کی شاخ پر اپنا توازن بہتر کرتے ہوئے رائفل اٹھائی۔ میں اس وقت برسٹ کا غیر متوازن جھٹکا برداشت کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا میں نے اندازے سے اپنے ہدف کی زمینی پوزیشن کا تعین کرتے ہوئے ایک گولی چلا دی۔

فضا ایک بے ساختہ انسانی چیخ سے لرز اٹھی اور کھیت میں زلزلہ سا آ گیا چیخ کا کوئی لب و لہجہ نہیں ہوتا لیکن آواز کے بھاری پن سے مجھے یقین تھا کہ میری چلائی ہوئی گولی نے سوبھراج کے بدن کا کوئی حصہ چاٹا تھا، وہ آواز چاؤفان کے کسی مقامی ساتھی کی نہیں ہو سکتی تھی۔

اپنے مقدر کی اس یاوری پر میرا دل خوشی سے لبریز ہو گیا' بے اختیار جی چاہا کہ درخت کی اس اونچی شاخ سے چھلانگ لگا کر میں فضا میں اڑتا ہوا زخمی سوبھراج پر جا پڑوں لیکن درخت اونچا تھا فاصلہ طویل تھا۔ ایسی پر جوش مہم جوئی احمقانہ خودکشی پر منتج ہو سکتی تھی میں نے اپنے ہیجان پر قابو پا کر بہت تیزی سے نیچے اترنا شروع کر دیا۔

درخت سے اترتے ہوئے میں نے آخری لمحات تک پودوں کی جنبشوں پر نگاہ رکھنے کی کوشش کی تھی اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ سوبھراج زخمی ہونے کے بعد اندھا دھند اس طرف بھاگا تھا جدھر' چاؤفان کے بیان کے مطابق کھیتوں کا سلسلہ جنگل کی ابتدا پر ختم ہو جاتا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''ماسٹر! تم نے کمال کا نشانہ لگایا ہے۔'' میرے نیچے پہنچتے ہی چاؤ فان والہانہ انداز میں مجھ سے بغل گیر ہوگیا ''ڈان اچھے نشانہ بازوں کی بہت عزت کرتا ہے مگر مجھے حیرت ہے کہ گولی چلنے پر اس درخت سے ایک پرندہ بھی چیختا ہوا نہیں اڑا۔''

بعض اوقات چاؤ فان کو ایسی ہی انوکھی باتیں سوجھتی تھیں' دل تو یہ چاہا کہ بے وقت کی اس راگنی پر اسے جھاڑوں مگر اس نے میرے نشانے کی تعریف کی تھی میں نے اس کا دل رکھنے کے لیے نرمی سے کہا ''درختوں میں بسیرا کرنے والے سارے پرندے تمہارے آدمیوں کی چاند ماری نے پہلے ہی اڑا دیے ہیں۔ اب وقت خراب مت کرو ورنہ زخمی شکار نکل جائے گا۔''

میں نے اس کا ہاتھ تھاما اور درخت کے سائے سے کھیت کی طرف دوڑ لگا دی۔

کھیت میں چند قدم دور تک گھسنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ وقتی جوش میں آکر میں غلطی کا اعادہ کرنے جا رہا تھا، کھیت میں گھس کر ہم کبھی سوبھراج تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

''باہر نکلو!'' میں نے اسی لمحے مڑتے ہوئے کہا ''ہمیں پگڈنڈیاں پکڑ کر جنگل کی طرف پہنچنا ہے اس کا رخ اس سمت میں تھا وہ سیدھا جائے گا۔''

''زخم کاری ہے تو وہ درمیان میں ہی ڈھیر ہو جائے گا۔''

''پھر دوسرے لوگ اسے زندہ یا مردہ حالت میں کھیتوں سے برآمد کریں گے ہم بھٹک کر اپنا وقت برباد نہیں کریں گے۔'' .... میں نے اس کے ساتھ ایک راستے پر تیزی سے بڑھتے ہوئے کہا۔

ہمارے دونوں طرف پودوں کی اونچی اور خنک باڑ کھڑی ہوئی تھی ہم دوڑنے کی رفتار سے اس تنگ ناہموار اور کچے راستے پر آگے بڑھ رہے تھے۔ میں نے خاموشی اختیار کرلی تھی میرے کان دائیں طرف سے کھیتوں پر لگے ہوئے تھے کیونکہ میں نے سوبھراج کو اسی طرف گولی ماری تھی۔

پگڈنڈیاں سیدھی نہیں تھیں' مقامی کسانوں نے اپنی اپنی ملکیت اور سہولت کے حساب سے وہ راستے چھوڑے ہوئے تھے جو بھول بھلیاں سے کم نہیں تھے۔

''ماسٹر! میرے آدمی اب بلاوجہ اپنا میگزین برباد کر رہے ہیں۔'' راستے میں چاؤ فان نے ہانپتے ہوئے کہا ''یہ آوازیں کسی سوئے ہوئے پولیس افسر کے کان میں پڑ گئیں تو وہ اسی وقت وردی پہن کر ادھر آجائے گا تم کہو تو یہ غیر ضروری فائرنگ رکوا دوں!''

''رکوا دو!'' میں نے اس کے مشورے کی افادیت بے چون و چرا قبول کرلی۔'' اگر تم شکار کا بوجھ اپنے کندھے پر اٹھا سکو تو دونوں آدمیوں کو واپس لوٹ کر ہمارا انتظار کرنے کے لیے کہہ دو۔''

''ماسٹر! بوجھ ڈھونے کا چکر چھوڑو۔'' اس نے میرے دل کی بات کہہ دی ''وہ مل جائے تو اس کے مغز میں بھی ایک گولی اتار دو اور خاموشی سے ہلکے پھلکے لوٹ چلو' وہ چھوٹا راجن کا مہمان ہے' اس کی لاش وہی اٹھوائے گا یا پھر پولیس لے جائے گی۔''

''جو چاہو کرو۔'' میں نے اسے کھلی چھوٹ دے دی۔

''کھویا ہوا شکار مل جانے کی خوشی میں اس وقت تمہیں کھلی آزادی حاصل ہے۔''

ہم دونوں کے سانس چڑھے ہوئے تھے چاؤ فان نے اپنی رفتار برقرار رکھتے ہوئے اسی حالت میں واکی ٹاکی پر اپنے آدمیوں کو واپسی کا حکم دے دیا۔

''اب تک تم نہ جانے کتنے موڑ گھوم چکے ہوں' کھیتوں کا سرا اب بھی نظروں سے اوجھل ہے۔'' میں نے اپنے سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے اس سے کہا۔

''فکر نہ کرو' آسمان نظر آتا رہے تو چاؤ فان کے اندازے قطب نما سے زیادہ سچے ثابت ہوں گے۔'' اس نے بے پروایانہ لہجے میں جواب دیا۔

اچانک اس کے واکی ٹاکی پر پہلی بار اس کے کسی آدمی کا پیغام آیا۔

بات مکمل کر کے اس نے مجھے بتایا کہ لوپ پوری کے کسی دور افتادہ حصے میں پولیس کار کے سائرن کی ہلکی سی ڈوبتی ابھرتی آواز نے اس کے دو آدمیوں کو تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔

چاؤ فان نے وہ خبر سنتے ہی اپنے آدمیوں سے کہا کہ وہ ریسٹ ہاؤس اور اس کے قریب سے اپنی دونوں گاڑیاں کچے میں اتار لے جائیں تاکہ گشت پر آنے والوں کی ان پر نظر نہ پڑ سکے۔ اس نے ان دونوں کو بقیہ دونوں کی واپسی کے بارے میں بھی بتا دیا۔ وہ دونوں اس بارے میں ہونے والی گفتگو اپنے واکی ٹاکی پر پہلے ہی سن چکے تھے۔

مجھے خوشی ہوئی کہ چاؤ فان نے اس بارے میں مجھ سے مشورہ کرنے کی ضرورت محسوس کیے بغیر اپنے آدمیوں کو موزوں ہدایات دے دی تھیں۔ اپنی یک جائی کے بعد ان چاروں کو کچے میں رک کر میری اور چاؤ فان کی واپسی کا انتظار

Downloaded from https://paksociety.com

کرنا تھا۔ انہیں ریسٹ ہاؤس کی نگرانی سے فوری طور پر ہٹا دیا گیا تھا۔ کیونکہ سوبھراج کی غیر متوقع دریافت کے بعد اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

''ہماری پیش قدمی کی رفتار بہت سست ہے۔'' مزید کچھ دیر تک خاموشی سے پیش قدمی کرنے کے بعد میں نے۔ پُرتشویش لہجے میں سرگوشی کی۔ ''کھیتوں کا سلسلہ شیطان کی آنت کی طرح دراز ہوتا جا رہا ہے۔ اب تک راجن کا مہمان باہر نکل گیا ہوگا۔''

''تم دیکھ چکے ہو کہ ان ناہنجار کھیتوں سے باہر نکلنا کتنا مشکل ہے۔'' اس نے مجھے دلاسا دیا ''وہ نکل بھی گیا تو جنگل میں گھسنے کی ہمت نہیں کرے گا' ان ہی اطراف میں بھٹکتا رہے گا۔ جس شخص کو اس علاقے سے ذرا بھی واقفیت ہوگی وہ گیدڑوں' بھیڑیوں اور سوروں کی آماجگاہ میں نہیں گھسے گا۔''

رات کے گہرے سکوت میں ہماری تھکا دینے والی پیش قدمی جاری رہی۔ چاؤ فان نے ہوا میں تبدیلی کا اندازہ کرتے ہوئے مجھے خوش خبری سنائی کہ ہم جنگل کے قریب پہنچ چکے تھے۔

مجھے جنگلوں کی سیر کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ میں نے جنگلی جانوروں کی آوازیں نہ آنے کے بارے میں حیرت کا اظہار کیا تو چاؤ فان نے اپنی علمیت بگھارتے ہوئے بتایا چند شب بیدار پرندوں کے سوا رات کو انسان کی طرح ہر جان دار آرام کر رہا ہوتا ہے۔ بھوک کے ہاتھوں ستائے ہوئے وہ درندے راتوں کو شکار کی گھات میں سرگرداں رہتے ہیں جنہیں دن کی روشنی میں خوراک میسر نہیں آتی۔

لوپ بوری کے اس مضافاتی جنگل میں بسنے والے درندے شاید آسودہ شکم تھے یا پھر خاموشی سے اپنے شکار کی تلاش میں تھے۔ ان کی خاموشی کے بارے میں میری تشویش رفع ہوگئی۔

وہ سکوت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکا۔ یکایک فضا متعدد خوفناک حیوانی آوازوں سے گونج اٹھی۔ جنگل میں موجود درندوں نے اچانک اپنی موجودگی کا احساس دلانا شروع کر دیا۔ وہ بھونکنے' غرانے اور ہونکنے کی عام آوازیں نہیں تھیں۔ ان میں وحشیانہ جوش جھلک رہا تھا۔ پھر ان آوازوں میں لرزہ خیز انسانی چیخیں بھی شامل ہوگئیں۔

رات کے پُرہول اندھیرے میں ابھرنے والی دردناک انسانی چیخیں سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ انسانی چیخوں میں بے بسی اور موت کی دہشت رچی ہوئی تھی' حیوانی آوازیں جوش اور اشتعال میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ منظر نگاہوں کے سامنے نہ ہونے کے باوجود یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ بھیڑیوں کے غول نے کسی انسان پر حملہ کر دیا تھا۔

میرے ذہن میں سوبھراج کی تکبر اور نخوت میں ڈوبی ہوئی تصویر ابھر آئی۔ وہ ایک مدت سے اپنی جان بچانے کے لیے مسلسل بھاگ رہا تھا۔ اس کا وقت پورا نہیں ہوا تھا اس لیے قسمت اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ اس نے یکے بعد دیگرے مجھے کئی جل دیے تھے اور موت سے امان پانے کے لیے کراچی سے فرار ہو کر بنکاک آ گیا تھا۔

وہاں اس نے جس انداز میں امریکی فوجیوں کو نچا دیا' اس سے میری مایوسی میں بہت اضافہ ہوا تھا۔ جنگل کی طرف سے آنے والی ملی جلی انسانی چیخوں اور حیوانی غراہٹوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ سوبھراج کو قدرت کی طرف سے ملی ہوئی ڈھیل ختم ہو چکی تھی۔

وہ اپنی بدقسمتی کی بنا پر میرے ہاتھوں گولی کا زخم کھا چکا تھا اور مزید مار کھانے سے بچنے کے لیے غیر ارادی طور پر کھیتوں سے جنگل کی طرف بھاگ رہا تھا۔

اس کے کچھ سانس باقی ہوتے تو وہ بھی ہماری طرح گنجان کھیتوں میں بھٹک کر کسی اور راہ پر نکل سکتا تھا لیکن فرشتہ اجل کے نادیدہ ہاتھ اسے اس کے عبرت ناک انجام کی طرف ہانک رہے تھے۔ وہ کھیتوں میں بھٹکنے کے بجائے تیر کی طرح سیدھا نکلتا چلا گیا اور ہمارے پہنچنے سے پہلے جنگل میں داخل ہوگیا۔

وہ زخمی تھا۔ اس کے بدن کے کسی حصے سے تازہ لہو بہہ رہا تھا۔ جنگل کی کھلی فضا میں خون کی اس بو نے یقینی طور پر بھوکے درندوں کے کسی غول کو اس کی طرف متوجہ کر دیا تھا اور وہ یک جا ہو کر زخمی سوبھراج پر ٹوٹ پڑے تھے۔

''ماسٹر! وہ تو مارا گیا۔'' چاؤ فان نے انکشاف کرنے والے انداز میں کہا ''یہ آوازیں بتا رہی ہیں کہ جنگل کے بھوکے بھیڑیے چھوٹا راجن کے مہمان کے بدن کو نوچ اور بھنبھوڑ رہے ہیں۔''

''تم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ ادھر آدم خور بھیڑیے پائے جاتے ہیں!''

''بھیڑیے آدم خور نہیں ہوتے۔ وہ صرف خون کی بُو پر لپکتے ہیں۔ وہ تمہارے ہاتھوں زخمی نہ ہوا ہوتا تو شاید بھیڑیے بھوک کے باوجود اس کے قریب نہ جاتے' ڈر کر دور بھاگ جاتے۔''

سوبھراج کی جگر خراش چیخیں تیزی سے دم توڑتی چلی گئیں۔ درندے اپنے زخمی اور دہشت زدہ شکار پر بہت

Downloaded from https://paksociety.com

پھرتی سے غالب آئے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ غیر ارادی طور پر ہم دونوں کے بھاگنے کی رفتار سست ہوگئی تھی۔ کچھ اندازہ نہیں تھا کہ وہ سستی تکان کے باعث آئی تھی یا سوبھراج کے غیر متوقع انجام نے ہمارے اعصاب پر کوئی اثر ڈالا تھا۔

آخر کار کھیتوں کا سلسلہ اچانک ختم ہوگیا اور ہم کھلی فضا میں نکل آئے۔ ہمارے سامنے چھدرے جنگل کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔

انسانی آوازیں مفقود ہوچکی تھیں۔ درندوں کی غراہٹوں میں وحشیانہ جوش کی جگہ آسودگی نے لے لی تھی۔ وہ اپنے شکار کو زیر کرنے کے بعد شاید اپنی آتش شکم بجھا رہے تھے۔

چاؤفان نے اپنی سرچ لائٹ روشن کرلی۔ اسے مجھ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ ہولیا۔

سرچ لائٹ کی دور تک پھیلی ہوئی تیز روشنی میں جنگل کا سلسلہ بتدریج گھنا ہوتا ہوا نظر آرہا تھا۔ ہم دونوں خاموشی سے حیوانی آوازوں اور آہٹوں کی سمت میں بڑھتے رہے۔

جنگل کا وہ سلسلہ دشوار گزار نہیں تھا۔ ہمیں زیادہ دور نہیں چلنا پڑا۔ ہمیں زمین پر پڑی ہوئی انسانی لاش سے چمٹے ہوئے چھ سات بھیڑیے نظر آگئے جو اپنے اپنے حصے کے اعضا کو نوچ رہے تھے۔

روشنی پڑتے ہی بھیڑیے چوکنا ہوگئے۔ شکار کو بھول کر وہ سب ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کی بلّور کی طرح چمکتی ہوئی گرسنہ آنکھوں سے بھوکا تجسس جھانک رہا تھا۔ انہوں نے ہمارے پہنچنے سے پہلے اپنے شکار کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا تھا۔

بھیڑیوں کی تھوتھنیوں سے زمین تک خون میں لتھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھوں اور پیروں کے بیشتر حصے بھیڑیوں کے خالی معدوں میں اتر چکے تھے۔ سینہ اور پیٹ چاک ہو چکا تھا۔ بے جان چہرہ دھڑ سے تقریباً ایک فٹ دور پڑا ہوا تھا۔ گردن الگ نہیں ہوئی تھی، بھیڑیوں نے اسے ادھیڑ ادھیڑ کر لمبا کردیا تھا۔

چاؤفان نے اپنے ہاتھ میں موجود سرچ لائٹ اس بے نور چہرے پر مرکوز کردی جو لمبی اور گہری خراشوں کے سبب خون میں نہا کر ڈراؤنا ہو چکا تھا۔ وہ سوبھراج کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔

''آدمی بہت جان دار تھا..... اپنے زخم کی وجہ سے مارا گیا!'' چاؤفان بڑبڑایا۔

''رک کیوں گئے..... بڑھتے رہو۔ یہ جانور روشنی سے ڈر کر بھاگ جائیں گے۔''

''بھوکے انسان اور جانور پر یکساں اثر کرتی ہے۔ اسے توڑ کر رکھ دیتی ہے یا بالکل بے خوف بنا دیتی ہے۔ جانور روشنی اور انسان سے ڈر کر بھاگتے ہیں مگر اس وقت یہ خطرناک ہوگئے ہیں۔ اپنے منہ کا لقمہ چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے، ہم پر حملہ کردیں گے۔''

چاؤفان سچ کہہ رہا تھا۔ بھیڑیے اپنی جگہ جمے کھڑے تھے اور ہماری طرف دیکھے جارہے تھے۔ ان کے خون آلود دہانوں میں سوبھراج کے بدن کی مختلف چھوٹی بڑی ہڈیاں دبی ہوئی تھیں۔

''لاش اٹھائے جانے کے قابل نہیں رہی۔'' قدرے توقف کے بعد چاؤفان نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''ویسے بھی یہ کام چھوٹا راجن کے کرنے کا ہے۔ تھوڑی دیر بعد یہاں ہڈیوں کا پنجر پڑا رہ جائے گا۔ خون کی بو پر دوسرے بھیڑیے اور گیدڑ وغیرہ بھی اس دعوت میں شامل ہوجائیں گے۔ چہرہ تک گوشت سے خالی ہوکر نا قابلِ شناخت ہوجائے گا۔ اب اسے کپڑوں کی دھجیوں اور چیتھڑوں سے ہی پہچانا جاسکے گا۔''

سوبھراج نے اپنے ملک اور قوم سے کھلی غداری کی تھی۔ اسے ہم لوگوں نے بہت ہلکان کیا تھا لیکن اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اسے کوئی بڑی جسمانی سزا دینے میں کامیاب نہیں ہوسکے تھے۔ سوبھراج اپنی زندگی کے آخری لمحے تک ہماری گرفت سے پھسل کر نکلتا رہا مگر وقت کا بے رحم پہیا اس کے خلاف حرکت میں آچکا تھا۔ قدرت اسے زمین پر بسنے والوں کے لیے عبرت کا نمونہ بنانے کا فیصلہ کرچکی تھی۔ وہ ایسی عبرت ناک موت کا شکار ہوا تھا جو دلوں کو دہلا دینے والی تھی۔

اس کی ارتھی اٹھنے کی گنجائش رہی تھی نہ اسے کوئی سمادھی نصیب ہوسکتی تھی۔ صبح کے اجالے میں اس کی زمین پر بکھری ہوئی خستہ وشکستہ ہڈیاں چن کر تحقیق وتفتیش کی جاتی پھر ہڈیوں کے اس ڈھیر کو سوبھراج کے نام پر چتا کی آگ میں جلا دیا جاتا۔

میں لرز کر رہ گیا۔ سوبھراج کے ساتھ آخرت میں جو کچھ ہونا تھا سو ہونا تھا، قدرت نے اسے دنیا میں ہی اس کا مقام اور انجام دکھا دیا تھا۔

''ماسٹر! معلوم ہورہا ہے کہ تم خاموش کھڑے ہوکر مرنے والے کا سوگ منا رہے ہو!'' اس بار بھی چاؤفان نے ہی سکوت توڑا اور میں ایک جھرجھری لے کر پھیکے انداز میں ہنس پڑا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''سوگ نہیں منا رہا۔ مجھے قلق ہے کہ میں اپنے ہاتھوں سے اسے نہیں مار سکا۔''

''مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی۔ تم ہر وقت افسار کے سمندر میں غوطے لگاتے رہتے ہو۔ میرے حساب سے تم ہی نے اسے اس انجام کو پہنچایا ہے۔ وہ تمہاری چلائی ہوئی گولی سے زخمی نہ ہوا ہوتا تو سو بھیڑیوں کا غول بھی اسے دیکھتے ہی ڈر کر بھاگ جاتا۔''

چاؤفان نے سوبھراج کی موت کا سوگ منانے کا طعنہ دے کر میرے کان کھڑے کر دیے تھے۔ میں نے سوبھراج کی باقیات کو بھیڑیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر اسی لمحے واپس لوٹنے کا فیصلہ کر لیا۔

وا کی ٹا کی پر اپنے آدمیوں کو اپنی واپسی کی اطلاع دینے کے بعد چاؤفان نے افسردگی سے کہا ''میرے حساب سے اس کھیل میں ایک بڑی گڑبڑ ہوئی ہے۔ چھوٹا راجن کو یہ پتا نہیں چل سکے گا کہ اس کے مہمان کو ہم لوگوں نے مارا ہے۔ وہ سمجھے گا کہ اس کا مہمان جنگلی جانوروں کا شکار ہوا ہے۔''

چاؤفان کا وہ اندیشہ بے بنیاد تھا۔ چھوٹا راجن اتنا بے وقوف نہیں تھا کہ ریسٹ ہاؤس کے پختہ برآمدے سے اپنے ڈرائیور کی لاش برآمد ہونے کے باوجود سوبھراج کی ہلاکت کو کسی اتفاقی حادثے کا نتیجہ سمجھتا۔

وہ اپنی زیرزمین دنیا کا ایک گھاگ آدمی تھا۔ اسے یہ بات سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہونی چاہیے تھی کہ ڈرائیور کی ہلاکت کے بعد سوبھراج کو اپنے دشمنوں سے جان بچا کر ریسٹ ہاؤس سے فرار ہونا پڑا اور وہ زخمی حالت میں جنگلی درندوں کی خوراک بن گیا۔

بچی کھچی ہڈیوں کے طبی تجزیے کے نتیجے میں یہ بات آسانی سے سامنے آ سکتی تھی کہ مرنے سے پہلے متوفی کے جسم پر گولی کا زخم آ چکا تھا۔ گولی لگنے کے بعد سوبھراج نے جس بے ساختگی سے دردناک چیخ ماری تھی' اس کی بنا پر مجھے کامل یقین تھا کہ میری چلائی ہوئی گولی نے اس کی جلد اور گوشت کے ساتھ اس کے بدن کی کسی نہ کسی ہڈی کو بھی گہرا نقصان پہنچایا تھا۔

واپسی کے سفر میں ہم دونوں بے خوف و خطر ہو کر باتیں کر رہے تھے۔ میری وہ وضاحتیں ذرا مشکل سے چاؤفان کی عملی کھوپڑی میں سما سکیں۔ پوری بات سمجھ لینے کے بعد اس کی خوشی کا ٹھکانا نہیں رہا۔ اس کے لیے یہ بہت بڑی بات تھی کہ چند روز کے قلیل عرصے میں چھوٹا راجن کو ہمارے ہاتھوں سنگین جانی اور مالی نقصانات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

اس وقت تک اسے اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ سوبھراج سے میری پرانی دشمنی چل رہی تھی۔ اس کا سارا دھیان صرف اور صرف راجن پر مرکوز تھا۔ وہ بدستور اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ میں راجن کے مہمان کو مار کر اسے بالواسطہ طور پر زک پہنچانا چاہتا تھا۔

ہم واپس ریسٹ ہاؤس تک پہنچے تو چار بج چکے تھے۔ آسمان پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک گہری سیاہ چادر پھیلی ہوئی تھی۔ بظاہر حالات پرسکون نظر آ رہے تھے۔

واپسی پر ہمیں ریسٹ ہاؤس میں داخل ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم دونوں اس کے گرد گھوم کر آگے کی طرف پہنچے تو سفید لینڈ کروزر اپنے سواروں سے محروم ہو کر جوں کی توں کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے آس پاس کسی متنفس کا پتا نہیں تھا۔

''یہاں سناٹا ہے۔ سائرن کی آواز والے قصے کا کیا بنا؟'' میں نے پوچھا۔

''ادھر کوئی نہیں آیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آواز ختم ہو گئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ کسی مریض کو اسپتال لے جانے کے لیے ایمبولینس سڑک پر آئی ہو۔'' چاؤفان کا جواب اطمینان بخش تھا۔

اپنے آدمیوں سے آخری بار بات کرتے ہوئے اس نے گاڑیوں کی پوزیشن کے بارے میں معلوم کر لیا تھا۔ مجھے دور دور تک دونوں گاڑیوں کا نام و نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔ چاؤفان نے اطمینان سے میرے ساتھ سڑک عبور کی اور کچے میں اتر گیا۔

گاڑیاں سڑک سے زیادہ دور نہیں تھیں۔ رخ سیدھا ہوتے ہی مجھے گاڑیاں نظر آ گئیں۔ وہ چاروں ان کے قریب موجود تھے۔

انہوں نے اپنے طور پر ہوشیاری دکھائی۔ سرخ کار کی ڈکی کھلی ہوئی تھی اور گاڑی کو جیک لگا کر ایک پہیا پہیا زمین سے اوپر اٹھا دیا گیا تھا جیسے اس میں کوئی خرابی ہو گئی ہو۔

ہمارے پہنچنے پر چاؤفان نے انہیں کام ہو جانے کی نوید سنائی۔ چاروں نے پُرجوش انداز میں اپنے مکے فضا میں لہرا کر خوشی کا اظہار کیا۔ ایک نے لپک کر جیک اتارنا شروع کر دیا۔

میں چاؤفان کے ساتھ اس کی کالی اکارڈ میں سوار ہو گیا۔ چابی اگنیشن میں لگی ہوئی تھی۔ اس نے انجن اسٹارٹ کیا اور اپنے پیچھے دھول اڑاتا ہوا تیزی سے سڑک پر چڑھ گیا۔

''رات کالی ہو چکی ہے۔ ہم آرام سے چلتے رہے تب بھی دن نکلنے سے پہلے بنکاک پہنچ جائیں گے۔'' میں نے

Downloaded From https://paksociety.com

نرمی سے اسے سمجھایا۔

''ماسٹر! ان ذرا سی باتوں پر مجھے نہ ٹوکا کرو۔'' اس نے میری بات کا برا منائے بغیر خوش دلی سے کہا۔

''چھوٹے موٹے قوانین توڑنا میری ہابی ہے' بڑے قانون توڑنا میرا پیشہ ہے..... تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ ٹریفک سگنل کو توڑ کر یا ایکسپریس وے پر رفتار کی حد سے تجاوز کر کے کتنا مزہ آتا ہے۔ دراصل تم اس لائن کے آدمی نہیں ہو۔ چھوٹا راجن کی دشمنی تمہیں میرے اور ڈان کے قریب لے آئی ہے۔''

''میں قانون کی نہیں' اپنی جان کی حفاظت کی بات کر رہا تھا۔'' میں نے برا سا منہ بنا کر کہا'' قانون بھی تمہارا ہے اور ملک بھی..... اس کے ساتھ جو سلوک چاہو کرتے رہو۔ بس مجھے یہاں سے زندہ لوٹنے کا موقع ضرور دے دینا۔''

چاؤ فان محظوظ ہونے والے انداز میں ہنسا اور بولا'' ماسٹر! تم باتیں بہت مزے کی کرتے ہو..... واہ! کیا بات ہے کہ قانون بھی ہمارا ہے اور ملک بھی۔ یہ بات پولیس والوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ ہر جگہ قانون کے ٹھیکے دار بنے ہوئے ہیں ایک آزاد ملک کے آزاد شہری کو اپنی مرضی اور خوشی کا ہر کام کرنے کی آزادی ہونی چاہیے!''

اس بدمعاش نے مجھے باتوں میں لگا کر گاڑی کی رفتار بڑھا دی تھی۔ اس معاملے میں اس کے ساتھ سر کھپانا بے سود تھا' میں نے گاڑی کی پشت گاہ سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

''یہ دنیا کی محفوظ ترین گاڑیوں میں شمار ہوتی ہے۔'' اپنی بات جاری رکھتے ہوئے اس نے اسٹیرنگ وہیل پر ہتھیلی مار کر مجھے چونکا دیا۔ وہ کہہ رہا تھا'' گردن کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے ہیڈ ریسٹ ہے' ڈیش بورڈ سے تصادم کو سیٹ بیلٹ روکتی ہے اور پھر اس میں ائر بیگ بھی ہیں۔ ڈیڑھ سو کلومیٹر فی گھنٹے کی رفتار سے آمنے سامنے کا تصادم ہو تب بھی سوار بچ جاتے ہیں۔ پسلیاں تک نہیں ٹوٹتیں.....!''

''چاؤ فان خدا کا خوف کرو۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا'' ابھی ہم لوپ بوری میں ہیں۔ ایکسپریس وے دور ہے لیکن اسپیڈ میٹر کی سوئی سو کے ہندسے سے آگے جا رہی ہے۔''

''یہی تو کمال کی بات ہے!'' وہ خوش ہو کر بولا'' اسپیڈو میٹر پر نظر نہ ڈالو تو پتا ہی نہیں چلتا کہ گاڑی کس رفتار سے اڑی جا رہی ہے۔ اس گاڑی میں پرنہیں ورنہ چھوٹا راجن کا منہ کالا کرنے کی خوشی میں گاڑی کو سڑک سے اوپر اڑانے کو جی چاہ رہا ہے۔''

اس وقت وہ بغیر پیے سرور میں آیا ہوا تھا۔ ہماری مہم کے خوشگوار انجام نے اس پر ضرورت سے زیادہ مثبت اثرات ڈالے تھے۔ میں نے چپ سادھ لی۔

ہماری وہ پوری رات جاگتے ہوئے اور بھاگ دوڑ میں گزری تھی۔ ائر کنڈیشنڈ گاڑی کی نرم اور آرام دہ سیٹ میسر آئی تو ذہن پر بے اختیار اونگھ سوار ہونے لگی۔ جب تک میں چاؤ فان سے الجھتا رہا' ذہن چوکنا رہا لیکن آرام کے ساتھ خاموشی سونے پر سہاگا ثابت ہوئی اور مجھ پر باقاعدہ غنودگی نے حملہ کر دیا۔

واقعہ بہت تازہ اور چشم دید تھا۔ ذہن گرد و پیش سے جوں ہی غافل ہوا' خونی بھیڑیوں کے غول میں پھنسی ہوئی سوبھراج کی بگڑی ہوئی لاش میری چشم تصور میں آموجود ہوئی میں نے اپنی زندگی میں بہت سی لاشیں دیکھی تھیں جن میں کوئلہ بنے ہوئے سوختہ انسانی جسم بھی شامل تھے مگر جو برا حشر سوبھراج کا ہوا تھا وہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

ہم وہاں پہنچے تو سوبھراج زندگی کی قید و بند سے آزاد ہو چکا تھا۔ میری خیال انگیزی اس سے پہلے چلی گئی۔ میں نے سوبھراج کو زندگی کے لیے خوں خوار بھیڑیوں کی یلغار سے بچتے اور اعضا سے محروم ہوتے ہوئے دیکھا تو مجھے بے اختیار جھرجھری آ گئی اور میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔

''ماسٹر! سو جاؤ۔'' چاؤ فان بولا'' سفر لمبا ہے کچھ دیر کے لیے اونگھ لو گے تو تھکن کم رہ جائے گی۔ میں ڈرائیونگ سے مزہ لیتا ہوں لڑکی گود میں ہو یا میں گاڑی کی گود میں ہوں' میری پلک تک نہیں جھپکتی' تمہاری بند آنکھیں مجھ پر اثر انداز نہیں ہوں گی۔''

''تمہاری فحش کلامی مجھے پسند نہیں ہے!'' میں نے ناگواری سے کہا۔

''ماسٹر! یہ کیا کہہ رہے ہو؟'' اس نے حیرت سے احتجاج کیا'' میں تمہارے سامنے بہت مؤدب اور محتاط رہتا ہوں۔ بس زبان زیادہ چلتی ہے اس پر مجھے قابو نہیں ہے۔''

''لڑکی کو گود میں بٹھانے کے ذکر کی اس وقت کیا تک تھی!''

''اوہ! تم بات کو غلط رخ پر لے گئے۔'' وہ ایک گہرا سانس لے کر متاسفانہ لہجے میں بولا'' میں دو چار برس کی لڑکی کی بات کر رہا تھا تم پتا نہیں کہاں پہنچ گئے۔''

میں اسے غصیلی نظروں سے گھور کر رہ گیا۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں خباثت ناچ رہی تھی اور ہونٹوں پر خفیف سی فاتحانہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

میں محسوس کر رہا تھا کہ اس سے مختصر ملاقاتیں ہی بہتر رہتی تھیں۔ وہ سراپا ادب واحترام بنا رہتا تھا۔ اسے بے تکلفی ہونے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ میرے ساتھ وقت گزار کر وہ رفتہ رفتہ بے تکلفی کی کوئی نہ کوئی راہ ہموار کر لیتا تھا اور میں بے بس ہو کر رہ جاتا تھا۔

چاؤ فان کی تیز رفتاری اور آپس کی نوک جھوک کی وجہ سے وہ سفر بہت تیزی سے طے ہو گیا۔ ہماری گاڑی بنکاک کی شہری حدود میں داخل ہوئی تو آسمان پر دور دور تک سفیدی پھیلنے کے آثار نہیں تھے۔ اپنے پیچھے آنے والی سرخ گاڑی کو چاؤ فان نے میلوں دور چھوڑ دیا تھا۔

☆☆☆

''اس انجام پر میرا رواں رواں کانپ اٹھا ہے۔'' اس مہم کی مختصر سی روداد سن کر غزالہ بولی۔ ''یہ خبر پاکستان پہنچے گی تو اس کے خاندان میں کہرام مچ جائے گا۔''

''پوری طرح دن نکلنے سے پہلے گوشت خور چوپائے اور پرندے اس کا ایک ایک ریشہ کھا جائیں گے اور وہ استخوانی ڈھیر کی صورت میں پڑا رہ جائے گا۔'' میں نے ہلکی سی انگڑائی لیتے ہوئے جواب دیا۔ ''اس نے اپنے قدموں سے چل کر اس موت کو گلے لگایا ہے۔''

''آپ اسے دیکھ کر آئے ہیں مگر میری طبیعت وہ سب سوچ کر مکدر ہو گئی ہے۔ انسان اپنے زعم میں مبتلا ہو کر یہ بھول جاتا ہے کہ اسے کس نے پیدا کیا ہے اور وہی قادر مطلق ہے جو انسان کو اس کے اعمال کی بنا پر کسی بھی انجام کی طرف ہانک سکتا ہے۔ کاش' سوبھراج کے انجام سے دوسرے غدار عبرت حاصل کر سکیں۔ ہماری آستینوں میں اب بھی سانپ پل رہے ہوں گے۔''

''کیا تم اس کے لیے اپنے دل میں ہمدردی کے جذبات محسوس کر رہی ہو؟'' میں نے غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

''کیا وہ کسی ہمدردی کا مستحق تھا؟'' غزالہ نے الٹا سوال کر ڈالا۔

میں ہنس دیا۔ غزالہ کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

سوبھراج کو اس کے کیفر کردار تک پہنچانے میں دو آدمیوں نے بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔ یہ خبر چاؤ فان لایا تھا کہ موتی محل میں امریکی فوجیوں کا آپریشن شروع ہوتے ہی راجن کی سفید لینڈ کروزر میں اس کا ڈرائیور کسی نامعلوم مسافر کو لے کر پچھلے راستے سے روانہ ہوا تھا اور آخر تک واپس نہیں آیا تھا۔ وہ میرے ساتھ اس مہم میں شانہ بہ شانہ شریک تھا۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ لوپ بوری کے ریسٹ ہاؤس کے باہر راجن کی وہ گاڑی موجود تھی۔

دوسری طرف اسد نے یہ باتیں معلوم ہونے سے پہلے اپنے ایک دوست کے ذریعے کارٹریلنگ کمپنی کے ریکارڈ

پہلا قدم

لڑکی نے کافی اصرار کے بعد لڑکے کو آمادہ کیا کہ وہ اس کے باپ سے مل کر شادی کی بات کرے۔ لڑکا گویا بڑی ہمت کر کے لڑکی کے باپ سے ملنے گیا۔ جب وہ واپس آیا تو اس کا منہ لٹکا ہوا تھا اور کندھے جھکے ہوئے تھے۔

''کیا ہوا.....؟ کیا ابو تمہاری بات سن کر ناراض ہو گئے؟ کیا انہوں نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا؟'' لڑکی نے تشویش سے پوچھا۔

''نہیں... ایسی تو کوئی بات نہیں۔'' لڑکے نے مردہ سی آواز میں جواب دیا۔

''تو پھر تم ایسے اداس اور پریشان کیوں نظر آ رہے ہو؟ یہ تو خوشی کی بات ہے کہ ڈیڈی نے تمہیں قبول کر لیا۔'' لڑکی بولی۔

''مجھے اس کی کچھ زیادہ خوشی نہیں ہے۔ پہلے تو وہ میری بات ہی نہیں سن رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میری حیثیت ایسی نہیں ہے کہ میں ان کی بیٹی سے شادی کر سکوں۔'' لڑکے نے کہا۔

''تو تم انہیں بتا دیتے کہ تمہارے بینک اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ روپے موجود ہیں۔ تم کوئی ایسے گئے گزرے نوجوان نہیں ہو۔'' لڑکی بولی۔

''جب وہ کسی اور طرح قائل نہیں ہوئے تو آخر کار میں نے یہ بات انہیں بتا ہی دی۔'' لڑکے نے کراہنے کے سے انداز میں کہا۔

''تمہارے پچاس لاکھ کے بینک اکاؤنٹ کا سن کر تو وہ مطمئن ہو گئے ہوں گے؟'' لڑکی نے دریافت کیا۔

''ہاں۔'' لڑکے نے جواب دیا۔

''تو پھر تم اتنے مایوس اور پریشان کیوں نظر آ رہے ہو؟'' لڑکی نے قدرے خفگی سے پوچھا۔

''انہوں نے وہ پچاس لاکھ ادھار مانگ لیے ہیں۔'' لڑکے نے مردہ سے لہجے میں جواب دیا۔

Downloaded from https://pksociety.com

سے پتا چلایا تھا کہ اس وقت راجن گی صرف ایک گاڑی بنکاک سے باہر تھی۔ اس کی چار گاڑیاں شہر میں موجود تھیں۔ گاڑی وہی تھی جس کے کوائف چاؤفان نے بتائے تھے اور وہ لوپ بوری میں ہی ایک مقام پر ٹھہری ہوئی تھی۔

دو مختلف ذرائع سے حاصل ہونے والی ان معلومات کی روشنی میں' میں نے فوری طور پر لوپ بوری جانے کا فیصلہ کیا تھا جو صحیح ثابت ہوا تھا۔

مجھے اندازہ تھا کہ اسد نے وہ پوری رات جاگ کر بے چینی سے گزاری ہوگی۔ اس کی آنکھیں لگی ہوئی ہوں گی کہ اس کی حاصل کی ہوئی معلومات کی بنا پر کیے جانے والے فیصلے کا کیا نتیجہ رہا۔

میں نے اسد کا نمبر ملایا۔ وہ انتظار میں فون لیے بیٹھا تھا۔ گھنٹی بجتے ہی اس کی طرف سے جواب آ گیا۔

''کیا رہا؟'' اضطراب اور اضطرار کے عالم میں اس نے دعا سلام کو فراموش کر کے بے تابانہ لہجے میں سوال کیا۔

''تمہارا دیا ہوا سراغ اس کے تابوت کی آخری کیل ثابت ہوا۔ مسافر لمبے سفر پر روانہ ہو چکا ہے۔'' میں نے فون پر کوئی نام لیے بغیر گول مول الفاظ میں پیغام دیا۔

''ویری گڈ.....!'' اس کی آواز فرطِ جذبات سے مغلوب تھی ''کیا میں تمہارے پاس آ سکتا ہوں؟ مجھے وہاں پہنچنے میں چند منٹ لگیں گے۔''

میں نے ایک نظر غزالہ کی طرف دیکھا۔ شب بیداری کے باوجود سوبھراج کے انجام پر خاصی بشاش نظر آ رہی تھی۔ میں نے اسد کو آنے کی دعوت دے کر فون بند کر دیا۔

''یہ خبر پھیلتے ہی ہر طرف سنسنی پھیل جائے گی۔'' غزالہ نے ہنس کر کہا۔

''اسد ہمارا شریک اور رازداں تھا۔ اسے باخبر رکھنا ہمارا اخلاقی فرض تھا۔ اس کے سوا ہم کسی سے اس واقعے کا ذکر نہیں کریں گے۔ بہتر ہوگا کہ یہ خبر موتی محل کے مکینوں یا سرکاری ذرائع سے بازار میں آئے۔''

غزالہ نے حسب عادت مجھ سے کوئی بحث نہیں کی۔ اثبات میں سر ہلا کر میری ہدایت تسلیم کر لی۔ مجھے اس کی وہ ادا بہت پسند تھی۔

جوشِ انتقام سے مغلوب ہو کر ہم نے موت کی اندھی وادی تک دیوانہ وار سوبھراج کا پیچھا کیا جب تک وہ زندہ و سلامت تھا' میں نے بھول کر بھی اس کے قتل کے نتائج کے بارے میں نہیں سوچا تھا' اس کے جہنم واصل ہونے کے بعد میرے ذہن میں یکا یک متعدد سنگین خیالات کلبلانے لگے تھے۔

وہ پاکستان کا ایک بھگوڑا مجرم تھا جو غیر قانونی طور پر پاکستان سے نکل کر چوری چھپے تھائی لینڈ آیا تھا۔ عتاب میں آنے سے پہلے وہ پاکستان کی سیاسی بساط کا ایک اہم مہرہ تھا جس کی بات ہر سطح پر سنی اور مانی جاتی تھی۔

اس کی باغیانہ بلکہ غدارانہ سرگرمیوں کے ٹھوس شواہد سامنے آنے کے بعد دنیا بھر کو یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ وہ ایک بڑے ملزم کی حیثیت سے پاکستانی حکومت کو مطلوب تھا۔

پاکستان یا کسی پاکستانی کی طرف سے لوپ بوری میں اس کے قتل کا انکشاف ہر ذہن میں بہت سے شکوک و شبہات کو جنم دینے کا باعث بن سکتا تھا۔ اولین شبہ یہی کیا جاتا کہ پاکستانی ایجنسیاں اپنے مطلوب ملزم کا پیچھا کرتی ہوئی تھائی لینڈ پہنچیں اور موقع ملتے ہی سوبھراج کا کام تمام کر کے اس کی لاش خطرناک جنگل میں پھینک دی' جہاں بھوکے درندے سوبھراج کی ایک ایک ہڈی چاٹ گئے۔

پاکستان کے لیے اس سہل کہانی کی تردید خاصی دشوار ثابت ہو سکتی تھی۔ ان وجوہ کی بنا پر فوری طور پر ہمارا خاموش رہنا بہتر تھا۔

''اسد کے ساتھ چاؤفان اور اس کے چاروں آدمی اس راز سے باخبر ہیں۔'' چند ثانیوں کے توقف کے بعد غزالہ نے مجھے یاد دلایا۔

''میری نگاہ میں ان پانچوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ وہ غافل مسافر ہیں وہ سوبھراج کے نام سے بے خبر ہیں۔ انہیں صرف اتنا معلوم ہے کہ راجن کا ایک مہمان مارا گیا ہے۔ وہ کون تھا اور کہاں سے آیا تھا یہ باتیں ان کے علم میں نہیں ہیں۔''

''آپ کہتے ہیں تو ہماری خاموشی مناسب رہے گی ورنہ دن چڑھنے کے ساتھ یہ خبر ہر طرف پھیل جائے گی کہ سوبھراج مارا گیا۔'' وہ بولی۔

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں سوبھراج کی موت کے بعد پیدا ہونے والے بحران کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں اسد آ پہنچا۔ سوبھراج کی موت کی خبر پر وہ خوش ضرور تھا لیکن اس کی خوشی غیر معمولی نہیں تھی۔ باتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو مجھے اندازہ ہوا کہ اس کے ذہن میں بھی وہی سوال سر ابھار رہے تھے جنہوں نے مجھے فکرمند کیا ہوا تھا۔ مجھے واپسی پر ان سوالات نے پریشان کرنا شروع کیا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

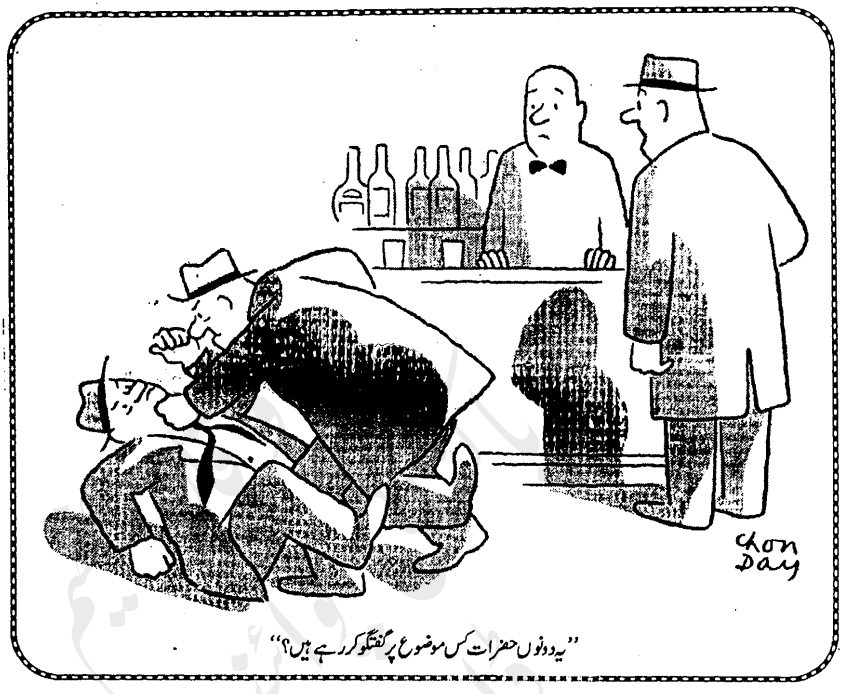

''یہ دونوں حضرات کس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں؟''

اسد نے ہماری روانگی کا فیصلہ ہوتے ہی ہماری کامیابی کا یقین کر کے اس سمت میں سوچنا شروع کر دیا تھا۔ وہ بنکاک میں آئی بی کا باضابطہ ریذیڈنٹ افسر تھا۔ سوبھراج کی غیر فطری موت کی خبر پھیلتے ہی سب سے پہلے اس کی پوزیشن مشکوک ہوتی تھی۔

وہ زیرک آدمی تھا۔ لوپ بوری کی طرف ہماری روانگی کے بعد جب اسے فکرمندی نے آن گھیرا تو اس نے بنکاک میں اپنی موجودگی کے گواہ پیدا کرنے کے لیے جدوجہد شروع کر دی۔

اپنے جن شناساؤں سے وہ عام حالات میں سلام دعا سے زیادہ واسطہ رکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس نے ان میں سے تین رنگین مزاج افراد کو رات کے بارہ بجے ہی شہر کے ایک مشہور نائٹ کلب میں مدعو کر لیا۔ پتھر میں جونک لگنے سے ان تینوں کو سخت حیرت ہوئی اور وہ خوشی سے بروقت وہاں آ گئے۔ اسد نے ان کے داخلے کے ٹکٹ خریدے اور اندر انہیں اپنی گرہ سے صبح کے تین بجے تک ان کی من پسند شرابیں پلاتا رہا۔ عام طور پر وہ خود شراب نہیں پیتا تھا۔ اس رات بھی اس نے شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ وہ وقت گزاری کے لیے دھیرے دھیرے جوس پیتا رہا۔

وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ کوئی ضرورت پڑنے پر وہ تینوں اس کے حق میں یہ گواہی دے سکیں کہ اسد ان کے ساتھ رات بھر بنکاک کے ایک نائٹ کلب میں موجود تھا۔ اس وقت وہ ایک لمحے کے لیے بھی شہر سے باہر نہیں گیا تھا۔

تین بجے وہ تینوں نشے میں خاصے بدمست ہو چکے تھے۔ مزید شراب نوشی کے نتیجے میں وہ اسد کے لیے جان کا عذاب بن سکتے تھے۔ اس نے انہیں رخصت کیا اور ٹیکسی پکڑ کر اپنے گھر لوٹ آیا۔

''ایک فری لانسر اور پیشہ ور آدمی میں یہ فرق ہوتا ہے۔'' میں نے اس کی پوری کہانی سن کر ستائشی لہجے میں کہا ''تم کو کیسے اندازہ ہو گیا کہ تمہیں اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے اس قسم کی کسی گواہی کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔''

''ایسے معاملات میں ہمیشہ تجربہ رہنمائی کرتا ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے بتایا ''لوپ بوری میں سوبھراج کی موجودگی کا ثبوت مل چکا تھا۔ تم نے جس جذبے کے ساتھ

Downloaded from https://paksociety.com

..... وہاں جانے کا فیصلہ کیا اس کے نتیجے میں کچھ نہ کچھ ہوتا نظر آرہا تھا۔ میں نے اس لیے آگے امکانی واقعات پر غور کیا تو مجھے اپنی پوزیشن سب سے زیادہ مخدوش نظر آئی' میں نے اپنی کھال بچانے کے لیے ہاتھ پیر مارنا شروع کردیے۔ اب وہ مشق میرے کام آئے گی۔''

''تمہاری پوزیشن خطرے سے باہر ہے تم فکرمند کیوں ہو؟''

''میرا خیال ہے کہ میں نے خود کو بچالیا ہے لیکن میں پاکستان پر آنے والے الزامات کا رخ نہیں موڑ سکتا۔ وہ گولی سے مرا ہو یا جانوروں کے حملے سے' بادی النظر میں الزام تراشی کا ہدف پاکستان بنے گا۔ سوبھراج کے بھارتی ہمدرد اس مہم میں سب سے آگے نظر آئیں گے۔''

''یہ باتیں کھلیں گی تو میری طرف سے ڈان کا ماتھا ضرور ٹھنکے گا۔'' میرا ذہن اس واقعے کی ہار یکیوں میں الجھنے لگا۔ ''اس نے غیر مشروط طور پر میری حمایت کی ہے مجھ سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی گئی۔ ایک بار سرسری طور پر مجھے اسے بتانا پڑا تھا کہ میں پاکستانی ہوں۔''

اسد کی پیشانی پر تفکر آمیز لکیریں ابھر آئیں اور وہ پُرخیال آواز میں بولا ''تمہارے لیے یہ مسئلہ ضرور پیدا ہوگا۔ قانون کے محافظوں کے مقابلے میں ڈان برنارڈ بہت خطرناک آدمی ہے۔ قانون کا ایک لگا بندھا طریقہ کار ہوتا ہے۔ ڈان اپنی مرضی سے فیصلہ کرے گا۔ اپنے عروج کے دنوں میں وہ زیرزمین دنیا کا سفاک ڈکٹیٹر سمجھا جاتا تھا۔''

''بہرحال مجھے اس کا سامنا تو کرنا ہوگا۔ آگے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔''

''تم نے یہاں اپنا مشن کامیابی سے پورا کرلیا ہے۔'' اس نے میرے چہرے پر اپنی نظریں جما کر پیچی آواز میں کہا ''میری مانو تو بھابی کے ساتھ پہلی پرواز سے یہاں سے نکل جاؤ۔''

میری آنکھوں میں تذبذب کے سائے دیکھ کر اس نے لمحہ بھر بعد اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''چاہو تو خشکی کے راستے کسی بھی طرف نکل سکتے ہو۔ ملائیشیا تمہارے لیے بہتر رہے گا۔ سرحد پار کرتے ہی تم دونوں کو آسانی سے ہفتے عشرے کا ویزا مل جائے گا۔''

''یہ بہت نازک مرحلہ ہے میں نے تمہاری دونوں تجاویز نوٹ کرلی ہیں' سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کروں گا۔'' مجھے اس کے مشوروں میں افادیت کا پہلو نظر آرہا تھا۔

سوبھراج مرگیا تھا لیکن اس کا آسیب میرے لیے مسائل پیدا کررہا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں طے کرلیا تھا کہ میں اسد سمیت کسی بھی اپنے فیصلے کی ہوا نہیں لگنے دوں گا۔ نہایت خاموشی اور رازداری کے ساتھ اس پر عمل کرگزروں گا۔

اسد کی عمر زیادہ نہیں تھی لیکن انٹیلی جنس بیورو جیسے اہم محکمے سے اپنی طویل وابستگی کی بنا پر وہ اپنی عمر سے زیادہ پختہ کار اور جہاں دیدہ ہوچکا تھا۔ میں نئے مسائل پر دیر تک اس سے تبادلہ خیال کرتا رہا۔

بڑے ہوٹل میں قیام کا یہ فائدہ تھا کہ وہاں روم سروس چوبیس گھنٹے دستیاب تھی۔ اس دوران میں ہم نے دو مرتبہ چائے اور دیگر لوازم منگوائے جو ذرا سی دیر میں پیش کردیے گئے۔ لوپ پوری تک دوڑ لگانے کے بعد مجھے ان چیزوں کی شدت سے ضرورت محسوس ہورہی تھی۔ بنکاک میں رات کا کھایا ہوا کھانا نہ جانے کب ہضم ہوچکا تھا۔

غزالہ ہم دونوں کی باتیں غور سے سن رہی تھی۔ بہ ظاہر وہ کمرے میں اِدھر اُدھر مصروف نظر آرہی تھی لیکن مجھے اندازہ ہورہا تھا کہ اس کے کان ہماری باتوں کی طرف لگے ہوئے تھے۔ گفتگو میں کئی متنازعہ امور بھی زیربحث آئے مگر غزالہ نے کسی مرحلے پر درمیان میں دخل اندازی نہیں کی۔ آثار بتا رہے تھے کہ وہ اسد کی روانگی کے بعد تخلیے میں مجھ سے بات کرنے کے لیے اپنا ذہن بنا رہی تھی۔

غزالہ نے کمرے کی اکلوتی بڑی سی کھڑکی سے بھاری پردہ ہٹایا ہوا تھا۔ باریک پردے کے پیچھے لگے ہوئے شفاف شیشوں میں سے باہر کی کھلی فضا کا منظر صاف نظر آرہا تھا۔ اسد ہمارے پاس پہنچا تو آسمان بہ دستور تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ نیچے اسٹریٹ لیمپس وغیرہ کی روشنی کا انعکاس پھیلا ہوا نظر آرہا تھا۔ رفتہ رفتہ اجالے کی چادر اس اندھیرے کو ڈھکتی چلی گئی۔ مشرق کی طرف سورج طلوع ہوا اور ہر طرف یکساں اجالا پھیل گیا تو غزالہ نے بھاری پردے مشینی کنٹرول کے ذریعے کھڑکی پر کھینچ دیے۔

''تمہارا بدن تھکن سے چور ہورہا ہوگا۔ اب تم آرام کرو میں چلتا ہوں۔'' اسد نے اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ شہر میں پھیلنے والی خبروں کی سن گن لینے کے لیے اس کا جانا ہمارے لیے زیادہ سودمند تھا۔ میں اس کے ساتھ نیچے تک جانا چاہ رہا تھا لیکن وہ میری روداد سننے کے بعد وہ مسلسل میرے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتا رہا تھا۔ اس نے مجھے دروازے سے ایک قدم آگے نہیں بڑھنے دیا اور رخصت ہوگیا۔

Downloaded from https://pksociety.com

میں کمرے میں بستر پر دراز ہوگیا۔ میری آنکھوں میں یکا یک نیند اترنے لگی تھی۔

''کیا آپ اسد پر کسی قسم کا شبہ محسوس کر رہے ہیں؟'' غزالہ نے بستر پر میرے قریب بیٹھ کر بہت نرمی اور اپنائیت کے ساتھ سوال کیا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تمہیں یہ خیال کیوں آیا؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ آپ کھل کر اس سے بات نہیں کر رہے۔ فیصلہ کن موڑ پر آپ بار بار بات ٹال رہے تھے!'' اس نے سادگی سے سبب بتادیا۔

وہ میری مزاج شناس ہوگئی تھی۔ اسد کو اس باریکی کا ذرا بھی ادراک نہیں ہوسکا تھا۔ غزالہ نے میرے دل کا چور پکڑ لیا تھا۔

''تم خطرناک ہوتی جارہی ہو!'' میں نے ایک بھرپور سانس لے کر کہا ''غنیمت ہوا کہ تم نے ہماری باتوں میں دخل نہیں دیا۔ اسد کو تمہارے تجربے کا علم ہوتا تو اسے بہت ملال ہوتا۔ وہ بہت ذہین اور مخلص آدمی ہے' میں اس کی قدر کرتا ہوں۔''

''میں جان بوجھ کر خاموش رہی۔ آپ اس سے ایک خاص زاویے سے بات کر رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ میری مداخلت گڑبڑ کردے گی۔''

''میں نے صرف ایک بات اس سے چھپائی ہے مگر وہ تم سے نہیں چھپ سکی۔'' میں نے اعتراف کیا۔

''اس کا مشورہ بہت مناسب تھا۔ یہاں میرا کام پورا ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ پانی ہمارے سر سے اونچا ہو' ہمیں خاموشی کے ساتھ یہاں سے نکل جانا چاہیے۔''

''یہ بات اسے معلوم ہوجاتی تو کیا حرج تھا۔ وہ ہمارا ہمدرد اور رازداں ہے۔ آپ اسے تاکید کردیتے تو وہ کسی کو اس بات کی ہوا نہ لگنے دیتا۔''

''زبان سے نکلی ہوئی بات پرائی ہوجاتی ہے۔ میں ڈان کی طرف سے بہت فکرمند ہوگیا ہوں تم کو ایسے لوگوں کے مزاج کا تجربہ نہیں ہے۔ اسے یہ علم ہوگا کہ میں نے چالاکی دکھا کر سوبھراج کے معاملے میں اسے اپنا آلہ کار بنایا ہے تو وہ میرے خون کا پیاسا ہوجائے گا۔''

''یہاں سے نکل کر آپ کہاں جائیں گے.....؟ آپ کو یاد ہوگا کہ آپ سوبھراج کے پیچھے یہاں نہیں آئے تھے۔ وہ ہمارے بعد بنکاک آیا تھا۔ آپ کو پاکستان میں پیدا ہوجانے والے حالات کی وجہ سے وہاں سے نکلنا پڑا تھا۔''

''مجھے سب یاد ہے۔'' میں نے اس کی دور اندیشی پر مسکراتے ہوئے کہا ''کلیرنس کے بغیر میں پاکستان کا رخ نہیں کروں گا۔ جلال کو شاید ان حالات کا کچھ نہ کچھ ادراک تھا۔ اس کی سمجھ داری کی وجہ سے ہمارے پاسپورٹوں پر امریکا اور کئی یورپی ممالک کے کارآمد ویزے لگے ہوئے ہیں۔ یہاں سے ہم کہیں بھی جاسکتے ہیں۔''

''اس پروگرام پر کب تک عمل کرنے کا ارادہ ہے آپ کا؟''

''اس وقت جسم کے ساتھ میرا ذہن بھی تکان سے ماؤف ہو رہا ہے۔ میں کچھ دیر کی نیند لے کر تازہ دم ہوجاؤں تو آج ہی یہ ہوٹل چھوڑوں گا۔''

میرے وہ الفاظ سن کر غزالہ حیران ہوگئی ''یہ کیسے ہوسکے گا۔ آپ کے پاس بنکاک سے کراچی واپسی کا ٹکٹ ہے۔ نئے سفر کے لیے نیا ٹکٹ بنوانا ہوگا۔ آج کل جہازوں میں بھی بسوں اور ٹرینوں کی طرح رش رہنے لگا ہے۔ پتا نہیں کب کی نشستیں ملتی ہیں۔ اسد کی مدد کے بغیر یہ سب کام تیزی سے کیسے نمٹ سکیں گے؟''

''سب ہوجائے گا۔'' میں نے اس کا ہاتھ تھام کر بے پروائی سے کہا ''میرا سر دباؤ تاکہ میں سوسکوں۔ اٹھنے کے بعد میں تمہیں سب کچھ سمجھادوں گا۔''

وہ میرے سرہانے کی طرف سرک آئی اور اپنے نرم و گداز ہاتھوں سے میرا سر دباتے ہوئے بولی ''آپ سوجائیں گے اور میں اندیشوں میں گھر کر پریشان ہوتی رہوں گی۔ آپ ڈان کی طرف سے فکرمند ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ چاؤفان سے بھی کوئی مدد نہیں لیں گے.....''

''اسد سے میں بلاوجہ باتیں نہیں کر رہا تھا۔ بنکاک سے کوالالمپور کے لیے آرام دہ ٹورسٹ بسیں چلتی ہیں۔ اس نے باتوں باتوں میں سارے حل بتادیے تھے پاسپورٹ دکھا کر ہم ٹکٹ خریدیں گے اور آج ہی یہاں سے روانہ ہوجائیں گے۔ اگلے سفر کا آغاز کوالالمپور سے ہوگا۔ ڈان کے سائے سے دور نکل کر ہم بے فکری سے منصوبہ بندی کرسکیں گے۔''

''تو میں ہوٹل والوں سے بل بنانے کے لیے کہہ دوں؟'' اس نے پُرشوق لہجے میں پوچھا ''اس کام میں وہ بھی خاصا وقت لے لیں گے۔ آپ کے بیدار ہونے تک سب کچھ تیار ہوگا۔''

''میں اسی لیے خاموش تھا!'' میں نے زور دے کر کہا ''کسی سے کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں۔ زبان بند رکھو اور تم بھی کچھ دیر کے لیے آرام کرلو۔ ہمیں سب کچھ بہت

Downloaded from https://paksociety.com

تیزی سے اور اچانک کرنا ہوگا۔''

میں نے ایک طرف سرک کر اس کے لیے جگہ بنائی اور وہ میری طرف کروٹ لے کر وہیں دراز ہوگئی اس کی انگلیاں میرے بالوں میں مسلسل چل رہی تھیں۔

''خطرات نہ ہوتے تو ہم اچانک نیویارک پہنچ کر سلطان شاہ اور ویرا کو حیران کر سکتے تھے۔'' اس نے پراشتیاق لہجے میں سرگوشی کی۔

''خطرات ڈینی کو ہیں۔ میں علی احمد ہوں جہاں چاہوں جا سکتا ہوں۔'' میں نے ہلکے سے سرور کے عالم میں جواب دیا۔ وہ میرے قریب لیٹی بہت محبت سے میرے بالوں کی جڑوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔ میرے اوپر تیزی سے نیند کا غلبہ ہونے لگا۔ میں نے آنکھیں موند لیں۔

وہ کچھ نہ بولی۔ اس کے گہرے اور ہموار سانسوں کی موہوم سی آواز کے سوا کمرے کی خنک فضا میں مکمل سکوت چھا گیا تھا۔ باہر دن نکل چکا تھا' اندر دبیز پردوں کے سبب رات کا سماں بنا ہوا تھا۔ ذرا سی دیر میں میری آنکھ لگ گئی۔

میں از خود گہری نیند سے بیدار ہوا تو غزالہ پوری طرح تیار تھی اور ہمارا مختصر سا سامان یک جا کیا جا چکا تھا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' میں نے بستر چھوڑ کر انگڑائی لیتے ہوئے شوخی سے پوچھا۔

''اپنا کام پورا کیا ہے۔'' اس نے گردن ترچھی کر کے جواب دیا'' میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے آپ کے پروگرام میں کوئی تاخیر ہو۔''

مجھے یاد آگیا کہ سونے سے پہلے میں نے ہوٹل بلکہ بنکاک اور تھائی لینڈ چھوڑ کر ملائیشیا کی طرف روانہ ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

میں نے فوری طور پر غسل خانے میں گھسنے کا ارادہ ترک کر کے فون کا ریسیور اٹھایا اور انٹر کام پر نمبر ملا کر کاؤنٹر والوں کو اپنے کمرے کا بل تیار کرنے کی ہدایت کر دی۔

''مجھے یقین نہیں آرہا کہ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔'' غزالہ اٹھلا کر بولی'' یہاں کے بازار بہت سستے اور پرکشش ہیں لیکن آپ کی وجہ سے ساری شاپنگ آخر کے لیے دھری رہ گئی۔ اجازت ہو تو تھوڑی دیر کے لیے قریبی بازار کا ایک چکر لگا آؤں۔''

وہ غزالہ نہیں' اس کے اندر کی عورت بول رہی تھی۔ میں نے دلآویز لہجے میں کہا'' پتا نہیں آگے کیا ہونے والا ہے' کہاں کہاں جانا ہوگا۔ سامان کہاں لادے پھروگی ہم خانہ بدوش لوگ ہیں ضرورت کی چیزیں میسر ہوتی چاہئیں' آرائش اور زیبائش کے اسباب کی کیا ضرورت ہے؟ یہ ان لوگوں کے جھمیلے ہیں جو تنگ کر ایک جگہ رہتے ہیں اور وہیں پوری عمر گزار دیتے ہیں۔''

''پھر بھی یہاں کی کوئی یادگار تو ہونی چاہیے' پتا نہیں دوبارہ ادھر آنا بھی ہوتا ہے یا نہیں۔''

''بھیڑ بے زیادہ خون خوار نہ ہوتے تو میں تمہارے لیے سوبھراج کی کوئی چھوٹی سی ہڈی اٹھا لاتا۔ اس سے بہتر اور ہلکی پھلکی یادگار کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی۔''

غزالہ کے اصرار کا سامنا کرنے سے بچنے کے لیے میں تیزی سے غسل خانے میں گھس گیا۔

ٹھنڈے پانی کی تیز دھاروں کے نیچے غسل کرتے ہوئے میرے دل میں ایک پھانس سی چبھ رہی تھی کہ مجھے سوبھراج کے خلاف اپنے دل کی حسرتیں نکالنے کا کوئی موقع نہیں مل سکا۔ اس بھگوڑے نے لمبی دوڑ لگا کر خود کو اچانک خونی درندوں کے جتھے میں پہنچا دیا جہاں اس سے پوچھ گچھ کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اس سے سامنا ہوتا تو میں اسے نہ صرف اپنے ہاتھوں سے بری طرح ادھیڑتا بلکہ اس کے کرتوتوں اور مشیروں کے بارے میں بھی اس سے بہت کچھ اگلوا لیتا۔

مجھے پورا یقین تھا کہ قوم فروشی کے گھناؤنے کاروبار میں وہ اکیلا نہیں تھا کچھ اور کالی بھیڑیں بھی اس کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔ سوبھراج وہ سب راز اپنے سینے میں لے کر چلا گیا تھا۔

شاور سے گرنے والے پانی کے شور میں مجھے کوئی اور آواز نہیں سنائی دی۔ جب میں غسل خانے سے نکلا تو غزالہ نے بتایا کہ میرے لیے چاؤ فان کا فون آیا تھا۔ اس نے کچھ دیر بعد دوبارہ فون کرنے کا وعدہ کیا تھا اور تاکید کی تھی کہ میں باہر نہ نکلوں' کمرے میں رک کر اس کی کال کا انتظار کروں۔

مجھے اسد اور چاؤ فان دونوں کی طرف سے رابطے کی توقع تھی' سوبھراج کی موت کو کافی وقت گزر چکا تھا۔ اس وقت دن کے دو بجنے والے تھے' میرا خیال تھا کہ اس وقت تک لوپ پوری کے خون آشام واقعے کے بارے میں خبریں بازار میں آگئی ہوں گی۔ وہ دونوں اپنے اپنے طور پر مجھے ان خبروں سے آگاہ کرنے کی کوشش کر سکتے تھے۔

یہاں تک سب کچھ ٹھیک تھا لیکن چاؤ فان کی کمرے میں رک کر کال کا انتظار کرنے والی بات عجیب تھی۔ ہم دونوں کے پاس موبائل فون موجود تھے وہ چاہتا تو میں غسل سے فارغ ہونے کے بعد خود اس سے رابطہ کر سکتا تھا۔

پھر میں نے اس نکتے کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔ وہ

Downloaded from https://paksociety.com

اچھی انگریزی بول لیتا تھا مگر اس کا تلفظ درست نہیں تھا۔ مقامی لب و لہجے سے مغلوب ہونے کی وجہ سے اس کی بعض باتیں ذرا مشکل سے سمجھ میں آتی تھیں۔ میں اس کا عادی ہو چکا تھا۔ غزالہ سے سننے اور سمجھنے میں بھول چوک ہو سکتی تھی۔

میں نے اپنے مقامی موبائل فون پر چاؤ فان کا نمبر ملا لیا۔ چند ثانیوں کے سکوت کے بعد مجھے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ وہ مقامی زبان میں بول رہی تھی۔ میرے لیے الفاظ ناقابلِ فہم تھے۔ بولنے والی کا انداز تخاطب کا نہیں، بیانیہ تھا۔

میں نے اس کا جواب دینے کی حماقت نہیں کی۔ پہلا بیان مکمل ہونے کے بعد قدرے سکوت ہوا پھر اسی آواز اور انداز میں وہی مانوس الفاظ دہرائے جانے لگے تو بات میری سمجھ میں آ گئی۔ چاؤ فان کا فون بند تھا۔ اس کے نمبر پر ریکارڈنگ آ رہی تھی۔

چاؤ فان کے دماغ میں اپنی نام وری اور بڑائی کا خناس گھسا ہوا تھا۔ وہ بڑی باتوں پر بھرپور توجہ دیتا تھا لیکن چھوٹی باتوں کو نظر انداز کر جاتا تھا۔ پچھلی شام موتی محل کے سامنے عین ضرورت کے وقت اس کا کارڈ ختم ہو چکا تھا۔ شاید اس وقت بیٹری وغیرہ کا کوئی مسئلہ درپیش رہا ہوگا۔ میں نے دل ہی دل میں اس پر لعنت بھیج کر فون بند کر دیا۔

میں نے ہوٹل والوں کو حساب بنانے کی ہدایت دے دی تھی، غزالہ روانگی کے لیے تیار تھی۔ ہمارا مختصر سا سامان سمٹ چکا تھا۔ میں نے اپنی تیاری شروع کر دی۔

اس وقت تک مجھے چاؤ فان کے فون کی اہمیت کا ذرا بھی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ میں نے اسے ایک عام کال سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔

چند منٹ کے بعد دوبارہ اس کا فون آیا تو ریسیور میں نے خود اٹھایا۔

''ماسٹر! کیا حال احوال ہیں؟'' وہ میری آواز سنتے ہی چہکا ''میرا خیال ہے کہ تم نے خوب سو کر اپنی نیند کی کسر پوری کر لی ہوگی۔''

''تمہارے موبائل فون کے ساتھ کیا مصیبت ہے..... وہ کیوں بند ہے؟'' میں نے ترشی سے پوچھا۔

''ماسٹر! یہ ادب اور احترام کا معاملہ ہے۔ آج بڑے آدمی نے مجھے ملاقات کی عزت بخشی ہے۔ اس کے سامنے جاتے ہوئے میں نے اپنا موبائل فون بند کر دیا تھا۔ اب ملاؤ گے تو نمبر مل جائے گا۔''

''تو کیا تم نے مجھے اسی کے ٹھکانے سے فون کیا تھا؟'' میں نے حیرت سے سوال کیا۔

''تمہیں فون کرتے ہی اس سے ملنے چلا گیا تھا!''

''اور اتنی جلدی واپس لوٹ آئے؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''مختصر سی بات تھی۔ بڑا آدمی فوری طور پر تم سے ملنا چاہتا ہے!'' چاؤ فان کی آواز میں یکا یک سنجیدگی عود کر آئی۔

''کیوں..... ایسی کیا ضرورت پیش آ گئی؟'' چاؤ فان کی زبان سے ڈان کا نیا حکم سن کر میں یکا یک سناٹے میں آ گیا۔ اس مرحلے پر وہ حکم بہت خطرناک تھا۔

''اس سے ملو گے تو پتا چل جائے گا۔ وہ بعض سوالوں کے جواب جاننا چاہتا ہے۔ میں ان سے بے خبر ہوں شاید تم اسے مطمئن کر سکو۔ میں نے شروع سے آخر تک تمہاری ہدایات پر عمل کیا ہے۔ اب اس بارے میں مجھ سے بات نہیں ہوگی سبب تمہیں معلوم ہے۔''

اس نے ایک بار بھی ڈان کا نام نہیں لیا۔ اس بارے میں ان لوگوں کے اپنے تحفظات تھے۔ چاؤ فان کسی وقت مجھے بتا چکا تھا کہ ہمیں کسی تیسرے فرد کے سامنے ڈان کا ذکر

قد میں
اضافہ ممکن ہے
آپ خواہ
مرد ہوں یا عورت اپنے
پستہ قد میں مزید اضافہ کر کے
اپنی شخصیت کو خوبصورت اور
پُروقار بنانے کے لئے ہمیں
اپنے موجودہ قد کی پیمائش اور
عمر کی تفصیل ہمراہ جوابی لفافے کے
لکھیں اور مفید معلومات حاصل کریں
نوٹ: بیرونِ ملک سے لکھنے
والے خط رجسٹرڈ پوسٹ
سے روانہ فرمائیں۔
KAYBEE HOME
پوسٹ بکس نمبر 2535 - کراچی 74600

Downloaded from https://paksociety.com

کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے لیے فون تیسرے فرد سے زیادہ خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔

میں اسی وقت غسل خانے سے نہادھوکر باہر نکلا تھا۔ کمرے کی فضا میں خوشگوار خنکی رچی ہوئی تھی مگر مجھے اپنی پیشانی عرق آلود ہوتی ہوئی محسوس ہورہی تھی۔

''مجھے اس سے کس وقت ملنا ہے؟'' میں نے بے جان آواز میں پوچھا۔

''اس نے تمہیں آرام کرنے کے لیے وقت دیا ہوا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ ابھی فون کرکے وقت طے کرلو۔'' اس نے اپنی گفتگو میں ذرا سا وقفہ دیا' پھر اچانک پوچھ بیٹھا ''تم ہوٹل چھوڑ کر کہاں جارہے ہو؟''

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے بے خبری میں میرے سر پر لٹھ دے مارا ہو۔ اس نے جس بھرپور اعتماد سے وہ سوال کیا تھا اس کی روشنی میں اس کو چکر دینے کی کوشش الجھاوے پیدا کرنے کا سبب بن سکتی تھی۔ میں نے زبردستی ہنس کر بے پروائی ظاہر کرنے کی کوشش کی اور کہا ''پہلے تم بھی مجھے ہوٹل سے نکل کر شہر کے کسی صاف ستھرے گیسٹ ہاؤس میں منتقل ہونے کا مشورہ دے چکے تھے۔ ارادہ تھا کہ اب ہم کسی چھوٹے ہوٹل کا رخ کریں گے۔ تم کو یہ بات کیسے معلوم ہوگئی؟''

''ماسٹر! ہم اپنے مہمانوں سے غافل نہیں رہتے ہیں۔ میں نے ہوٹل والوں سے کہہ دیا تھا کہ تم میرے مہمان ہو۔ تم نے پیشگی میں جو رقم دی تھی وہ کافی ہے۔ اب پورا بل میں ادا کروں گا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ تم ہوٹل کا کمرا چھوڑ رہے ہو۔ تمہارا بل تیار ہے۔''

میں دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔ وہ کاروباری منافقت کی انتہا تھی کہ میں اپنے بل کی رقم سے بے خبر تھا۔ چاؤفان کے کان میں ہر بات پھونک دی گئی تھی۔

میں نے اس موضوع پر بھرنے کا ارادہ ترک کردیا۔ منافقت کے ساتھ اس حرکت کا ایک پہلو اور بھی تھا۔ مہمانوں کے اخراجات ادا کرنا مشرقی روایات کا ایک اہم حصہ ہے اس دور میں لوگ اس ذمے داری سے عام طور پر گریز کرتے ہیں پھر بھی میں اس بات پر چاؤفان کو ملامت نہیں کرسکتا تھا کہ اس نے میرے بل کے بارے میں ہوٹل والوں کو براہِ راست ہدایات کیوں دیں!

میں نے چاؤفان کے پرانے مشورے کا حوالہ دے کر اپنی بات کو بگڑنے سے بچایا' اس نے بھی اسی خوب صورتی سے اپنا دامن بچالیا۔ مجھے شک ہورہا تھا کہ بات صرف اتنی نہیں تھی۔

ڈان برنارڈ گوشہ نشین ہوچکا تھا پھر بھی بیکاک کا کوئی عام شہری نہیں تھا۔ اپنے ہاتھ پیر بچا کر زندگی گزارنے کے رنگ ڈھنگ سے خوب واقف تھا۔ مجھے کسی بھی مرحلے پر یہ نہیں بھولنا چاہیے تھا کہ میں نے اس سے رجوع کرکے خود کو اس کی تحویل میں دے دیا ہے۔ اس سے پہلی ملاقات ہونے کے بعد ہی سے میری نگرانی شروع ہوگئی تھی۔ دوسری ملاقات میں ڈان کو میرے بتائے بغیر معلوم ہوچکا تھا کہ میں شہر میں کہاں اور کس کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔

وہ ابتدائی مرحلہ تھا۔ بعد میں میری کارکردگی سے مطمئن ہوکر ڈان نے میری کل وقتی نگرانی کی شاید ضرورت نہیں سمجھی لیکن ایسا بندوبست ضرور کردیا کہ میں اس کے علم میں لائے بغیر خاموشی سے اپنا ٹھکانا تبدیل نہ کرسکوں۔ چاؤفان اس کا ثبوت دے رہا تھا۔

''بل ۔۔۔ چکانے والی رقم سے اب میری بیوی خریداری کرلے گی۔'' میں نے بہت تیزی سے سوچ سمجھ کر ایک فیصلہ کرلینے کے بعد خوش دلی سے کہا ''تم نے یہ بات اسے بھی بتادی ہوگی۔''

''وہ تم سے یہ بھی پوچھے گا کہ تم ہوٹل چھوڑ کر کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔''

''اگر بل تم کو ادا کرنا ہے تو اب میرا ارادہ منسوخ سمجھو' میں یہیں رہوں گا۔'' فوری طور پر مجھے اس سے بہتر جواب نہیں سوجھ سکا۔

''یہ اس وقت کی بات ہے۔ تمہیں اس کے سوال کا جواب دینا ہوگا۔ ہاں ایک بات یاد رکھنا اس سے ملنے کے لیے جاؤ تو اپنے دونوں پاسپورٹ ضرور ساتھ لے جانا۔''

میرے دل و دماغ میں ایک ہیجان سا برپا ہوگیا۔ دوستی اور گہرے اعتماد سے شروع ہونے والا وہ تعلق کسی واضح سبب کے بغیر مجھے مخاصمت میں بدلتا ہوا نظر آرہا تھا۔ ڈان نے ڈھیل دے کر ڈوری کھینچنا شروع کردی تھی۔ وہ ہم دونوں پر گرفت مضبوط کرنا چاہ رہا تھا۔

ڈان ہمارے پاسپورٹ دیکھ کر لوٹانے کے بجائے اپنے پاس رکھ لیتا تو ہم اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاسکتے تھے۔ عین وقت پر مجھے اپنا پورا منصوبہ خاک میں ملتا ہوا نظر آنے لگا تھا۔

چاؤفان نے جو کچھ بتایا وہ میں نے سن لیا تھا۔ سب کچھ اتنا شفاف اور سیدھا نہیں تھا جتنا وہ بتا رہا تھا۔ گڑبڑ کی ابتدا ہوٹل والوں کی مخبری سے ہوئی تھی۔ ڈان کو یہ شبہ نہ ہوتا کہ میں

Downloaded from https://paksociety.com

اسے اندھیرے میں رکھ کر اچانک غائب ہوجاؤں گا تو وہ ہمارے پاسپورٹوں کے بارے میں ہرگز نہ سوچتا۔

چاؤ فان نے سرسری انداز میں پاسپورٹ لے جانے کا ذکر کیا تھا۔ میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا ''مجھے سچ سچ بتاؤ کہ کیا چکر ہے۔ ہمارے سفری کاغذات کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟''

''مجھے کچھ نہیں معلوم!'' اس کی آواز سے مکاری کی بو آرہی تھی۔'' میں پیغام رساں ہوں جو کہا گیا وہ تم سے دہرادیا۔ اس پر عمل کرنے کی ذمے داری تمہاری ہے یہ یاد رکھنا کہ اس کی کہی ہوئی بات کو نظر انداز کیا جائے تو وہ آگ بگولا ہوجاتا ہے۔''

''تم مجھے دھمکانے کی کوشش کررہے ہو۔'' میں نے پوچھا۔

''نہیں ماسٹر! بھول کر بھی میرے بارے میں ایسی غلط بات نہ سوچنا۔ میں تمہارا خادم ہوں۔ تمہارے ساتھ میں اوپر والے کا بھی غلام ہوں۔ اپنے فیصلے وہ خود کرتا ہے۔ اسے میرے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے دل میں کیا ہے یہ وہی جانتا ہے۔ میں نے تمہیں وہ باتیں بتائی ہیں جو میں جانتا ہوں۔ میں تمہیں بہت قریب سے دیکھتا رہا ہوں۔ میری کیا بساط کہ تم جیسے دلیر اور تیز آدمی کو دھمکانے کی کوشش کروں۔''

میں اس کے ایک ایک لفظ کو بہت دھیان اور توجہ سے سن رہا تھا مجھے محسوس ہوا کہ وہ مجھ سے سچ بول رہا تھا۔ میں بلاوجہ اس کی طرف سے بدگمان ہورہا تھا۔ اس بے چارے کی ذہنی سطح اتنی بلند نہیں تھی کہ وہ ڈان کے ذہن میں پرورش پانے والے نکتوں کو سمجھ سکے۔ سارا فتور ڈان کی فکر رسا کا تھا۔ اس نے چاؤ فان سے ملنے والی رپورٹوں کی روشنی میں میرے بارے میں کوئی غلط رائے قائم کرلی اور چاؤ فان کو ہدایات دے کر بھگا دیا۔ یہ میری بدقسمتی تھی کہ وقت کے تعین میں مجھ سے ذرا سی تاخیر ہوگئی میں نیند سے مغلوب ہوکر کچھ دیر ستانے کے لیے نہ لیٹا ہوتا تو ڈان کا جال گرنے سے پہلے ہوٹل سے صبح سویرے صاف نکل گیا ہوتا۔ بعد میں ڈان میری تلاش میں اپنا سر پیٹتا رہ جاتا۔

اس وقت بھی میرے لیے ایک موقع موجود تھا۔ میں فون پر ڈان سے ملاقات کا وقت طے کرکے اسے اپنی طرف سے مطمئن کردیتا اور سیلز بار کا رخ کرنے کے بجائے خاموشی سے سامان لے کر ملائیشیا جانے والوں بسوں کے اڈے پر پہنچ جاتا۔

مفروضہ

مہرین کو دفتر میں ملازمت شروع کیے صرف ایک ہفتہ ہوا تھا۔ اپنے برابر کی میز پر اپنے ساتھی کلرک کی صورت دیکھ کر اس نے ازراہ ہمدردی پوچھ لیا ''کیا بات ہے۔ آپ بہت پریشان نظر آرہے ہیں؟''

''میں دراصل یہ سوچ کر پریشان ہورہا تھا کہ جب ہم دونوں ہنی مون پر جائیں گے تو پیچھے میرے اور آپ کے حصے کا کام کون سنبھالے گا؟'' ساتھی کلرک نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

''ہنی مون.....؟'' مہرین کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ''ہمارے درمیان تو ابھی صحیح طرح بات چیت بھی شروع نہیں ہوئی ہے۔ یہ آپ نے شادی اور ہنی مون کے بارے میں کیسے سوچنا شروع کردیا؟''

''فرض کرنے میں کیا حرج ہے؟'' ساتھی کلرک نے ذرا شرما کر سر جھکاتے ہوئے کہا۔

خرابی یہ تھی میری وہ کوشش ناکام ہوجاتی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ڈان کے غیظ وغضب کو نہیں ٹال سکتی تھی۔ مہمان داری کے نام پر جس طرح ہوٹل سے میری اچانک روانگی پر نظر رکھنے کی کامیاب کوشش کی گئی تھی اسی طرح ہوٹل کی باقاعدہ نگرانی شروع ہونے کا امکان قوی تھا۔ میرے عزائم کا علم ہوجانے کے بعد ڈان میری راہ روکنے کے لیے کوئی بھی قدم اٹھا سکتا تھا۔

مجھے شبہ تھا کہ ادھر ہم ہوٹل سے اپنا سامان لے کر باہر نکلیں اور اسی لمحہ چاؤ فان اچانک اپنی کمین گاہ سے نمودار ہوکر ہمارے سامنے آجائے۔ یوں رنگے ہاتھوں پکڑے جانے کی صورت میں، میں اپنا کوئی دفاع نہیں کرسکتا تھا۔

چاؤ فان ہمیں سامان سمیت ڈان کی طرف لے جانے کی کوشش کرتا۔ ہماری طرف سے انکار یا مزاحمت کی صورت میں بات بڑھ جاتی۔ نوبت پولیس کی مداخلت تک بھی آسکتی تھی۔ چاؤ فان میرے متعدد جرائم کا عینی گواہ تھا۔ آخری حربے کے طور پر وہ مجھے پھنسانے کے لیے میرے کسی بھی جرم کا بھانڈا پھوڑ سکتا تھا۔

میرے سامنے نجات کا کوئی محفوظ راستہ باقی نہیں رہا تھا۔ میں نے دل برداشتہ ہوکر چاؤ فان سے کہا ''میں تمہارے بارے میں بدگمانی نہیں کررہا۔ ایمان داری سے خود

Downloaded from https://paksociety.com

کو میری جگہ رکھ کر سوچو شروع میں تم میری شناخت کی ضرورت نہیں تھی تو مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا گیا۔ اتنی اعلیٰ کارکردگی اور وفاداری کے مظاہرے کے بعد اب پاسپورٹ منگوائے جارہے ہیں۔ یہ سوچو کہ ہماری یہ سفری دستاویزات لے کر رکھ لی گئیں تو ہم کہاں ہوں گے؟ تھائی لینڈ میں قید ہو کر رہ جائیں گے۔''

''تم یہ سب سوچ کر خود کو کیوں ہلکان کررہے ہو؟'' وہ حیرت سے بولا ''ماسٹر! تمہاری نیت صاف ہے تو کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔ تمہارے پاسپورٹ واپس مل جائیں گے۔ پتا نہیں اس کے دماغ میں کیا بات ہے..... اس نے کیوں تمہارے پاسپورٹ منگوائے ہیں۔ اس سے ملے بغیر تم کو کسی سوال کا جواب نہیں مل سکے گا۔ تم یوں ہی پریشان ہوتے رہو گے۔''

''مجھے اس سے ملنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ میں ضرور ملوں گا مگر یہ انوکھی باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔'' میں نے تیز لہجے میں جواب دے کر فون بند کردیا۔

چاؤ فان میرا ماتحت تھا۔ اس کے سامنے زیادہ کھل کر بات کرنا میری انا کے خلاف تھا۔

غزالہ میرے ساتھ بیٹھی تشویش زدہ انداز میں وہ گفتگو سن رہی تھی۔ میں نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''سوٹ کیس کھول دو' سامان واپس رکھ دو' ہم کہیں نہیں جارہے۔''

''مگر کیوں..... اچانک کیا ہوگیا؟'' وہ تبدیلی اس کی سمجھ سے باہر تھی۔

''ڈان کے دماغ میں کوئی فتور پیدا ہوگیا ہے۔'' میں نے جھلا کر جواب دیا ''اس نے مجھے پاسپورٹوں کے ساتھ بلوایا ہے' معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ میرا اگلا شکار ہوگا۔''

''ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچیں۔ ڈان بلاسبب ایسا مطالبہ نہیں کرسکتا۔'' اس نے مجھے سمجھایا ''ہوسکتا ہے کہ آپ سے کہیں کوئی چوک ہوگئی ہو۔''

اس نے مجھے سوچ میں ڈال دیا۔ میں سگریٹ سلگا کر ایک کرسی پر جا بیٹھا۔

''آپ نے اسد کو بے خبر رکھ کر نکلنے کی منصوبہ بندی کی تھی۔ راستہ بند ہوگیا۔ یہ اس کی ناقدری کا نتیجہ بھی ہوسکتا ہے۔'' کچھ دیر تک سامان رکھنے کے بعد غزالہ نے فضا کے بوجھل پن کو ہلکا کرنے کے لیے ہلکے پھلکے انداز میں کہا ''وہ آپ کا بہت مخلص اور بے لوث ہمدرد ہے۔''

''سوبھراج کے مرتے ہی مسائل نے نیا رخ اختیار کرلیا ہے۔'' میں نے تشویش سے کہا ''اسد نے صبح سے خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔ پتا نہیں کیا ہورہا ہے۔''

اسی وقت اسد کا فون آگیا۔ وہ ہوٹل کی لابی سے بول رہا تھا۔

میں نے اسی لمحے اسے اوپر بلالیا۔ میں نے اس سے طویل غیر حاضری کا شکوہ کیا تو اس نے بتایا کہ اس کا دن بہت مصروف گزرا۔ ہر طرف کی سن گن لے کر وہ کچھ دیر پہلے ہوٹل پہنچا تھا۔ اس نے لابی سے میرے کمرے کا نمبر ملایا تو فون مصروف تھا۔ شاید اس وقت چاؤ فان کی کال آئی ہوئی تھی۔ وہ تھکن اتارنے کے لیے ٹی شاپ کی طرف چلا گیا۔ چائے کی ایک پیالی حلق سے اتارنے کے بعد اس نے دوبارہ کوشش کی تو رابطہ ہوگیا۔

''تم چائے پی کر آئے ہو تو اب شروع ہوجاؤ۔ شہر کی کیا خبریں ہیں؟'' میں نے کہا۔

''رات ہم سے زبردست بھول ہوگئی۔'' اس نے متاسفانہ لہجے میں بتایا ''مرنے والا سوبھراج نہیں' بھارت سے آیا ہوا نرائن پرشادشرما تھا۔''

''یہ تم سے کس نے کہہ دیا؟'' میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔ اس کے آنے سے میری کوفت میں خاصی کمی ہوگئی تھی۔

''یہ راجن کا بیان ہے۔'' اس نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا ''اس کا کہنا ہے کہ نرائن اس کے ڈرائیور کے ساتھ لوپ بوری میں رات گزار کر علی الصباح کھنڈرات وغیرہ کی سیر کرنے کے ارادے سے گیا تھا پھر لوٹ کر واپس نہیں آیا۔''

''وہ جھوٹ بولتا ہے' مرنے والا سوبھراج تھا۔'' میں نے اصرار کیا۔

''رات تاریک تھی۔'' اسد مجھے سمجھانے والے انداز میں بولا ''تمہارا اس سے دوبدو مقابلہ نہیں ہوا۔ اندھیرے میں آنکھ مچولی ہوتی رہی اور وہ بے خبری میں درندوں کی خوراک بن گیا۔ ہوسکتا ہے کہ تم سے اندازے کی غلطی ہوئی ہو۔ سوبھراج کا نام تمہارے سر پر سوار تھا' تم سمجھے کہ وہی مارا گیا ہے۔''

''راجن سفید جھوٹ بول رہا ہے۔ میں نے ریسٹ ہاؤس کی کھڑکی میں اسے دیکھا پھر جنگل میں اس کی لاش دیکھی۔ دھڑ سے تقریباً ایک فٹ دور پڑا ہوا سر اور چہرہ سونی صد سوبھراج کا تھا۔ اس کی ناک کی بناوٹ لاکھوں میں ایک تھی۔ مغالطہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' میں نے کہا۔

''پھر راجن جھوٹ کیوں بول رہا ہے؟'' اس نے پوچھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''جیسے ہی آپ واش روم گئیں..... آپ کے شوہر نے تیزی سے کار بھگائی اور سیٹی بجاتے ہوئے یہاں سے چلے گئے۔''

''اب تم نے قاعدے کی بات کی ہے۔ یہ بتاؤ کہ اس نے یہ بیان کب دیا ہے!''

اسد نے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ ڈال کر جواب دیا ''شاید ڈیڑھ گھنٹے پہلے کی بات ہے' وہ خود پولیس کمشنر کے دفتر میں آیا تھا میں اس کا بیان جاننے کے چکر میں لگا ہوا تھا۔''

''کیا لوپ بوری سے یہاں تک خبر پہنچنے میں اتنی دیر لگی؟''

''ڈرائیور کی لاش اور گاڑی کی وجہ سے شناخت میں دشواری نہیں ہوئی۔ خبر صبح سویرے آ گئی تھی۔ راجن سے کسی کا رابطہ نہیں ہو رہا تھا وہ اب پہنچا تھا۔''

''دونوں لاشیں کہاں ہیں؟'' میں راجن کے جھوٹ کی کڑیاں یک جا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''ڈرائیور کی لاش جلدی آ گئی تھی جنگل میں سوبھراج کی ہڈیوں کی تلاش کا کام اب تک جاری ہے۔ آوارہ اور جنگلی جانور اس کی ہڈیاں اندر تک اٹھا لے گئے ہیں۔ ڈرائیور کی لاش کے بعد سوبھراج کی بچی کھچی ہڈیاں یہاں لا کر سیل کر دی گئی ہیں۔''

''میری بات کہیں لکھ لو۔ راجن دانستہ روپوش تھا۔'' میں نے پرزور لہجے میں کہا ''سوبھراج کی لاش سامنے آنے سے پہلے وہ کوئی بیان نہیں دینا چاہتا تھا۔''

''کیا لاش کے آنے یا نہ آنے سے کون فرق پڑ سکتا تھا؟''

''فرق تمہارے سامنے آ چکا ہے۔ مرنے والے کی شناخت کا کوئی امکان ہوتا تو وہ سوبھراج کی موت کا اعتراف کر لیتا۔ اسے سوبھراج کا حشر معلوم ہو چکا ہے' مرنے والے کے ورثا بھاری رقم خرچ کر کے ہڈیوں اور بچے ہوئے ریشوں کا ڈی این اے ٹیسٹ کرائے بغیر یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ مرنے والا کون تھا۔ اس وقت تک راجن کی بات سچ مانی جائے گی۔''

''نرائن پرشاد شرما کے وارث آسانی سے راجن کی بات نہیں مانیں گے!''

''راجن نے ایک فرضی نام لیا ہے' شرما کا کوئی وجود ہے نہ اس کے وارثوں کا۔'' میں نے کہا ''کچھ دنوں بعد یہ فائل بند ہو جائے گی راجن مرنے والے کی ہڈیاں جلا دے گا۔''

''سوبھراج کی موت چھپا کر وہ کیا مقصد حاصل کرنا چاہ رہا ہے؟'' اس کے چہرے پر شدید الجھن کے آثار نمودار ہو گئے۔

''اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا ہے۔ پچھلے واقعات پر

Downloaded from https://paksociety.com

غور کرو گے تو بات سمجھ میں آجائے گی۔'' میں نے بتانا شروع کیا ''کراچی میں امریکیوں کو ٹپ دی گئی کہ سوبھراج بنکاک کے موتی محل میں پناہ گزیں ہے۔ انہوں نے اپنے جدید ترین یارروایتی وسائل سے اس اطلاع کی تصدیق کی اور کل اچانک اپنا ایک مسلح فوجی دستہ موتی محل کی طرف روانہ کردیا۔ خطرہ بھانپ کر سوبھراج وہاں سے نکل گیا۔ راجن نے سوبھراج کے بارے میں اپنی مکمل لاعلمی کا اظہار کیا۔ ادھر امریکیوں کی تلاش بھی ناکام ثابت ہوگئی۔ انہیں موتی محل میں سوبھراج کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔''

''میرے سوال کا جواب اب بھی نہیں ملا!'' اس نے مجھے خاموش پاکر ٹوکا۔

''وہ سوبھراج کی موت کا اعلان کرتا تو اس کی ساکھ تباہ ہوجاتی۔ امریکیوں کو علم ہوجاتا کہ اس نے جھوٹ بول کر ان کو دغا دی ہے' سوبھراج کو اس نے خود بھگایا تھا... !''

''اوہ خدایا..... ! تم بالکل صحیح سمت میں سوچ رہے ہو۔'' اس نے میری بات کاٹ کر حیرت سے کہا ''یہ بالکل سامنے کی بات ہے میرے ذہن میں نہیں آرہی تھی۔ پتا نہیں قدرت نے تمہارے دماغ میں کون سا خاص پرزہ لگایا ہے کہ تم پلک جھپکتے میں ہر بات کی تہ تک پہنچ جاتے ہو۔''

''سب کے پرزے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ انہیں استعمال نہ کیا جائے تو زنگ کھا کر یہ رفتہ رفتہ بے کار ہوجاتے ہیں۔'' میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا ''سوبھراج کے عبرت ناک حشر نے راجن کو جھوٹ بولنے کا موقع دیا۔ تم سوچ نہیں سکتے کہ اس کا جھوٹ ہمارے لیے کتنی بڑی نعمت ہے۔''

''مجھے سوچنے پر مجبور نہ کرو۔ تم ہی بتا دو کہ اس سفید جھوٹ سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔'' اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ اس نے میری کہی ہوئی بات کو مذاق میں لیا تھا۔

''سوبھراج اب ہمیشہ کے لیے بے نام ونشان ہو چکا ہے۔ اس کی جگہ شرما کا نام لے کر راجن نے نادانستگی میں ہمارے دشمنوں کے منہ بند کردیے ہیں۔ توپوں کے منہ بند رہیں گے' کوئی پاکستان کو ملامت کا ہدف نہیں بنا سکے گا۔ تم کو بھی بنکاک میں اپنی موجودگی ثابت کرنے کے لیے شرابی گواہوں سے رجوع کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، یہ.....''

اسد اپنی جگہ سے اٹھ کر والہانہ انداز میں مجھ سے لپٹ گیا اور میری بات کاٹ کر جذباتی لہجے میں بولنے لگا ''علی بھائی! یہ سب قدرت کی طرف سے ہماری صاف نیتوں کا انعام ہے' خدا کی قسم! ہم الٹے لٹک جاتے تب بھی ایسے انوکھے حالات پیدا نہیں کرسکتے تھے۔ یہ میری زندگی کا ناقابلِ یقین تجربہ ہے۔ کون سوچ سکتا تھا کہ سوبھراج کا فتنہ اتنی خاموشی سے ختم ہوجائے گا اور کوئی اس کا نام تک نہیں لے گا۔''

''یہ بات ہم دونوں کے درمیان رہے گی اور اب اس جہنمی کندے کا نام نہیں لیا جائے گا۔'' میں نے نرمی سے اسے الگ کرتے ہوئے کہا۔

''مجھ پر ایسی پابندی نہ لگاؤ' کراچی اور اسلام آباد میں بہت سے دردمند پاکستانی یہاں سے کسی اچھی خبر کی آس لگائے بیٹھے ہیں۔ یہ خبر سن کر ان کے دلوں کو قرار آجائے گا۔''

''وہ وقت بھی آجائے گا۔ فی الحال خاموشی وقت کی ضرورت ہے۔ راجن نے جھوٹ بول کر میرے ذہن کا بہت بڑا بوجھ ہلکا کیا ہے۔''

''یہ سارا بوجھ تمہارا ہی تھا جو یکا یک اتر گیا۔'' اس نے بے ساختہ کہا ''میں ہاتھ جوڑ کر تم سے التجا کرتا ہوں کہ اب مجھے بتا دو کہ تم کون ہو۔''

اس نے میرے سامنے واقعی ہاتھ اٹھا کر جوڑ دیے۔

میں نے دونوں ہاتھ تھام کر اس کی گود میں گرا دیے اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دھیمی آواز میں کہا ''علی احمد پسند نہیں ہے تو تم میرا جو نام رکھ دو گے میں اسے مان لوں گا۔''

''یوں نہیں..... مان لو کہ تم ڈینی ہو!'' وہ بے اختیار ہو کر مچل گیا۔

''تم کہتے ہو تو شاید میں ڈینی ہی ہوں گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے ذومعنی لہجے میں کہا ''کسی اور کو اپنے اس خیال کی بھنک نہ لگنے دینا۔''

''شروع دن سے تمہارے طور طریقے بتا رہے تھے کہ تم کوئی عام آدمی نہیں ہو۔'' وہ جذبات کی رو میں بہا جا رہا تھا۔ ''ہر کوئی ایسا جادوگر نہیں ہوسکتا کہ ذرا سی دیر میں ڈان برنارڈ جیسے سخت اخروٹ کو شیشے میں اتار لے۔ میرا سینہ فخر سے پھول گیا ہے کہ میں نے اس عہد کے ایک عظیم آدمی اور زبردست سیلرٹ ایجنٹ کے ساتھ کام کیا ہے۔ جب تک تم مجھے زبان کھولنے کی اجازت نہیں دو گے، یہ دونوں راز میرے سینے میں دفن رہیں گے' نہ سوبھراج مرا ہے، نہ تم ڈینی ہو۔''

''اتنی تعریفیں نہ کرو۔ میں شرم سے مسہری میں گڑا جا رہا ہوں۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس وقت صرف میں سوبھراج کی موت کا اکلوتا گواہ ہوں۔ اس کی لاش چاؤفان نے بھی دیکھی تھی۔ مگر وہ سوبھراج کو نہیں پہچانتا۔ مرنے کے بعد راجن کے

Downloaded from https://paksociety.com

جھوٹ نے اسے زندہ رکھا ہے۔ ایف بی آئی والے ساری عمر اپنے اس غدار کو ڈھونڈتے رہیں گے اور میں سوبھراج کے نام پر ان سے جی بھر کے کھیل سکوں گا۔ ایک روز یہ فرض کرلیا جائے گا کہ سوبھراج نے دنیا کے کسی گمنام خطے میں روپوشی اختیار کرلی ہے۔''

''کیسا عبرت کا مقام ہے کہ ایک بڑے خاندان کا سربراہ ہونے کے باوجود آج اس کی عبرت اثر موت پر کوئی آنکھ آنسو نہیں بہائے گی۔''

''شاید راجن دنیا سے چھپ کر رو رہا ہو'' میں نے کہا

''اس نے سوبھراج کو مرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس کی باقیات سے اسے اپنے دوست کے انجام کا اندازہ ہوگیا ہوگا۔ ہم تین آدمی سوبھراج کی موت کے رازداں ہیں۔ میں تم اور راجن۔''

''پیچیدہ مسئلوں پر تم سے بات کر کے دل کو بہت سکون ملتا ہے'' وہ ایک گہرا سانس لے کر بولا ''اب میرے سر سے ہر خوف ہٹ گیا ہے۔ اب تک میں نے مفتاطیسی شخصیتوں کے بارے میں صرف سنا یا پڑھا تھا۔ تم سے مل کر پتا چل گیا کہ وہ کیسے ہوتے ہیں۔''

''سوبھراج کی وجہ سے میں بھی فکرمند تھا۔ اس کا نام کھل جاتا تو ڈان میرے لیے بہت سے مسائل کھڑے کرسکتا تھا۔ اب میں آسانی سے اس کا سامنا کرسکوں گا'' میں نے بات بدل دی۔

''کیا اس سے ملاقاتوں کا سلسلہ بھی چل رہا ہے؟'' اسد نے چونک کر پوچھا۔

''آج اس نے عجیب انداز میں بلوایا ہے، دیکھو کیا رہتا ہے؟''

''مناسب سمجھو تو مجھے بھی کچھ تفصیل بتادو!'' اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

میں نے اسے اپنی اور چاؤفان کی گفتگو کا خلاصہ سنادیا۔

''بہت عجیب بات ہے'' اس نے میری رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا ''نہ صرف طلبی کا انداز شک وشبے میں ڈالنے والا ہے بلکہ دوسری بات یہ بھی کھٹک رہی ہے کہ اس نے تمہیں لوپ بوری کے واقعے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔''

''سچ پوچھو تو میں ڈان کی ہدایت سن کر ذہنی طور پر اتنا الجھ گیا تھا کہ مجھے اب تک اس بات کا خیال نہیں آیا تھا۔ اس نے وہ ذکر سرے سے گول کردیا۔''

''رات کو وہ تمہارا شریک کار تھا۔ آج دن میں، میں نے اسے دو مرتبہ پولیس ہیڈکوارٹرز کے آس پاس منڈلاتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ اندر کی خبروں کے حصول میں سرگرداں رہا تھا تو اسے تم سے بھی اس کا ذکر کرنا چاہیے تھا۔''

چاؤفان سے تفصیلی بات کرنے کے بعد میں نے یہ رائے قائم کی تھی کہ میرے معاملے میں اس کی نیت صاف تھی۔ گڑبڑ ڈان کی طرف سے ہوئی تھی۔ اسد نے اس کی طرف لوپ بوری کے بارے میں مکمل خاموشی کا ذکر چھیڑ کر مجھے اپنی رائے پر نظرثانی کرنے پر مجبور کردیا۔ میں دوبارہ تذبذب میں پڑ گیا۔

''ڈان کی طرف جانے سے پہلے چاؤفان سے پوچھو کہ رات کے واقعے کے بارے میں پولیس کس سمت میں کام کررہی ہے؟ ہوسکتا ہے کہ تمہیں ڈان کے موڈ میں تبدیلی کا کوئی سراغ مل جائے'' وہ نرم لہجے میں مجھے مشورہ دے رہا تھا۔

''اب میں اس کے منہ لگنا پسند نہیں کروں گا۔ ڈان سے ملاقات کے بعد آئندہ کا کوئی لائحۂ عمل طے ہوسکے گا'' میں نے کہا۔

''میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ ڈان کے موڈ میں تبدیلی کا رات والے واقعے سے کوئی نہ کوئی تعلق ہے۔ پہلی کڑی وہیں سے ملے گی۔''

''یہ اندازہ مجھے بھی ہے لیکن اب صورتِ حال میں تبدیلی آچکی ہے'' میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ بات بگڑ گئی ہے تو اسے بھی پوری طرح اعتماد میں لے لینا چاہیے۔ غزالہ کا یہ شکوہ بھی دور ہوجائے گا کہ میں نے ہوٹل چھوڑنے کے بارے میں اسد کو نہ بتا کر اس کی ناقدری کی تھی۔

''اب کون سی نئی بات ہوگئی؟'' میرے لہجے کے بدلے ہوئے انداز نے اسے چونکنے پر مجبور کردیا۔

''میں نے تمہارے مشورے پر عمل کرتے ہوئے ہوٹل چھوڑنے کا ارادہ کرلیا تھا'' میں نے ذمے داری اسی کے سر ڈالتے ہوئے بتایا ''ہوٹل والوں نے یہ خبر چاؤفان کو پہنچادی۔ وہ ایسا چڑی کا غلام ہے کہ اس نے یہ بات ڈان کو بتادی۔''

''پھر تو معاملہ سیدھا ہے۔ اس بات پر ڈان تم سے بگڑ گیا ہوگا۔''

''یہ بعد کا واقعہ ہے۔ ڈان اس سے پہلے میری طلبی کا فیصلہ کرچکا تھا۔''

وہ بات اتنی آسانی سے اس کی سمجھ میں نہیں آسکی۔ سوال وجواب کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس کے اختتام

Downloaded from https://paksociety.com

پر وہ میرا اہم نوا ہو چکا تھا۔

''سارے راستے مسدود ہو چکے ہیں۔ تمہیں ڈان سے ملنا پڑے گا'' وہ بولا ''مناسب یہ ہوگا کہ تم بے چون و چرا ڈان کی مرضی پر چلتے رہو۔''

''میں اس سے بھڑ جانے کا ارادہ کیے بیٹھا ہوں۔''

''تم اپنی مرضی کے مالک ہو۔ میں تم پر دباؤ نہیں ڈال سکتا۔ یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اس سے ٹکرا کر تم خودکشی کی راہ اختیار کرو گے۔ میں نے اس کے بارے میں بہت کچھ سنا ہوا ہے۔ ایک بار وہ تمہیں عزت دے چکا ہے تو اب خود بھی اسے واپس نہیں لینا چاہے گا۔ کھلے دل سے تمہاری ہر بات سنے گا۔ ہوسکتا ہے کہ ایک دو روز میں وہ نارمل ہو جائے۔''

''مجھے خودکشی سے ذرا بھی دلچسپی نہیں ہے۔ ڈان نے معقولیت کی حد سے تجاوز نہ کیا تو میں بھی اسے طرح دے دوں گا ورنہ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔''

اسد نے اس موضوع کو طول دینے کی کوشش نہیں کی۔ بات وہیں ختم کر دی۔ میرے دل سے یہ بوجھ اتر گیا تھا کہ میں نے اس سے کوئی بات پوشیدہ رکھی تھی۔

مجھے ڈان سے ملوانے کا سہرا اسد کے سر تھا۔ حالات و واقعات کا پورا پس منظر اس کے علم میں آ چکا تھا۔ میں نے اس کی موجودگی میں ڈان کا نمبر ملا لیا۔

''میں علی بول رہا ہوں'' فون پر اس کی سرد اور سپاٹ مگر دبنگ آواز سن کر میں نے کہا۔

''تم کتنی دیر میں آ سکتے ہو؟'' اس نے مجھے مزید بولنے کا موقع نہیں دیا۔

''آدھے یا پون گھنٹے میں.....'' میں نے سنبھل کر جواب دیا ''کہو تو میں اس سے پہلے بھی آنے کی کوشش کر سکتا ہوں۔''

''فضول باتیں مت کرو۔ ایک گھنٹے بعد تم کو یہاں ہونا چاہیے'' وہ کسی کھٹنے کتے کی طرح غرایا۔

فون بند ہوگیا۔ میرے لیے وہ تجربہ نیا نہیں تھا۔ میرے حریف بارہا میری آواز سن کر ایسے ردِعمل کا مظاہرہ کر چکے تھے۔ مجھے ڈان سے ایسی سرد مہری کی امید نہیں تھی۔ میں نے دھیرے سے فون بند کر دیا۔

''وہ بھڑکا ہوا معلوم ہوتا ہے'' اسد نے تبصرہ کیا۔

''بہت زیادہ'' میں نے اس کی تائید کی ''اس نے پاسپورٹ لانے کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ یہ معاملہ گول کرنے کی گنجائش نکل آئی ہے۔''

''یہ غلطی نہ کرنا۔ وہ تمہارے پاسپورٹ اپنی تحویل میں لینے کا فیصلہ کر چکا ہے تو تم کسی طرح انہیں نہیں بچا سکتے۔ تم خود نہیں لے گئے تو تمہاری غیر موجودگی میں وہ تمہارے کمرے سے چرا لیے جائیں گے۔ تم نے دیکھ لیا ہے کہ ہوٹل والوں کو وہ اپنے مقصد کے لیے کس بے رحمی سے استعمال کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔''

اسد کی بات معقول تھی۔ بہتر یہ تھا کہ بگاڑ کو بڑھانے کی کوشش نہ کی جائے۔ ڈان کے دماغ میں چڑھی ہوئی گرمی کو کم کرنے کے لیے اس کی ہدایات من و عن مان لی جائیں۔

میرے ایما پر غزالہ نے اپنے ویٹی بیگ سے دونوں پاسپورٹ نکال کر میرے حوالے کر دیے۔

''اب ہوشیار رہنا'' میں نے جوتے پہنتے ہوئے غزالہ کو تاکید کی ''تم نے ہماری ساری باتیں سنی ہیں۔ ہم یہاں بدمعاشوں اور ٹھگوں کے نرغے میں آ گئے ہیں۔ ذرا سی چوک ہوئی تو ہم بھاری نقصان سے دوچار ہو سکتے ہیں۔''

''آپ بے فکر رہیں۔'' اس نے مسکرا کر اعتماد سے جواب دیا ''ادھر کا رخ کرنے والوں کو مایوسی ہوگی۔''

غزالہ کا جواب سن کر اسد کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس نے میرے بارے میں بہت کچھ سنا ہوا تھا مگر غزالہ سے اس کا تعارف واجبی تھا۔ سو فیصد گھریلو نظر آنے والی ایک پاکستانی خاتون کی زبان سے دنگا فساد کے بارے میں ایسا پُراعتماد جواب اس کے کانوں کے لیے اجنبی تھا۔

کمرے سے باہر نکلنے کے بعد اس نے حیرت سے پوچھا ''تم نے بھابی کو بھی اپنے رنگ میں ڈھال لیا ہے۔''

''وہ ڈھلی ڈھلائی میرے پلّے پڑی ہے۔ میاں بیوی ایک سانچے میں نہ ڈھل سکیں تو یہ گاڑی جھٹکے کھا کر چلتی ہے۔ غزالہ یہ بات جانتی ہے۔''

ہوٹل سے باہر آ کر اسد نے پہلی خالی ٹیکسی میں مجھے سیلرز بار کی طرف روانہ کر دیا۔ میں اپنی شکل و صورت سے ہی وہاں غیر ملکی لگتا تھا اور پھر ایک بڑے ہوٹل سے نکل کر ٹیکسی میں سوار ہوا تھا۔ ڈرائیور نے اپنی گاڑی کوٹر یفک میں شامل کرتے ہوئے بنکاک کی جواں سال لڑکیوں کے ذکر شر سے اپنی گفتگو کی تمہید باندھنے کی کوشش کی اور میں نے اس ابتدائی مرحلے میں اسے سختی سے ڈانٹ کر خاموش کر دیا۔

مجھے یاد تھا کہ میں ان چند دنوں میں ایسے ڈرائیوروں کے ساتھ بھی سفر کرتا رہا تھا جو گندگی اور خرافات سے نالاں ہونے کے باوجود بنکاک میں اچھی روزی کما رہے تھے۔

میری تادیب کے نتیجے میں میرا سیلرز بار تک کا سفر خاموشی اور تیز رفتاری سے طے ہوا۔ میں نے ٹیکسی کا

Downloaded from https://paksociety.com

کرایہ ادا کر کے اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالی تو چار بجنے میں پورے بیس منٹ باقی تھے۔

ڈان کو تاخیر پسند نہیں تھی۔ مجھے شبہ تھا کہ وہ قبل از وقت پہنچنے پر اچھے تیوروں سے میرا استقبال نہیں کرے گا۔ میں سیلرز بار کی عقبی گلی کا رخ کرنے کے بجائے مین روڈ پر ایک قطار میں بنی ہوئی دکانوں کی طرف ہولیا۔ ان کے درمیان سیلرز بار کا بند دروازہ دور سے نظر آ رہا تھا۔

بار چھ بجے کھلتا تھا۔ اسی وجہ سے ڈان نے مجھے دو گھنٹے پہلے بلایا تھا تاکہ وہ ہر طرف سے بے فکر ہو کر مجھ سے مذاکرات کر سکے۔

مجھے کچھ لینا دینا نہیں تھا۔ بیس منٹ تک سڑک کے کنارے دھوپ میں کھڑا رہتا تو بلاوجہ آنے جانے والوں کی نظروں کا مرکز بن جاتا۔ وہ وقت گزارنے کے لیے ایک چھوٹی مگر خوب صورت سی دکان میں داخل ہو گیا۔ جس کے باہر لگے ہوئے سائن بورڈ پر گفٹ شاپ کے انگریزی الفاظ بہت نمایاں تھے۔

اندر کاؤنٹر کے پیچھے ایک بنی سنوری، ادھیڑ عمر خاتون نے میری آہٹ سن کر سر اٹھایا اور وہ سراپا تبسم بن گئی۔ میں جوابی مسکراہٹ بکھیرتا ہوا اس کی طرف بڑھ گیا۔

''ویل کم..... یُو تو رست!'' اس نے استقبالیہ فقرے کے ساتھ اپنی توتلی انگریزی میں ایک سوال داغ دیا۔ وہ تتلاہٹ اس کی کمزوری نہیں بلکہ مقامی لب و لہجے کی مجبوری تھی جو میرے لیے اجنبی نہیں رہی تھی۔

''ہاں، میں سیاح ہوں'' میں نے اقرار کرتے ہوئے کہا ''باہر سے گزرتے ہوئے تمہاری خوب صورت دکان نظر آئی اور میرے قدم بے اختیار اس طرف اٹھ گئے۔''

میری زبان سے خوبصورتی کا ذکر سنتے ہی اس کے چہرے پر سرخی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ اس نے شرمانے کی کوشش میں کچھ بے حجاب ہو کر میری طرف دیکھا۔ اپنی پلکیں جھپکائیں پھر بولی ''یہ تمہاری عزت افزائی ہے۔ ورنہ میں اتنی خوبصورت نہیں ہوں۔ یہ بتاؤ کہ تم یہاں سے کیا خریدنا پسند کرو گے؟''

انگریزی سے واجبی واقفیت نے اس بے چاری کو خوش فہمی میں مبتلا کر دیا تھا۔ میں نے اس کی تردید ضروری نہیں سمجھی اور بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا ''کوئی بھی ایسی چیز جو میں اپنی پسندیدہ عورت کو پیش کر سکوں!'' میں نے سوچا کہ میں وہاں سے غزالہ کے لیے کچھ خرید ہی لوں۔

''اوہ! تم کو عورتوں سے دلچسپی ہے؟'' اس نے میری طرف جھک کر قدرے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ دکان میں اس وقت ہم دونوں کے سوا کوئی تیسرا متنفس نہیں تھا۔ اس کے لہجے کی تبدیلی غیر ضروری تھی۔

''یہ ایک فطری تقاضا ہے'' میں نے دیکھا، موضوع بدلتے ہی اس خاتون کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک پیدا ہو گئی تھی۔

''میں صرف پانچ ڈالر فیس لے کر تمہیں چند قدم کے فاصلے پر ایک ایسی جگہ کا پتا بتا سکتی ہوں جہاں تمہیں اپنی پسند کی کئی عورتیں مل جائیں گی اور تمہاری آج کی شام یادگار ہو جائے گی'' بلی یکایک تھیلے سے باہر آ گئی۔

''کیا تم سیلرز بار کا ذکر کر رہی ہو؟'' میں نے غیر ارادی طور پر سوال کیا۔

''مین! کانوں کو ہاتھ لگاؤ۔ ڈان بہت معزز آدمی ہے۔ وہ ایسے چکروں سے کوسوں دور ہے۔ یہاں رہنے اور کاروبار کرنے والوں کو فخر ہے کہ وہ ڈان کے پڑوسی ہیں اور سکھ چین کی زندگی گزار رہے ہیں۔''

''یہ ڈان کون ہے؟'' میں نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے سوال کیا۔

''چھ بجے سیلرز بار کھل جائے گا۔ اندر جا کر تم اس کی زیارت کر لینا'' وہ بولی ''ڈان بہت نیک نفس آدمی ہے۔ جن باتوں کو خود ناپسند کرتا ہے، اپنے پڑوسیوں کو ان سے نہیں روکتا۔ یہ ڈان کی چھوٹی سی دنیا ہے۔ اس کی وجہ سے پولیس ادھر آتی ہے۔ نہ ٹیکس لینے والے تنگ کرتے ہیں۔ بولو، تم پانچ ڈالر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟''

وقت گزارنے کے لیے پانچ ڈالر کی قربانی زیادہ نہیں تھی۔ تبادلے کی شرح سے وہ سیکڑوں بھات بن جاتے تھے۔ عورت کے دماغ میں شاید وہی ہندسہ چکرا رہا تھا۔

میں نے خاموشی سے بٹوا نکالا اور پانچ ڈالر کاؤنٹر پر رکھ دیے۔ اس نے وہ نوٹ اٹھا کر پھرتی سے اپنے بلاؤز میں اڑس لیے۔

اس کا بلاؤز مختصر تھا۔ قمیص کا گلا بڑا تھا۔ سب کچھ یوں ظاہر تھا کہ نوٹ چھپائے جانے کے باوجود نہیں چھپ سکے تھے، مجھے صاف نظر آ رہے تھے۔ وہ اس خاتون کا ذاتی معاملہ تھا۔ میں نے اس کی نشاندہی نہیں کی۔ میرے لیے اتنا کافی تھا کہ اس کی فیس ادا کر کے میں کچھ دیر کے لیے وہاں ٹھہرنے کا جواز حاصل کر چکا تھا۔

وہ شام کے ابتدائی لمحات تھے۔ باہر تیز دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ اس گرمی اور سناٹے میں دکان میں کسی گاہک کے

Downloaded from https://paksociety.com

آنے کا امکان نہیں تھا۔ میں نے عورت سے اجازت لیے بغیر سگریٹ سلگالی۔ وہ برا بھی معترض نہیں ہوئی اور بولی ''تم دکان سے نکل کر سیلرز ہارنگی طرف چلو گے تو پیلے رنگ کا نواں دروازہ تمہاری دو دستکوں کے جواب میں کھل جائے گا۔ میرا نام فینگ نی ہے۔ اسے سنتے ہی تمہیں اندر بلالیا جائے گا.....''

''ایک منٹ.....'' میں نے ہاتھ اٹھا کر اس کی تقریر کا سلسلہ وہیں منقطع کردیا ''نواں دروازہ، دو دستکیں اور فینگ نی کا پاس ورڈ۔ یہ تین باتیں کافی ہیں۔ اس کے بعد کے مراحل ساری دنیا میں یکساں ہوتے ہیں۔ انتخاب اور مول تول کی ذمے داری میری ہوگی۔ تمہارے پانچ ڈالروں کا معاوضے سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔''

''ویری گڈ!'' عورت تحسین آمیز لہجے میں بولی ''تم پرانے کھلاڑی معلوم ہوتے ہو۔ کھیل کے سارے اصول اور ضابطے سمجھتے ہو۔ مجھے ایسے کنگلوں سے سخت نفرت ہے جو مفت میں نظریں سینک کر میرے پاس لوٹ آتے ہیں اور کوئی بات نہ بننے کی وجہ سے اپنی دی ہوئی فیس کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ میں انہیں دھتکار کر بھگا دیتی ہوں۔''

وہ رفتہ رفتہ کھلتی جارہی تھی۔ میں نے سر ہلا کر کہا ''تم اچھا کرتی ہو، اب ذرا سیلرز بار کے بارے میں بتا دو کہ وہاں کیا ہوتا ہے، میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔''

اس نے گھور کر میری طرف دیکھا۔ خاموشی سے اپنے گریبان سے پانچ ڈالر نکال کر میرے سامنے پھینکے اور تیز آواز میں بولی ''اگر تم ڈان کے خلاف چھان بین کرنے کے ارادے سے میرے پاس آئے ہو تو اپنے نوٹ اٹھاؤ اور خاموشی سے لوٹ جاؤ۔ یہاں کوئی ڈان کے بارے میں زبان نہیں کھولے گا۔ جہاں بھی جاؤ گے، تمہیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑے گا۔''

''ڈان سے مجھے کچھ نہیں لینا۔ میں نے تم سے سیلرز بار کے بارے میں پوچھا تھا'' میں نے نوٹوں کو ہاتھ لگائے بغیر اپنی صفائی پیش کی۔

''کیا تم بارز کے بارے میں نہیں جانتے کہ وہاں کیا ہوتا ہے؟'' اس کا لہجہ تیکھا تھا۔

''دراصل میرا مسئلہ دوسرا ہے'' میں نے آہستگی سے کہا ''مجھے شراب سے نشہ نہیں ہوتا۔ میری جوانا نئی دنیاؤں کی سیر کرانے لگتی ہے.....''

''نو.....'' اس نے میری بات کاٹ دی ''ڈان کے بار میں کوئی غیر قانونی نشہ نہیں ملتا۔ وہ صاف ستھرا کاروبار کرتا ہے۔ تم غلط جگہ پر آ گئے ہو۔ تمہیں گودی کی طرف جانا چاہیے۔ وہاں تمہیں حشیش، چرس اور ہیروئن، سب مل جائیں گی۔''

''بندر گاہیں عورت کو ترسے ہوئے ملاحوں کا مسکن ہوتی ہیں۔ تمہاری بتائی ہوئی کسی خوبصورت عورت کے ساتھ ادھر کا رخ کرنا میرے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ بعض شورہ پشت ملاح عورت کے لیے لڑنے مرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔''

اس نے نوٹ اٹھا کر حریصانہ انداز میں دوبارہ وہیں رکھ لیے جہاں وہ نیم درون نیم بیرون کے عالم میں پہلے نظر آرہے تھے اور بولی ''یہ عورت کی بڑائی ہے کہ اس کے لیے سب لڑتے ہیں، وہ کسی کے لیے نہیں لڑتی۔ تمہیں ان جھگڑوں میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پیسے خرچ کرو گے تو اسی گھر میں ہر چیز مل جائے گی۔ وہاں ہر رنگ کے لوگ آتے ہیں۔''

اس سے باتیں کرتے ہوئے میری نگاہیں دکان میں لگے ہوئے وال کلاک کا طواف بھی کرتی رہی تھیں۔ میں نے پانچ ڈالر میں وہاں خاصا وقت گزار لیا تھا۔ بنکاک کی زندگی کا ایک نیا رخ سامنے آنے کے ساتھ ساتھ مجھے ڈان کے بارے میں کچھ نئی باتیں معلوم ہوگئی تھیں۔

چار بجنے میں چند منٹ باقی رہ گئے تھے۔ وہ وقت ڈان کے ٹھکانے تک پہنچنے میں صرف ہوجاتا۔ میں نے بنکاک کی اس عظیم عورت کو ہاتھ اٹھا کر الوداع کہا جو پانچ ڈالر میں زن گزیدہ مردوں کی حاجت روائی کے لیے کمربستہ رہتی تھی۔

میں سیلرز بار کے بند دروازے کے سامنے سے گزرتا ہوا اس کونے کی طرف چل دیا جو نسبتاً قریب تھا۔ ڈان سے ملاقات کا وقت قریب آنے کے ساتھ ساتھ میری اعصابی کشیدگی میں خود بخود کمی آتی چلی گئی تھی۔ اس وقت میں خود کو بہت مطمئن اور آسودہ محسوس کررہا تھا۔

ایک گمبھیر مسئلہ سر آن پڑا تھا تو اس کے بارے میں زیادہ سوچ بچار کر کے خود کو ہلکان کرنا بے سود تھا۔ وقت پر سوجھنے والی باتیں ہی اس وقت میرے کام آسکتی تھیں۔

سیلرز بار کی پچھلی گلی میں داخل ہوتے ہوئے میں نے بجی ہوئی سگریٹ ایک طرف اچھال دی۔ اس وقت وہ گلی دور تک سنسان پڑی ہوئی تھی۔

میں ٹہلنے کے انداز میں پیش قدمی کرتا ہوا سیلرز بار کے عقبی سیاہ دروازے تک پہنچا تب بھی چار بجنے میں ایک منٹ سے قدرے زیادہ وقت باقی تھا۔

میں نے اس چوبی دروازے کا جائزہ لینا شروع کردیا

Downloaded from https://paksociety.com

جوانی ساخت اور مضبوطی کی وجہ سے بظاہر فولاد کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

ٹھیک چار بجے میں نے ڈور بیل کا سوئچ دبا دیا تھا۔ اس دوران میں کئی بدستور سنسان پڑی رہی۔ کسی دروازے سے کوئی آیا نہ گیا۔ شاید اس علاقے کے سارے مکین بنکاک کی گرمی سے گھبرا کر اپنے گھروں میں پڑے ستا رہے تھے۔

اندر گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ قلیل سے وقفے کے بعد دروازہ کھل گیا۔ میرے سامنے سیلز گرل میں کام کرنے والی وہی خوب رو اور سبک اندام لڑکی کھڑی ہوئی تھی جس نے پچھلی بار میرے لیے دروازہ کھولا تھا۔

اس وقت لڑکی کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں خوف کے سائے لہرا رہے تھے۔

''اندر آجاؤ'' اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

''آج تم کچھ پریشان نظر آرہی ہو؟'' میں نے دروازے میں سے گزرتے ہوئے سرگوشی کی۔

''ہاں..... آں..... ڈان کا موڈ خراب ہے'' دروازہ بند ہونے کے بعد نیم تاریکی میں اس کی کھوئی کھوئی سی آواز ابھری ''اوپر چلے جاؤ۔ وہ تمہارا انتظار کررہا ہے۔''

لڑکی اس تنگ راہ داری میں بار کی طرف مڑ گئی۔ میں اوپر جانے والے چوبی زینوں پر ہولیا۔ پچھلی بار ڈان نے زینے کے اختتام پر میرا استقبال کیا تھا۔ اس وقت وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ قدم قدم پر منفی تبدیلیاں مجھے خطرے سے آگاہ کررہی تھیں۔

میں اوپری منزل کے رہائشی ہال میں داخل ہوا تو ڈان سفید سلک کے روایتی گون اور پاجامے میں ملبوس اپنی بڑی سی مسہری پر دراز تھا۔ اس کے سرہانے اسکاچ کا گلاس رکھا ہوا تھا۔ جس میں تیرتے ہوئے برف کے ڈلے دور سے جھلملاتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ ڈان کے چہرے پر خشمناک سی سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

میری آہٹ سن کر بھی وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ میں نے اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر ہال میں نظریں دوڑائیں۔ وہاں کسی اور کا وجود نہیں تھا۔

''ڈان! میں حاضر ہوگیا ہوں'' میں نے رک کر اپنی آمد کا اعلان کیا۔

''چلے آؤ'' اس نے لیٹے لیٹے کہا۔ اس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

میں نے مسہری کے قریب جا کر اپنا سر جھکاتے ہوئے اسے تعظیم دی۔ وہ بلا کا انا پرست تھا۔ میں نے اس کی انا سے کھیل کر اس کی حمایت حاصل کی تھی۔ مجھے توقع تھی کہ اس بار بھی وہی حربہ کارگر ثابت ہوسکے گا۔

''دو سوال تھے جن کی جواب دہی کے لیے میں نے تمہیں بلایا تھا'' ڈان نے کسی تمہید کے بغیر اچانک اپنی بات شروع کردی ''اب ان سے زیادہ اہم سوال اٹھ کھڑا ہوا ہے۔''

میں مسہری کے قریب کسی مجرم کی طرح سر جھکائے کھڑا ہوا تھا۔ وہاں دو منقش اور آرام دہ چوبی کرسیاں خالی پڑی ہوئی تھیں لیکن ڈان نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش نہیں کی تھی۔

''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں سیلز گرل بار میں بھنگ اور چرس بیچتا ہوں؟'' اس نے قدرے توقف کے بعد مجھ سے سوال کیا۔

ڈان کی زبان سے وہ غیر متوقع سوال سن کر میری کھوپڑی چکرا گئی۔ سوچی سمجھی باتیں دھری کی دھری رہ گئیں۔ میں نے بوکھلا کر کہا ''ڈان.....! سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں تمہارے بارے میں مر کر بھی ایسی بات نہیں سوچ سکتا۔''

''بکواس بند کرو'' ڈان دہاڑا اور میں اپنی جگہ پر اچھل کر رہ گیا ''ابھی تم گفٹ شاپ والی سے میرے بارے میں کیا پوچھ گچھ کررہے تھے؟''

گفٹ شاپ والی کا ذکر آتے ہی مجھ پر چودہ طبق روشن ہوگئے۔ اس علاقے میں ڈان کا نیٹ ورک بہت مضبوط تھا۔ اس عورت نے ذرا سی دیر میں میرے بارے میں ہر بات ڈان تک پہنچا دی تھی۔ مجھے پورا یقین تھا کہ میرا ڈان تک پہنچنے کا ارادہ نہ ہوتا تو اس کا کوئی نہ کوئی آدمی مجھے باہر گھیر چکا ہوتا۔ مار کٹائی کے بعد نوبت اغوا تک بھی پہنچ سکتی تھی۔

میں نے وقت گزارنے کے لیے اس عورت سے ڈان اور سیلز گرل بار کے بارے میں بے پروائی سے جو باتیں کی تھیں، وہ ڈان کے فکرمند ہونے کے لیے کافی سے زیادہ تھیں۔

''ڈان! میں بے قصور ہوں'' میں نے گھگیا کر اپنی صفائی پیش کی ''غلطی یہ ہوئی کہ ٹریفک جام نہ ہونے کی وجہ سے میں وقت سے پہلے یہاں آ گیا تھا۔ باہر گرمی تھی۔ میں اس مکار نائکہ کی دکان میں چلا گیا۔ پانچ ڈالر دے کر اس سے باتیں کیں تو اس نے مجھے سیلز گرل بار میں شراب نوشی کا مشورہ دیا۔ میں نے یوں ہی اس سے کہہ دیا کہ مجھے صرف میری جوانا سے نشہ ہوتا ہے۔ اس نے اتنی سی بات کو تمہارے سامنے بتنگڑ بنا دیا.....''

''بس!'' اس نے بستر پر زور سے ہاتھ مار کر کہا ''یاد رکھنا کہ اس علاقے میں نہیں، پورے بنکاک میں میرے جاں

Downloaded from https://paksociety.com

نثار رہتے ہیں۔ تم سانس بھی لو گے تو اس کی آواز میرے کانوں تک پہنچ جائے گی۔ تم کو میرے بارے میں فضول گوئی کی کیا ضرورت تھی؟''

''میں نے کوئی نازیبا بات نہیں کی'' میں نے گڑگڑا کر کہا ''اس نے خود سیلز رپار کا اور تمہارا ذکر نکالا تھا۔ کہہ رہی تھی کہ تمہاری وجہ سے کوئی سرکاری اہل کار ادھر کا رخ کرنے کی ہمت نہیں کرتا۔ یہاں رہنے والے تمہارے سائے میں سارے غیر قانونی کام کرتے ہیں۔ میری غلطی صرف اتنی تھی کہ میں نے تمہاری بڑائی کے ان قصوں میں دلچسپی لی تھی۔''

میں نے اس دوغلی عورت کو ڈان کے ہاتھوں سزا دلوانے کے لیے الزام اسی کے سر ڈال دیا۔ اپنی ذہنی پراگندگی کے باوجود میں نے یہ بات نوٹ کرلی تھی کہ اس عورت کے لیے ایک نازیبا لفظ کے استعمال پر ڈان نے کسی ردِعمل کا مظاہرہ نہیں کیا۔ شاید اسے اس عورت کی مذموم سرگرمیوں کا بخوبی علم تھا۔

''وہ بہت بولتی ہے'' ڈان نے دانت پیس کر کہا اور مسہری کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر سیدھا بیٹھ گیا۔ اس کی ٹانگیں اسی طرح پھیلی رہیں ''تم سے مجھے پتا چل گیا کہ وہ اُلّو کی پٹھی کیا کیا بکتی رہتی ہے۔ دوسرے اس کی باتیں سن کر اپنی راہ ہو لیتے ہوں گے۔ میں اسے ایسا سبق سکھاؤں گا کہ وہ ضرورت کے وقت بھی مشکل سے بولے گی۔''

''اسے پتا ہوتا کہ میں اصل میں تم سے ہی ملنے آیا ہوں تو وہ میری شکایت نہ کرتی۔ اس پر برا وقت آیا ہوا تھا۔ سبق ملے گا تو سیدھی ہو جائے گی۔''

''عورت کبھی سیدھی نہیں ہوسکتی۔ وہ ٹیڑھی ہے اور ٹیڑھی ہی رہے گی'' ڈان کے الفاظ میں اس کے ذاتی تجربات کی تلخی اُمڈ آئی۔

ڈان کے غصے کا رخ چغل خور عورت کی طرف مبذول کرانے کے نتیجے میں میرے ساتھ اس کا رویہ نرم پڑ گیا تھا۔ میں نے جلدی سے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا ''میں بھی اپنی عورت سے بہت نالاں ہوں۔ وہ میرے ہاتھوں پٹتی رہتی ہے مگر اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتی۔ اسے اپنے اوپر گھمنڈ ہے۔ وہ اپنی ادائیں دکھانے پر آتی ہے تو میرا غصہ کافور ہو جاتا ہے۔''

ڈان نے گلاس اٹھا کر وہسکی کا ایک بڑا گھونٹ لیا پھر منہ بناتے ہوئے بولا ''عورت بنت عقرب ہے مگر اس بچھو سے ملاپ میں بھی بہت مزہ ہے۔ ہر مرد اسے برداشت کرنے پر مجبور ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تمہاری عورت بہت خوب صورت ہے؟''

''ڈان! میری دکھتی رگ کو نہ چھیڑو۔ وہ کتنی خوب صورت ہے، یہ میں ہی جانتا ہوں'' میں نے گہرا سانس لے کر متاسفانہ لہجے میں کہا۔ اپنے دکھ کے اظہار کے ساتھ میں نے وہ ذکر بھی ٹال دیا۔

''بیٹھ جاؤ۔ تم کھڑے کیوں ہو؟'' میرے اور اپنے مشترکہ درد کا علم ہوتے ہی اسے یاد آ گیا کہ میں دیر سے کھڑا ہوا تھا۔

میں سکڑ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ مجھے خوشی تھی کہ اس وقت تک میری حکمتِ عملی کامیاب جا رہی تھی۔ اس کامیابی کے لیے میں گفٹ شاپ والی عورت کا احسان مند تھا جس نے میری کہی ہوئی باتوں کی مخبری کر کے ڈان کے دماغ میں ایک نیا مسئلہ ڈال دیا تھا۔ یوں اصل مسائل وقتی طور پر پس پشت چلے گئے تھے۔ بات چلی تو بات سے بات نکلتی چلی گئی اور مجھے غزالہ پر کچھ الزام تراشیاں کر کے ڈان کو یہ باور کرانے کا موقع مل گیا کہ اس کی طرح میں بھی عورت کا ڈسا ہوا تھا۔

کمرے میں گہرا سکوت چھا گیا۔ ڈان نے آہستہ آہستہ اپنے گلاس سے وہسکی کے دو چھوٹے گھونٹ لیے۔ اس دوران میں اس کی نظریں پُرخیال انداز میں اپنے پیروں کے انگوٹھوں پر جمی رہیں۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

مجھے شبہ ہوا کہ اسے وہ بدترین ساعتیں یاد آ گئی تھیں جب وہ ایک کم سن لڑکی کے ہاتھوں بھرے بازار میں جوتی سے پٹا تھا۔ وہ اس کے عروج کی انتہا اور زوال کی ابتدا تھی۔ ان لمحوں کو وہ زندگی بھر فراموش نہیں کر سکتا تھا۔

سیکنڈ منٹ میں بدلے اور وہ دورانیہ طول پکڑتا چلا گیا۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کھلی آنکھوں سے ساتھ بیٹھے بیٹھے سو گیا ہو۔ اس کی پلکیں جھپک رہی تھیں نہ دل جنبش کر رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ منجمد ہو کر رہ گیا تھا۔

میں نے کھنکار کر اسے اپنی موجودگی کا احساس دلانے کی ارادہ کیا تھا کہ اچانک اس کی وہ محویت ختم ہو گئی۔ اس نے ذرا چونک کر میری طرف دیکھا پھر دھیمی آواز میں بولا ''تمہارے دونوں پاسپورٹ کہاں ہیں؟''

میں نے اپنی جیب سے پاسپورٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیے۔ اس نے دیکھے بغیر انہیں یوں ہی اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا۔ اس نے یہ دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی' ان دونوں سبز کتابوں میں نام اور تصویریں کس کی تھیں۔

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا سانس سینے میں اٹک کر رہ گیا ہو۔ لچھے دار باتوں کی روانی میں بہہ کر بھی ڈان اپنے

Downloaded from https://paksociety.com

اصل ارادوں کو فراموش نہیں کر سکا تھا۔

''تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارے پاسپورٹ کیوں رکھے ہیں؟'' اس نے عجیب سے لہجے میں مجھ سے سوال کیا۔

''اپنی باتیں تم ہی جانتے ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے انہیں پھاڑ کر نہیں پھینکا۔''

''تمہیں پریشانی نہیں ہے کہ ان کے بغیر تم تھائی لینڈ سے باہر نہیں نکل سکو گے!'' میرے لہجے کی بے پروائی نے اسے متعجب کر دیا۔

''میں تمہاری امان میں ہوں۔ ان گتوں اور کاغذوں کی اہمیت ان لوگوں کے لیے ہوتی ہے جو بے سہارا اور یتیم ہوتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم جب چاہو گے' مجھے کسی کاغذ کے بغیر یہاں سے نکلوا دو گے۔''

میرا ردِعمل اس کے لیے ناقابلِ یقین تھا۔ اس کی آنکھوں میں تحیر کی جھلکیاں تیر رہی تھیں۔ اس نے کہا ''یہ جانتے ہو کہ اب میں نہ چاہوں تو تم کبھی یہاں سے نہیں جا سکو گے۔ میرے غلام بن کر رہ جاؤ گے۔''

''میں نے پہلی ملاقات میں تمہاری غلامی قبول کر لی تھی۔ اس پر پاسپورٹوں کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' میں نے دل کڑا کر کے بے خوفی سے جواب دیا ''میں راجن کا سر کچلنے کے لیے یہاں آیا ہوں۔ جب تک یہ کام پورا نہیں ہو جاتا' یہاں سے جانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں مر جانے یا راجن کو مارنے کے ارادے سے آیا ہوں۔ اسی لیے بیوی بھی میرے ساتھ ہے۔ میں مر گیا تو وہ خودکشی کر لے گی۔''

وہ پہلی بار منہ ٹیڑھا کر کے زہریلی آواز میں ہنسا اور بولا ''کوئی کسی کے لیے خودکشی نہیں کرتا تم مارے گئے تو وہ کسی اور کے ساتھ بھاگ جائے گی۔ مرد اور عورت کو ہمیشہ ایک دوسرے کی ضرورت رہتی ہے۔ وہ اکیلے نہیں رہ سکتے۔''

میں نے محسوس کیا کہ جہاں بھی حتمی طور پر غزالہ کا ذکر آتا تھا' ڈان اصل بات کو چھوڑ کر اسی تذکرے کو پکڑ لیتا تھا۔ ایک لمبی مدت گزر جانے کے باوجود شاید وہ اپنی محبوبہ کی بدسلوکی پر اندر سے بہت زیادہ دکھی تھا اس لیے میری بیوی میں کیڑے نکال کر اسودگی محسوس کر رہا تھا۔

''ڈان! مرنے کے بعد آدمی کی لاش کو بھیڑیے نوچتے ہیں یا اسے عزت سے زمین میں دفن کیا جاتا ہے' یہ بات کوئی نہیں جانتا۔ جب مجھے اپنی خبر نہیں تو میں اپنی عورت کی پروا کیوں کروں۔ اس کی مرضی..... میرے بعد وہ جو چاہے کرتی رہے۔'' میں نے ذرا جذباتی لہجے میں بات کر کے اس مرتبہ

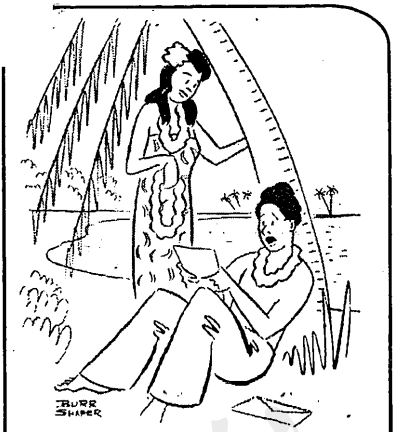

''چائے کی کمپنی کی طرف سے خط ہے۔ لکھا ہے قرعہ اندازی میں میرا جزیرہ بالی کا ٹرپ نکلا ہے..... لیکن میں تو اپنے خرچ پر یہاں آ چکا ہوں؟''

پھر وہ موضوع ختم کرنے کی کوشش کی۔

''تمہیں یہاں سے جانے کی پروا نہیں ہے تو تم نے مجھے یا چاؤ فان کو بتائے بغیر ہوٹل چھوڑنے کی کوشش کیوں کی تھی؟'' وہ دوبارہ اپنے اصل موضوع پر آ گیا۔

''تم نے مجھ پر ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی تھی۔ چاؤ فان بھی مجھے رہائش بدلنے کا مشورہ دے چکا تھا۔ میں نے اس پر عمل کر ڈالا یہ کوئی جرم نہیں تھا۔''

''چھوٹا راجن کے مہمان کو مارتے ہی تمہیں ہوٹل چھوڑنے کا خیال کیوں آیا؟''

''یہ ایک اتفاق تھا۔ اسے مارنے کے بعد میں نے آدھا دن ہوٹل میں گزارا تھا۔''

اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ میری دلیلیں اس کے دل و دماغ پر اثر انداز ہو رہی تھیں۔ اس نے کہا ''قانون سے لاعلمی معافی کا عذر نہیں بن سکتی۔ تم نے ہوٹل چھوڑنے کا بندوبست کر کے بڑی غلطی کی تھی' اس کی پاداش میں' میں نے تمہارے پاسپورٹ لے لیے ہیں۔''

''تمہارے پاس وہ زیادہ محفوظ رہیں گے۔ میں بھاگ دوڑ میں ان سے محروم ہو سکتا ہوں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ تمہارے سوالوں کے درست جواب دوں۔ اس کے بعد بھی تمہارا یہ فیصلہ ہے تو مجھے قبول ہے۔''

''ابھی میں نے کوئی سوال نہیں کیا۔ تمہیں یہ بتایا ہے کہ تمہارے پاسپورٹ کیوں لیے گئے ہیں۔ اب تمہیں دو باتوں

Downloaded from https://paksociety.com

کا جواب دینا ہے۔ تمہیں یہ الہام کیسے ہوا کہ چھوٹا راجن کا مہمان لوپ پوری میں ہے..... نمبر دو یہ کہ اس مہمان سے تمہاری کیا دشمنی چل رہی تھی۔'' ڈان نے اپنے کارڈ میرے سامنے رکھ دیے۔

''تم نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اسے اس طرح جہنم واصل کیا ہے کہ میں حیران رہ گیا ہوں۔ ایسے لرزہ خیز انجام کے بارے میں سوچنا بھی میرے لیے محال تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تمہیں چھوٹے راجن سے زیادہ اس کے مہمان کی جستجو تھی!''

ڈان کی پوری الجھن سمجھ لینے کے بعد میرے لیے جواب دینا آسان ہوگیا۔ میں نے کہا ''میں تمہارے دوسرے سوال سے اپنا جواب شروع کروں گا۔ لوپ پوری میں مارے جانے والے کا نام نرائن پرشاد شرما تھا اور وہ بھارت سے آیا تھا۔ یہ باتیں راجن نے بتائی ہیں وہ اسی کا مہمان تھا۔ ہم کو ان دونوں پر اعتبار کرنا چاہیے۔''

''انہیں کسی نے نہیں جھٹلایا۔'' ڈان نے رسانیت سے وضاحت کی۔

''ڈان! میں نے تم کو پہلے بتا دیا تھا کہ میں پاکستانی ہوں۔ تم میرا پاسپورٹ دیکھ سکتے ہو کہ میں کبھی بھارت نہیں گیا۔ زندگی میں پہلی بار اپنے ملک سے باہر نکلا ہوں اور سیدھا بنکاک آیا ہوں۔ شرما سے میری دشمنی کیسے ہوسکتی ہے۔ میں نے پچھلی رات کومرنے کے بعد پہلی بار اس کا چہرہ دیکھا۔ دو آدمی جو سرے سے ایک دوسرے کو نہ جانتے ہوں ان میں دوستی ہوسکتی ہے نہ دشمنی۔ سب سے پہلے چاؤ فان نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ راجن کا مہمان کوئی بہت اہم آدمی لگتا ہے۔ اسے پکڑ کر ہم راجن کو تمہارے قدموں میں جھکا سکتے ہیں۔ بات میری سمجھ میں آگئی اور ہم اس کے کھوج میں لگ گئے۔ یہ اس کی بدنصیبی ہے کہ وہ ہمارے ساتھ آنے کے بجائے بھیڑیوں کا لقمہ بن گیا۔''

ڈان نے خاموشی سے تکیے کے نیچے سے دونوں پاسپورٹ نکالے۔ ورق الٹ کر اس نے ایک واپس رکھ دیا۔ دوسرے کو تفصیل سے کئی منٹ تک ٹٹولتا رہا۔

آخر اس نے دوسرا پاسپورٹ بند کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ ٹھیک ہے کہ تم پہلی بار پاکستان سے نکلے ہو۔ شرما کی طرح چھوٹا راجن بھی بھارتی ہے۔ تمہاری اس سے کیسے دشمنی ہوگئی؟''

''شرما اور راجن میں فرق ہے۔ راجن مشہور بدمعاش ہے۔ دنیا گھومتا ہے۔ وہ چوری چھپے پاکستان کے چکر لگاتا رہتا ہے۔ اس نے میرے سینے پر ایسے زخم لگائے.....!''

''چھ بجے سیلز بار کھل جائے گا۔'' اس نے فضا میں داہنا ہاتھ اٹھا کر مجھے خاموش کرتے ہوئے کہا۔ ''میرے پاس لمبی کہانیاں سننے کا وقت نہیں ہے۔ تمہیں یہاں آئے بہت دیر ہوچکی ہے۔ مختصر لفظوں میں بتاؤ کہ دشمنی کہاں سے شروع ہوئی۔''

''میں کبھی بھارت نہیں گیا۔ پاکستان میں راجن نے میرا گھرانا تباہ کیا۔ وہیں سے میں اس کے خون کا پیاسا ہوگیا۔'' .... میں نے دشمنی کی ابتدا کے بجائے دشمنی کی ابتدا کے مقام کا ذکر کرکے اپنی بات ختم کردی۔

''تمہارا اور اس کا جھگڑا پاکستان سے چل رہا ہے۔'' ڈان نے خود کلامی کے انداز میں وہ فقرہ کہہ کر ایک لمبے گھونٹ میں اپنا گلاس خالی کردیا۔ خالی گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کے بعد دوبارہ اپنی بات جاری رکھی۔ ''تم کہتے ہو کہ تمہاری اصل لڑائی چھوٹا راجن سے ہے، شرما سے تمہیں کوئی پرخاش نہیں تھی۔''

''کسی نے تم سے اس بارے میں کچھ اور کہا ہے تو وہ غلط ہے۔''

''علی! ہوش میں ہوں۔'' وہ بھاری مگر دھیمی آواز میں غرایا۔ ''میں کانوں کا کچا نہیں ہوں۔ اپنے فیصلے خود کرتا ہوں، چاؤ فان کی رپورٹ سن کر میرے دماغ میں دو سوال آئے تھے۔ میں نے تم کو بلوالیا۔ ایک بات صاف ہوگئی۔ اب دوسری پر آجاؤ۔''

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سر سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا ہو۔ بات صاف ہونے کا مطلب تھا کہ ڈان نے میری وضاحتوں کو تسلیم کرلیا تھا۔

اگر راجن نے امریکیوں کے خوف سے سوبھراج کے بجائے نرائن پرشاد شرما کا فرضی نہ لیا ہوتا تو میں اس وقت کسی بھی طرح ڈان کو اپنی طرف سے مطمئن نہیں کرسکتا تھا۔ اس پر یہ راز کھل جاتا کہ میری اصل دشمنی سوبھراج سے تھی۔ میں نے اسے بے وقوف بنانے کے لیے راجن سے اپنی دشمنی کی کہانی گھڑی تھی۔ سوبھراج کو مارتے ہی میں نے خاموشی سے ہوٹل چھوڑ کر بھاگنے کا ارادہ ترک کرلیا تھا۔

اس مرحلے پر صرف شرما کے نام نے مجھے ڈان کے عتاب سے بچالیا۔ اس کی جگہ سوبھراج کا نام سامنے آگیا ہوتا تو شاید ڈان مشتعل ہوکر اپنے ہاتھوں سے میری گردن اتار لیتا۔

Downloaded from https://paksociety.com

میں نے راجن کی کمزوری کے نتیجے میں ڈان کے سامنے بڑی حد تک اپنی پوزیشن بچالی تھی۔ اس کے آخری اور فیصلہ کن سوال کے جواب میں جھوٹ کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

میں نے بہت تیزی کے ساتھ اپنے ذہن میں واقعات کو یک جا کرتے ہوئے بھرائی آواز میں کہنا شروع کیا۔

"ڈان! تم اپنے آدمیوں کے لیے بہت مہربان اور منصف مزاج ہو۔ تم نے بہت تحمل کے ساتھ مجھے اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دیا ہے، خدا کا شکر ہے کہ تم نے میری کہی ہوئی باتوں کو مان بھی لیا ہے میں....."

"علی!" اس کی ترش آواز نے مجھے خاموش ہونے پر مجبور کردیا۔ اس نے کہا۔ "میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میرے پاس وقت کم ہے، زیادہ قصیدہ خوانی کرنے کی ضرورت نہیں، صرف یہ بتاؤ کہ تمہیں شرما کی لوپ بوری میں موجودگی کا علم کیسے ہوا۔"

"تم کو یاد ہوگا کہ پہلی بار میرے ساتھ ایک دوست بھی یہاں آیا تھا۔" میرے پاس اسد کی کارگزاری کا ذکر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ "یہ کارنامہ اس نے انجام دیا تھا۔ چاؤ فان نے مجھے بتایا کہ موتی محل میں امریکیوں کے داخل ہوتے ہی پچھلے راستے سے راجن کی سفید لینڈ کروزر میں دو آدمی تیزی سے باہر نکلے تھے۔ میں نے یہ بات اپنے دوست کو بتائی۔ اس نے محنت کرکے ٹریکر کمپنی سے پتا چلالیا کہ وہ گاڑی کہاں ہے....."

"اوہ.....!" ڈان تحیر زدہ آواز میں درمیان میں بول پڑا۔ "میں اشتہار دیکھتا رہا ہوں، ان پر کبھی غور نہیں کیا۔ یہ ٹریکر اتنی کامیاب چیز ہے!"

"بہت کامیاب ہے۔ اس کے ریکارڈ تک کسی غیر متعلق شخص کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ اس نے بہت بڑا خطرہ مول لے کر میرے لیے یہ کام کرڈالا، غیر متعلق آدمی کو سراغ ملنے کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے دو آدمی مارے گئے۔ یہ بات کھل گئی تو کئی آدمی اپنی نوکریوں سے ہاتھ دو بیٹھیں گے اور بے چارہ اسد مفت میں پکڑا جائے گا۔"

"مجھے یاد آرہا ہے..... شاید اس کا نام اسد خان تھا۔" ڈان کی یادداشت قابل رشک تھی۔

"میں اسی کی بات کررہا ہوں۔" میں نے خوش ہوکر کہا۔

یکایک ڈان کسی چاق و چوبند نوجوان کی طرح مسہری سے اچھل کر قالین پر کھڑا ہوگیا۔ میں نے اس کے احترام میں کرسی چھوڑ دی۔

"یہ سب سمجھ میں نہ آنے والی باتیں ہیں۔ تمہاری وضاحت کے بعد بہت آسان معلوم ہونے لگی ہیں۔ یہ چالاکیاں میرے آدمیوں کے بس سے باہر ہیں۔" وہ مسہری کے قریب ننگے پاؤں ٹہلتے ہوئے بولا۔ "تم نے میرے وجود میں نئی روح پھونک دی ہے، نظر آرہا ہے کہ اب چھوٹا راجن جلد ہی ایک بھولا ہوا نام بن جائے گا۔"

"میری زندگی کا مقصد یہی رہ گیا ہے" میں نے آہستگی سے کہا۔

ڈان نے پلٹ کر یکا یک اپنا داہنا ہاتھ میرے شانے پر رکھ دیا، گرفت سخت تھی مگر انداز دوستانہ تھا۔

"میں چھوٹا راجن کا بھی وہی حشر دیکھنا چاہتا ہوں جو شرما کا ہوا ہے۔" اس نے سرد اور سفاکانہ لہجے میں کہا۔ "وہ خوف سے بھاگتا ہوا، بے خبری میں بھیڑیوں کی بھیڑ میں جا گھسا تھا۔ چھوٹا راجن کو میں خود بے دست و پا کرکے لوپ بوری کے خونی بھیڑیوں کے سامنے پھینکنا چاہوں گا۔ کھال اور گوشت سے محروم ہوکر بچ جانے والی چند ہڈیوں کے ڈھیر کو چھوٹا راجن کا نام دیا جائے گا تو میرے دل میں ٹھنڈک پڑے گی..... تم سن رہے ہو نا۔ میرے لیے یہ کام تم کروگے۔ آج سے تم میری آنکھ کا تارا ہو۔"

مختصر مختصر

☆ "ملیحہ کی شادی ہورہی ہے۔"

"کون ہے وہ خوش قسمت آدمی جس سے ملیحہ کی شادی ہورہی ہے؟"

"خوش قسمت تو میں ہوں..... اس نے میرے ساتھ شادی کرنے سے انکار کردیا ہے۔"

☆☆☆

☆ "تم نے عالیہ کی کس خوبی سے متاثر ہوکر اس سے شادی کی؟"

"وہ دوسری لڑکیوں سے بہت مختلف ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"اس سے پہلے کوئی لڑکی مجھ سے شادی کے لیے تیار نہیں ہوئی تھی۔"

Downloaded from https://paksociety.com

اس وقت میں ایک دردناک عذاب سے آزاد ہوا تھا۔ ڈان کے آخری فقرے پر میرے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے، دل بے اختیار بھر آیا اور میں نے ڈان کو اپنی بانہوں میں بھینچ لیا۔ میں اپنے رب کی عنایتوں کو کبھی نہیں جھٹلا سکتا تھا۔

ڈان بڑے دل کا آدمی تھا۔ اس نے بھرپور انداز میں میری پیش قدمی کا جواب دیا اور مجھے اپنے توانا بازوؤں کے حصار میں لے لیا، کئی سیکنڈ تک ہم دونوں اسی حالت میں خاموش کھڑے رہے میرا بدن کانپ رہا تھا، جھرجھریاں لے رہا تھا اور ڈان مربیانہ انداز میں میری پیٹھ پر تھپکیاں دے رہا تھا۔

وہ دو سفاک، سنگ دل اور بے مہر انسانوں کی یک جائی تھی، کافی دیر تک جاری رہنے والی گفتگو میں ڈان نے مجھے کہیں بھی ڈھیل نہیں دی تھی۔ اس کے سوال بہت سخت اور دوررس اثرات کے حامل تھے۔ میں نے جھوٹ اور سچ کی آویزش سے اس کے اندیشوں کو باطل ثابت کیا تھا۔ ساری اہمیت راجن کے ایک جھوٹ کی تھی جس نے مجھے بچالیا تھا۔

دنیا میں کسی میں یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ سوبھراج کی ہلاکت پر راجن کو جھوٹ بولنے پر مجبور کرسکے۔ یہ صرف اور صرف قدرت کی نادیدہ قوتوں کی کارفرمائی تھی کہ اس نے سچ کو بالکل چھپا لیا تھا۔ اس کا ایک سچ میرے دلائل کی پوری عمارت کو دھڑام سے نیچے لے آتا۔

میرا جذباتی ابال چند لمحوں سے زیادہ باقی نہیں رہ سکا میں ڈان سے الگ ہوگیا۔ وہ میری آنکھوں میں تیرنے والی نمی کو اپنے لیے ممنونیت کا اظہار سمجھ کر نازاں تھا جب کہ اس نمی کا ڈان کی ذات سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ وہ اپنے رب کے حضور میں تشکر کے چند قطرے تھے جو حالات کی ناقابل یقین کروٹ پر از خود میرے دل کی گہرائیوں سے ابھر کر آنکھوں تک آگئے۔

''کاش! بنکاک میں تم جیسے ایک دو آدمی اور مل جاتے تو یہاں کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔'' ڈان کی آواز میں حسرت اور توصیف کا امتزاج تھا۔

''دو ہوتے اور ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوتے تو سب کچھ برباد ہوجاتا۔''

''کیا اسد ہمارے ساتھ کام نہیں کرسکتا؟'' ڈان نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے متجسس انداز میں سوال کیا۔

''میرے لیے وہ کچھ بھی کرسکتا ہے تمہارے ساتھ اس کی گاڑی نہیں چل سکے گی۔ نہایت شریف آدمی ہے۔ جرم کے تصور سے اس کی روح کانپتی ہے۔'' ڈان سے گفتگو کسی بھی لمحے اختتام کو پہنچ سکتی تھی، میں موقع کی تلاش میں تھا کہ ڈان سے اپنے پاسپورٹ واپس مانگ لوں، مجھے امید تھی کہ اس وقت کی فضا میں مجھے وہ سفری پروانے آسانی سے مل جائیں گے۔

''اسے دیکھتے اور ٹٹولتے رہو۔ میں ہر وقت اسے خوش آمدید کہنے کے لیے تیار رہوں گا۔''

''میں کوشش کروں گا۔'' میں نے ڈان کے تکیے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ادھر کیا دیکھ رہے ہو۔ میری چیزوں کو کوئی نہیں چھیڑتا۔ صفائی کرنے والی لڑکیاں ہر چیز کو واپس اس کی جگہ پر رکھ دیتی ہیں۔''

''سوچ رہا تھا کہ یہ واپس مل جائیں تو میں.....!''

''نہیں علی!'' ڈان نے مجھے اپنی بات پوری کرنے کا موقع نہیں دیا۔ ''چھوٹا راجن کا قصہ نمٹنے تک تمہارے پاسپورٹ میرے پاس محفوظ رہیں گے مجھے تمہاری ضرورت ہے، تمہاری تصویر مجھے یاد دلاتی رہے گی کہ ابھی چھوٹا راجن سے جنگ جاری ہے۔''

نرم الفاظ میں دیا جانے والا وہ جواب دوٹوک تھا۔ میں نے اجازت طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو میرے دل کے کسی گوشے میں اس کے خلاف کینہ پل رہا تھا۔

ڈان نے اپنے بستر پر لیٹے لیٹے سرد مہری سے میری آمد کو قبول کیا تھا۔ واپسی پر وہ ہال کے دروازے تک مجھے چھوڑنے آیا۔ زینوں پر اترتے ہوئے میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ وہاں نہیں تھا۔

سیلرز بار کے پچھلے دروازے سے نکلتے ہوئے میرا دل بوجھل تھا۔ میں نے اپنے بارے میں ڈان کے ذہن سے سارے شکوک وشبہات زائل کردیے تھے لیکن میں اس کا کھلا قیدی بن چکا تھا۔ جب تک پاسپورٹ واپس نہ مل جاتے میرا دل ہلکا نہیں ہوسکتا تھا۔

میرے دل میں آئی کہ گلی سے نکلنے کے بعد میں دوبارہ گفٹ شاپ میں جاکر اس خاتون کو معقول نذرانہ پیش کروں جس نے میری شکایت کرکے مجھے ڈان کا موڈ بہتر بنانے کا سنہرا موقع فراہم کیا تھا مگر پھر وہ ارادہ ترک کردیا۔

عورت عامیانہ ذہنی سطح کی مالک تھی، فضول گوئی پر اس کی گوشمالی کے لیے ڈان کا کوئی ہرکارہ آتا تو اسے نئی بخشش کی

Downloaded from https://paksociety.com

خبر بھی دے دیتی۔ بات بگڑ سکتی تھی۔

میں نے وہاں سے ٹیکسی پکڑی اور ہوٹل کی طرف روانہ ہوگیا۔ واپسی کے سفر میں میرا ذہن مسلسل پاسپورٹ کی واپسی کے سنگین مسئلے میں الجھا رہا۔ میرے لیے یہ خیال سوہانِ روح بنا ہوا تھا کہ میں ڈان کی رضامندی کے بغیر بنکاک سے واپس نہیں جاسکوں گا۔

کوئی حل نظر نہ آنے کے سبب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرے ذہن پر جھنجلاہٹ طاری ہونے لگی۔ اس معاملے میں ڈان نے مجھے بری طرح بے بس کر کے رکھ دیا تھا۔

ٹیکسی مضافات سے گزر کر شہری حدود میں داخل ہوئی تو اچانک میرے موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی، وہ کال چاؤ فان کی طرف سے آئی تھی۔

میں نے کال وصول کی تو میرے کان میں اس کی چہکتی ہوئی آواز آئی۔ ''ماسٹر! مبارک ہو۔ بہت زبردست کام ہوا ہے اس وقت تم کہاں ہو؟''

چاؤ فان کے وہ فقرے میری سمجھ سے باہر تھے۔ یہ بات خارج از امکان تھی کہ وہ میری اور ڈان کی ملاقات کے حوالے سے بات کر رہا ہو۔ ڈان سے مجھے یہ امید نہیں تھی کہ وہ چاؤ فان کو فون کر کے اس ملاقات کے نتائج سے آگاہ کرے۔ ڈان کا اس سے براہِ راست رابطہ بھی رہتا تھا لیکن اصولی طور پر وہ میرا ماتحت اور مجھ کو جواب دہ تھا۔ میں اپنی صوابدید پر اسے ملاقات کے بارے میں کچھ بتا دیتا تو بات دیگر ہوتی اس بارے میں ڈان کی براہِ راست لب کشائی میرے لیے سبکی کا باعث ہوتی، ڈان جیسے گھاگ آدمی سے ایسی غلطی کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔

پھر وہ پرجوش لہجے میں کس بات کی مبارکباد دے رہا تھا؟ یہ ایک مسئلہ تھا۔

''میں واپس ہوٹل کی طرف جا رہا ہوں۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا ''میں اس وقت تم سے بات نہیں کرسکتا۔ ہوٹل پہنچ کر فون کروں گا۔''

میں نے فون بند کر دیا۔ ایک معاملہ پہلے سے میرے سر پر سوار تھا۔ چاؤ فان نے ایک اور پہیلی مسلط کر دی۔ ہوٹل پہنچنے تک سوچ سوچ کر میرا دماغ ماؤف ہونے لگا۔

میں کمرے میں داخل ہوا تو غزالہ نے غیر معمولی بشاشت کے ساتھ میرا استقبال کیا۔

''آج خیریت تو ہے!'' میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ ''راستے میں چاؤ فان کا فون آیا تھا۔ وہ مبارک باد دے رہا

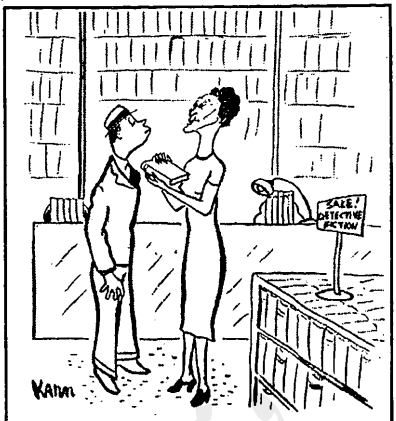

''یہ جاسوسی ناول مصنف نے واقعی نئے انداز میں لکھا ہے۔ اس میں قاتل آخر میں وہی نکلتا ہے جس پر آپ کو پہلے سے شک ہوتا ہے۔''

تھا۔ یہاں تم ضرورت سے زیادہ خوش نظر آرہی ہو۔''

''کیا دشمن کی بربادی پر خوش ہونا بری بات ہے؟'' غزالہ نے شوخی سے سوال کیا۔

''ہرگز نہیں..... لیکن کچھ پتا تو چلے کہ قصہ کیا ہے۔'' میں نے کہا۔

''چند منٹ پہلے میں ٹیلی وژن پر خبریں سن رہی تھی۔ ان میں موتی محل میں بم کے دھماکے کی خبر بھی شامل تھی۔'' غزالہ نے انکشاف کیا۔

میں حیرت سے اچھل پڑا ''یہ کیسے ہوا؟ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے ہماری مدد کر رہے ہیں۔''

''بہت مختصر سی خبر تھی۔ تفصیل نہیں بتائی گئی۔''

''ہو نہ ہو یہ چاؤ فان کی حرکت ہے۔ وہ مقامی آدمی ہے۔ اندر اس کے جاننے والے بھی ہیں۔ اسے میرا سہارا ملا ہے تو اس کا حوصلہ بھی بڑھ گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس دھماکے کے لیے اس نے اندر کے کسی آدمی کو استعمال کیا ہوگا۔ وہ اپنے اس کارنامے کی بات کر رہا ہوگا۔''

''معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس سے تفصیل سے بات نہیں کرسکے!''

''زیادہ بات کرنے کا موقع نہیں تھا۔ میں ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا۔'' میں نے اسے بتایا ''اب فون کر کے دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کہتا ہے۔''

''اسے فون کرنے سے پہلے یہ تو بتا دیں کہ ڈان سے

Downloaded from https://paksociety.com

ملاقات کا کیا رہا'' فون میرے ہاتھ میں آتے ہی اس نے مطالبہ کیا۔

''اس کے ذہن میں بہت مضبوط شکوک و شبہات پروان چڑھ رہے تھے۔ یہ سمجھ لو کہ سوبھراج کا نام نہ کھلنے کی وجہ سے اہم تباہی سے بال بال بچ گئے۔ مجھ دکھ اس بات کا ہے کہ ہمارے پاسپورٹ ضبط کر لیے گئے۔''

غزالہ کے ذہن میں اس بارے میں بہت سے سوالات جنم لے رہے تھے لیکن اس وقت میں نے اسے ٹال دیا۔ میں فوری طور پر چاؤفان کو ٹٹولنا چاہ رہا تھا۔

اسے فون کیا تو وہ خبیث کسی بدروح کی طرح ہوٹل کی لابی میں بیٹھا ہوا تھا۔ فون پر مجھ سے بات کرتے ہوئے وہ خوشی سے کھلا پڑ رہا تھا۔

اسے علم ہو چکا تھا کہ میں ڈان سے ملاقات کرنے کے بعد ہوٹل کی طرف لوٹ رہا تھا۔ اس نے بھی اسی سمت میں دوڑ لگادی۔ وہ مجھے نیچے سے اچک کر اپنے ساتھ ڈرائیو پر لے جانے کا ارادہ کر کے آیا تھا۔ بدقسمتی سے اسے ہوٹل پہنچنے میں کچھ تاخیر ہوگئی۔ میں اس سے بچ کر اطمینان سے اپنے کمرے تک پہنچ گیا۔

وہ مجھ سے فون پر بات کرتے ہوئے محتاط رہتا تھا۔ میں بھی کھل کر بات نہ کرنے کی وجہ سے الجھن محسوس کرتا تھا۔ میں نے اسے ہوٹل سے باہر اپنی گاڑی میں انتظار کرنے کا مشورہ دیا اور معذرت خواہانہ انداز میں غزالہ کو الوداع کہہ کر دوبارہ باہر چل دیا۔

اس وقت تک سائے دراز ہونے لگے تھے لیکن بنکاک کے افق پر کافی اجالا موجود تھا۔ میں نیچے کی رونقوں کا سرسری جائزہ لیتا ہوا ہوٹل سے نکلا تو چاؤفان کی کالی اکارڈ پورچ کے سرے پر فٹ پاتھ سے لگی ہوئی نظر آگئی۔

میرے سوار ہوتے ہی چاؤفان نے پاور اسٹیئرنگ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت کم جگہ میں سے اپنی اکارڈ قطار سے باہر نکال لی۔

''ماسٹر! جی چاہتا ہے کہ تمہارے ہاتھ چوم لوں۔'' گاڑی چلتے ہی اس کی زبان بھی چل پڑی ''تم نے اس کے گھر پر ہاتھ ڈال دیا ہے۔ اب اس کی راتوں کی نیندیں حرام ہو جائیں گی۔''

میں خاموش بیٹھا رہا۔ اس کی باتوں سے ظاہر ہو گیا تھا کہ راجن کی رہائش گاہ پر ہونے والے دھماکے میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ وہ کام کسی تیسرے فریق کا تھا لیکن چاؤفان اس واقعے کا ذمے دار مجھے سمجھ رہا تھا۔

''تم خاموش کیوں ہو..... مجھے سخت شکایت ہے کہ اس معاملے میں تم نے مجھ پر بھروسا نہیں کیا، معلوم ہوتا ہے کہ دو چار دنوں میں اپنا کوئی گینگ بنالیا ہے۔''

''یہاں میرا کوئی گینگ ہے نہ ہمدرد۔'' میں نے بہت سوچ سمجھ کر اداسی سے کہا ''تم لوگوں کے سوا صرف ایک دوست ہے جو کسی لالچ کے بغیر میرے لیے اپنی جان لڑا رہا ہے۔ اب سوچ رہا ہوں کہ اسے بھی روک دوں۔ آج ڈان سے مل کر مجھے صدمہ ہوا ہے۔''

''ضرور ہوا ہوگا۔'' اس نے سر ہلا کر میری ہاں میں ہاں ملائی۔ ''اس کے سوال بہت تیکھے اور ٹیڑھے تھے۔ مجھ سے ان کا کوئی جواب نہیں بن پڑا تھا۔''

''سوالات سے مجھے رتی برابر پریشانی نہیں ہوئی۔ میں نے ڈان کو پوری طرح مطمئن کر دیا ہے۔''

''پھر تم کس صدمے کی بات کر رہے ہو؟''

''ڈان نے بہت بڑی بے اعتمادی کا مظاہرہ کیا ہے۔ دونوں پاسپورٹ اس نے اپنے پاس رکھ لیے ہیں۔'' میں بہت سوچ سمجھ کر ایک ایک لفظ منہ سے نکال رہا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ چاؤفان اس گفتگو کی رپورٹ ڈان کو ضرور دے گا۔

''اوہ.....! میں سمجھ رہا تھا کہ وہ پاسپورٹ دیکھ کر تم دونوں کے پورے کوائف جاننا چاہتا ہے وہ ان کا کیا کرے گا.....؟ دو چار روز میں تمہیں لوٹا دے گا۔ تم اتنی سی بات کے لیے آج کی تیسری کامیابی کی خوشی سے کیوں منہ پھیر رہے ہو۔''

''تمہاری گنتی کچھ کمزور معلوم ہوتی ہے۔'' میں نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

''اتنی گنتی آتی ہے۔ ڈرائیور کی موت، شرما کا صفایا اور موتی محل میں بم بلاسٹ۔ یہ شاید تین واقعات ہی ہوتے ہیں۔''

''لیکن بے فیض ہیں۔ انعام دور کی بات ہے، سزا دی گئی ہے۔ ڈان سمجھ رہا ہے کہ میں خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤں گا۔ یہ بات تم نے اس کے دماغ میں ڈالی ہوگی۔''

''میں نے اسے ہوٹل کے حساب کے بارے میں بتایا تھا۔'' اس نے اقرار کیا۔ ''وہ سب کی سن لیتا ہے فیصلے خود کرتا ہے۔ اس نے کوئی موقع دیا تو میں تمہارے جذبات اس تک پہنچادوں گا۔ یہ تم سے میرا پُرخلوص وعدہ ہے۔''

''اسے معلوم ہے کہ میں اس کے فیصلے سے خوش نہیں ہوں۔ کسی کو ناخوش کر کے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ہمارے

Downloaded from https://parksociety.com

لیے اپنی جان کی بازی لگا دے گا۔ تم میرے ساتھ رہے ہو' تمہیں معلوم ہے کہ ہم آگ سے کھیل رہے ہیں۔ ذرا سی چوک ہوئی تو یہ آگ ہمارے دامن چاٹ جائے گی۔'' میں نے بددلی سے کہا۔

''ماسٹر! تم یقین کرو کہ اس فیصلے میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے میں تمہارا ادنیٰ غلام ہوں۔ یہ جانتا ہوں کہ تمہاری شکایت کسی حد تک درست ہے۔ مجھ سے جو کچھ بن پڑا میں ضرور کروں گا۔ تم اپنا موڈ ٹھیک کرلو۔ میں تو آج تمہارے ساتھ موتی محل کی بربادی کا جشن منانے آیا تھا۔ تم اپنے دل کو پاسپورٹوں کا غم لگائے بیٹھے ہو۔''

''کیا بم زیادہ تباہ کن ثابت ہوا؟'' میں نے اپنی حیرت چھپاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

''تفصیل نہیں مل سکی۔ ابھی صرف خبر آئی ہے یہ بات تمہیں اور تمہارے دوست کو معلوم ہوگی کہ وہاں پھٹنے والا بم کتنی جانی اور مالی تباہی پھیلا سکتا تھا۔'' اس نے لمحہ بھر کے لیے رک کر دوبارہ اپنی بات جاری رکھی ''اگر آج وہاں کی ایک اینٹ بھی ٹوٹی ہے تو سمجھ لو کہ پورے موتی محل کی تباہی کی بنیاد ڈال دی گئی ہے۔''

''پچھلے دھماکوں کی طرح یہ بھی ایک علامتی کوشش تھی۔ اسے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ اب وہ اپنے گھر میں بھی محفوظ نہیں ہے۔'' میں نے محتاط انداز میں اس واقعے کا کریڈٹ لینے کی کوشش شروع کردی۔

چاؤ فان نے اس دھماکے کی ذمے داری قبول کرنے سے انکار کیا تو میں تھوڑی دیر کے لیے سوچ میں پڑ گیا کہ وہ کس کی حرکت ہوسکتی ہے۔ ذرا سا غور کرنے کے بعد مجھے یقین ہوچلا کہ موتی محل میں ہونے والی تخریبی کارروائی امریکیوں کی سازش کا نتیجہ ہوسکتی ہے۔

وہ لوگ موتی محل میں سوبھراج کی موجودگی کی اطلاع کی تصدیق کے بعد وہاں گئے تھے۔ ان کے فوجی دستے کو راجن کی رہائش گاہ میں سوبھراج کا کوئی سراغ نہ ملنے پر مایوسی ہوئی ہوگی۔ دوسری طرف یہ اطلاعات بھی تھیں کہ راجن نے موتی محل میں امریکیوں کے گھس آنے پر اپنی شدید برہمی کا برملا اظہار کیا تھا جو امریکیوں کو یقیناً ناگوار گزرا تھا۔

ان دنوں امریکیوں کے سر پر عالمی بالادستی کا گھمنڈ سوار ہونا شروع ہوگیا تھا۔ وہ دنیا کے ہر خطے میں من مانی کارروائیاں کرنا اپنا پیدائشی حق تصور کرتے تھے اور پھر تھائی لینڈ میں ان کے دوستوں کی حکمرانی تھی۔ اپنی ضروریات کے تحت دوستوں کی درگت بنانا ہمیشہ سے ان کا محبوب مشغلہ رہا

پریشانی

ماں نے بیٹی کو نصیحت کی ''جب بھی اپنی سہیلیوں کی محفل میں بیٹھو تو جو کچھ بھی بولو، سوچ سمجھ کر بولو۔''

''لیکن امی.....! اگر میں سوچنے لگوں گی۔ تو اتنی دیر میں تو موضوع ہی بدل جائے گا۔'' بیٹی نے پریشانی سے کہا۔

تھا۔ فوجی دستے کے کمانڈر کو وہ دونوں باتیں گراں گزری ہوں گی اور اس نے راجن کو سبق سکھانے کا فیصلہ کرلیا۔

غور کرنے سے یہ بات واضح ہوچکی تھی کہ بنکاک میں ہمارے اور امریکیوں کے سوا ایسی کوئی تیسری قوت نہیں تھی جو راجن کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھ سکے۔ فوجی کمانڈر نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے موتی محل میں دھماکے کا بندوبست کرادیا۔

پچھلے واقعات کے تسلسل میں کوئی بھول کر بھی یہ گمان نہیں کرسکتا تھا کہ تھائی حکومت کے امریکی دوستوں نے موتی محل والوں کو ہراساں کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ پچھلے چند دنوں میں گولڈن ڈریگن میں راجن کا ایک ملازم مارا جاچکا تھا۔ اسی رات کو راجن کے چار کاروباری ٹھکانوں میں ٹائم بم لگائے گئے جو اگلی صبح نمودار ہونے کے بعد اپنے مقررہ وقت پر پھٹ گئے۔ موتی محل میں ہونے والے بم دھماکے کو بھی ان واقعات کی ایک کڑی قرار دے کر ساری ذمے داری راجن کے نامعلوم دشمنوں کے سر ڈال دی جاتی۔

اس دھماکے سے امریکیوں کو دہرا فائدہ حاصل ہونے کی امید رہی ہوگی۔ راجن کو یہ پیغام مل جاتا کہ وہ اپنے گھر میں بھی محفوظ نہیں رہا تھا۔ دوسری طرف بم پھٹنے سے موتی محل میں زبردست خوف وہراس پھیلتا۔ وہاں کے سارے مکین دہشت زدہ ہوکر اپنے ٹھکانوں سے کھلی فضا میں نکل آتے۔ اگر سوبھراج بہ دستور موتی محل کے کسی خفیہ ٹھکانے میں چھپا ہوا تھا تو اضطرار کے عالم میں اسے بھی سامنے آجانا چاہیے تھا۔

موتی محل میں بم پھٹنے کی واردات اس امر کی مظہر تھی کہ بنکاک کے اس نجی قلعے میں ایسے لوگ بھی پل رہے تھے جن کی وفاداریاں اپنے آقا کے لیے تبدیل نہیں تھیں۔ انہوں نے دوسری قوتوں سے اپنی خدمات کا سودا کیا ہوا تھا۔

موتی محل میں تخریبی کارروائی کرنے والوں کو بم کی محدود تباہ کاری اور دھماکے کے وقت کا پیشگی علم ہوتا۔ وہ کسی محفوظ مقام پر رہ کر موتی محل سے برآمد ہونے والے خوف زدہ افراد کی بھیڑ کا بہ خوبی جائزہ لے سکتے تھے۔ ان لوگوں

Downloaded from https://paksociety.com

میں سوبھراج کا چہرہ نظر آتا تو افراتفری کے عالم میں کسی نامعلوم سمت سے آنے والی ایک گولی پلک جھپکتے میں اس کا کام تمام کرسکتی تھی۔ ایف بی آئی کے غدار کو سزا دینے کے لیے وہ ایک بہترین موقع ثابت ہوگا۔

وہ محرکات بہت قوی تھے۔ اس نظریے پر میں نے جتنا غور کیا۔ وہ خیال میرے ذہن میں اسی قدر راسخ ہوتا چلا گیا۔

متوقع جانی اور مالی نقصان کے پیش نظر یہ ضروری تھا کہ امریکی اس واقعے کی ذمے داری کسی اور کے سر ڈالتے۔ گزشتہ واقعات نے انہیں یہ موقع فراہم کردیا تھا۔ ویسے بھی وہ قانون کی عمل داری کے لیے ایک کھلا چیلنج تھا۔ امریکی کسی صورت میں موتی محل پر نازل ہونے والی تباہی کی ذمے داری قبول نہیں کرسکتے تھے۔

امریکیوں کی ان ناگزیر مجبوریوں کی وجہ سے تازہ ترین دہشت گردی کی کہانی میں زبردست خلا باقی رہ گیا تھا۔ چاؤفان نے اس خلا میں میرا نام ڈال کر اپنی دانست میں کہانی مکمل کرلی تھی۔

مجھے ہاتھ پیر ہلائے بغیر ایک انتہائی اہم واقعے کا کریڈٹ مل رہا تھا۔ راجن سے اپنی پرخاش کی وجہ سے ڈان کے لیے وہ واقعہ بہت زیادہ اہم ثابت ہوتا۔ اسے یہ بتایا جاتا کہ میں نے چاؤفان یا اس کے کسی آدمی کی مدد کے بغیر وہ کارنامہ سرانجام دیا تو ڈان کی نظروں میں میری قدر و منزلت میں بہت زیادہ اضافہ ہوسکتا تھا۔

ایک امکان یہ بھی نظر آرہا تھا کہ شاید ڈان خوش ہوکر دونوں پاسپورٹ مجھے واپس لوٹانے پر آمادہ ہوجائے۔

''معلوم ہوتا ہے کہ اس دھماکے کے لیے تم نے وہ ٹائم بم استعمال کیا ہے جو تمہارے پاس فاضل پڑا ہوا تھا۔'' چاؤفان بہت زیادہ تجسس اور پرجوش لہجے میں کہہ رہا تھا ''وہ بہت زیادہ طاقتور نہیں تھا.....''

''تمہاری وہ امانت اس وقت بھی میرے کمرے میں محفوظ ہے۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا ''جب چاہو واپس لے سکتے ہو۔''

''یعنی اس بار تم نے سب کچھ اپنے ذرائع سے کیا ہے؟'' اس نے حیرت کا اظہار کیا۔

''یہی ایک غلطی ہوگئی۔ آدمی کو ہمیشہ اپنی کھال میں رہنا چاہیے۔ جو لوگ شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار بننے کی کوشش کرتے ہیں، منہ کے بل گرتے ہیں۔''

''میں کہہ رہا ہوں کہ حزن و ملال کو اپنے دل سے کھرچ دو۔ وقت گزرنے کے ساتھ سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔ تمہیں موقع مل گیا تھا تو موتی محل میں زبردست بلاسٹ ہونا چاہیے تھا۔ وہاں غنڈوں اور قاتلوں کی فوج پل رہی ہے۔ دس پانچ مرتے تو راجن کے پیر اکھڑ جاتے۔''

''تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟'' میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''ماسٹر! تم چوٹ کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔'' وہ بے اختیار ہنس دیا ''اپنی اور ان کی برادری ایک ہی ہے لیکن چور وہ ہوتا ہے جو رنگے ہاتھوں پکڑا جائے۔ باقی سب ساہوکار ہوتے ہیں۔ اس وقت ہم دونوں ساہوکار ہیں۔''

''ابھی موتی محل سے ابتدائی خبر آئی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہاں جانی نقصان بھی ہوا ہو۔''

''میرا بس چلتا تو میں وہاں ایٹم بم کا بندوبست کرتا۔'' اس نے حسرت سے کہا۔

''اسی لیے تمہارا بس نہیں چلا۔ قدرت گنجے کو ناخن نہیں دیتی۔''

''یہ بات ڈان کے سامنے نہ کہہ دینا۔'' اس نے بوکھلا کر کہا۔ پھر اپنے سر پر ہاہاں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا ''میرے سر پر بہت بال ہیں لیکن پچھلے ڈیڑھ دو سال میں نقرات کی وجہ سے ڈان کی چندیا صاف ہوگئی ہے۔ وہ وگ استعمال کرتا ہے۔''

''چاؤفان! تم احمق ہو۔ میں نے یہ بات محاورے کے طور پر کہی تھی۔''

وہ بے ڈھنگے انداز میں ہنسا ''ماسٹر! تم دیکھ رہے ہو کہ میں بہت اچھی انگریزی بول لیتا ہوں لیکن میں زیادہ محاوروں سے واقف نہیں ہوں۔ ویسے بھی یہاں سمندری خوراک کے کثرت سے استعمال کی وجہ سے گنج کا مرض ناپید ہے۔ ہماری زبان میں ایسا کوئی محاورہ نہیں ہے۔''

''راجن کے خاتمے تک تم بہت سے محاوروں سے واقف ہوجاؤ گے۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔

''ماسٹر! تم نے ابھی تک اپنے گیمنگ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔'' اچانک اسے اپنا ایک تشنہ سوال یاد آگیا۔ ''موتی محل میں تمہیں کس طرح رسائی مل گئی؟''

میں نے اس کی بات کا جواب دینے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ اچانک میرے موبائل فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

لاہور میری جائے پیدائش ہے۔ والد صاحب کی وفات اور سوتیلی ماں کے مظالم پر میں نے گھر اور شہر چھوڑ کر کراچی میں پناہ لی تو یہاں جہانگیر، داؤد اور نادر سے میری دوستی ہوئی اور ہم چاروں بے روزگاری سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں منشیات فروشوں کی ایک بھیانک عالمی تنظیم شی کے چنگل میں پھنس گئے۔ ان لوگوں نے مغربی معاشرے کو ہیروئن کی وبا سے محفوظ رکھنے کے لیے پاکستان میں چرس کا بحران پیدا کر کے ہیروئن کو فروغ دیا اور قدم جمانے کے بعد پاکستان کے خلاف ہر محاذ پر تخریبی کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ ان ہی دنوں سلطان شاہ مجھ سے آ ٹکرایا اور بعد میں میرا دست راست ثابت ہوا۔ شی کے سربراہ جی لائیڈ کی ملک دشمن سرگرمیوں نے مجھے شی سے بغاوت پر مجبور کر دیا جس پر چی لائیڈ میرے لہو کا پیاسا بن گیا۔ میں نے ملک میں اور ملک سے باہر ان کی تخریبی اور دہشت گرد کارروائیوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ میرا لگایا ہوا ہر زخم ان لوگوں کے اشتعال میں اضافہ کرتا رہا تھا مگر وہ میرا بال بھی بیکا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ قومی مفاد کے اہم ترین مفہوموں کے تحفظ میں مجھے اول خان نے بہت مدد فراہم کی۔ وہ زندگی سے بے پروا اور دھن کے پکے جاں باز وں کی ایک ایسی پراسرار فارمیشن کا معائنہ سربراہ تھا۔ جسے آئیشن بائسک فورس کہا جاتا تھا۔ جی لائیڈ کی بیٹی ویرا بھی ابتدائی دشمنی کے بعد میری حلیف بن گئی۔ ویرا میری دوست تھی مگر غراٹ ایک مدت سے میری محبت تھی۔ حالات کے ستم ظریفی کہ ہم دونوں کو مکاؤ میں ڈون کونگ نوفا می ایک چینی بدمعاش کے دباؤ پر شادی پر مجبور ہونا پڑا۔ دوسری طرف امریکا میں آئزک بیل نامی ایک نسل پرست یہودی دہشت گرد اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر شی کے بے اندازہ مالی وسائل پر قابو پا کر انہیں ڈیوڈ اسٹارز نامی یہودی تنظیم کے لیے استعمال کرنے کا خواہاں تھا۔ جی لائیڈ کو صدارتی انتخابات میں کامیابی کی مجبوری کی جھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس کی پراسرار ہلاکت کے بعد آئزک بیل اس خطے کی بہترین ہیروئن کے پیداواری ذرائع پر قبضہ کرنے کے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر واپس امریکا فرار ہوا، ہم بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری کوششوں سے اس کی بربادیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوڈ اسٹارز اور امریکی حکومت کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدے کیمپ کے افشا ہونے کے باعث امریکیوں کی نظر میں مقتوب ٹھہرا۔ اپنے مشن کی کامیابی کے بعد ہم پاکستان واپس آ گئے۔ ہمارا اگلا معرکہ بھارتیوں سے ان کے اپنے دیش میں ہوا جس میں ہم سرخرو ہوئے۔ بھارت سے واپسی پر ہمیں علم ہوا کہ پاکستان میں راسگر مل تھی اور اس کی پشت پناہی کو برا کے کوڈنیم تلے پاکستانی سیاست دان کر رہا تھا۔ بہت جلد ہمیں اس کا سراغ مل گیا۔ وہ سوبھراج تھا۔ ہم اس پر سنجیدگی سے ہاتھ ڈالنے کا سوچ رہے تھے۔ اسی وقت ہمیں اطلاع ملی کہ جہانگیر کے گھر میں گھس کر اسے اغوا کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ جہانگیر نے ایک بدمعاش کو قابو میں کر لیا تھا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ کام سنیل کے ذریعے سوبھراج نے کرایا تھا۔ تاہم ناکامی کے بعد وہ محاذ خلائی پر اتر آیا تھا۔ سوبھراج کے خلاف تمام تیاریاں مکمل تھیں اور اس کا ہانکا شروع ہو گیا تھا۔ اس موقع پر اس نے ملک سے فرار کی راہ اختیار کی۔ اس دوران سوبھراج واپس لوٹ آیا اور میری آنکھوں کے سامنے اس پر ناکام قاتلانہ حملہ ہوا۔ حملہ آور امریکی کمانڈو نکلے۔ میں نے سیلاسٹ ٹونی پر اس سے رابطہ کیا تو وہ مجھ سے سخت ناراض تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں نے اسے کوئی مہلت نہیں دی تھی۔ میں نے اسے سمجھایا کہ حملہ میں نے نہیں بلکہ سک اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے کرایا گیا تھا۔ میں نے سوبھراج کے سیکریٹری سنیل کی خوبرو بیوی سے ملاقات کی وہ خاصی کھلی کھیلی ہوئی عورت تھی فوراً ہی مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوششیں کرنے لگی اور مجھے بتایا کہ سوبھراج کو سنیل کے ساتھ راج محل میں ہی ہونا چاہیے۔ جلال اس دوران راج محل پر چڑھائی کر چکا تھا مگر سوبھراج نے راج محل کو راکھ کا ڈھیر بنا کر وہاں سے راہ فرار اختیار کر لی۔ اب وہ زخمی سانپ کی طرح خطرناک ہو چکا تھا۔ اسی دوران سوبھراج نے مجھے بتایا کہ اس کا اگلا نشانہ جہانگیر ہوگا۔ ویرا کے لیے یہ دھمکی اضطراب کا باعث تھی۔ وہ اسی وقت جہانگیر کے گھر روانہ ہو گئی۔ ہمارا خیال تھا کہ سوبھراج اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے میں کچھ وقت لگائے گا مگر ایسا نہیں ہوا۔ ویرا، سنکی اور جہانگیر کی ہمراہی میں گھر سے نکلی اس کا ارادہ اوجھا خوری کا تھا مگر سوبھراج کے بارے میں ہمارے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ ان کا تعاقب کیا گیا اور ویرا تعاقب کنندگان میں سے ایک کو جہنم واصل کرنے میں کامیاب ہوئی جبکہ دوسرا شدید زخمی حالت میں پولیس کے قابو میں آ گیا۔ اسی وقت سنیل کی خوب رو بیوی نے فون کر کے بتایا کہ سنیل اس کے گھر میں موجود تھا۔ میں اور سلطان شاہ اس کے گھر سے پکڑنے کے لیے کوشش میں کامیاب ہو گئے۔ اس سے سوبھراج کا پتا معلوم ہو گیا۔ آئی بی نے وہاں چھاپا مار کر سوبھراج اپنی فطانت کے باعث بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے ساتھوں سے میرے خلوص کا بھی یقین آ گیا۔ اسی دوران میں ایس ٹی ایف کا سربراہ کراچی میں وارد ہوا۔ میری اور اس کی ملاقات کے دوران آئیشن فورس حدود میں اس کی گاڑی کو میزائل سے نشانہ بنا کر تباہ کر دیا گیا۔ اس حملے کی ذمے داری گیری ہارٹ نے قبول کر لی۔ دوسری طرف سوبھراج نے بتایا کہ ارا کے دو ایجنٹ کراچی آ چکے ہیں۔ میں نے ان کو پکڑنے کے لیے کوشش کی مگر وہ تیزی دکھا کر میرے ہاتھ سے نکل گئے۔ سوبھراج نے بتایا تھا کہ شاید وہ اس کے مشورے کے مطابق کلفٹن کے علاقے میں تھے۔ ہم ریڈیائی لہروں کے ذریعے سراغ لگانے والی ایکسٹل گاڑیوں کے ذریعے ان کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو گئے۔ خوش قسمتی سے ان میں سے چار ہی ایک جاں گسل معرکے کے بعد میرے ہاتھ آ گیا۔ اس سے تفتیش آئی بی کی ذمے داری تھی۔ اسی دوران سوبھراج کا سامنا ویرا سے ہو گیا۔ وہ ویرا کو نہیں دیکھ سکا مگر ویرا نے اسے پکڑنے کی کوشش میں اس کی گاڑی تباہ کر ڈالی اور اسے وہ کار سڑک پر چھوڑ کر فرار ہونا پڑا۔ اس کے بعد میں نے رابطہ کیا اور فرمائش کی کہ میں اس کے دوست کی کار اس کے گھر تک پہنچا دوں۔ میں رضامند ہو گیا۔ سلطان شاہ میرے ساتھ تھا۔ میں گاڑی پہنچانے اس کے دوست کے گھر پہنچا تو وہاں خود سوبھراج سے ملاقات ہو گئی۔ میں اس سے ڈیل کا ہمکار ہ بن کر ملا تھا۔ اس نے باتوں باتوں میں اندازہ لگایا کہ میں اپنی وفاداریاں تبدیل کر سکتا ہوں تو وہ میرے ساتھ میرے ہی شکار پر روانہ ہو گیا تاہم راستے میں شاید اسے کچھ عقل آ گئی اور وہ ہم پر فائرنگ کرتا ہوا فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے دوست کو بھی قتل کر دیا۔ اس دوران اراکے دوسرے ایجنٹ کا کچھ پتا نہیں چل سکا تھا۔ ہمیں توقع تھی کہ ایکسپلو نے کے باعث وہ کوئی کارروائی نہیں کر سکے گا مگر ہمارا یہ اندازہ غلط نکلا اور ایک اہم شخصیت پر ناکام قاتلانہ حملہ ہوا۔ جائے واردات سے امریکن رائفل کی بازیابی ظاہر کر رہی تھی کہ ارا کے ایجنٹ نے امریکیوں سے مدد طلب کی تھی۔ دوسری طرف سوبھراج کے گرگے جہانگیر کو اس کے گھر سے اغوا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جہانگیر زیادہ دیر ان کی قید میں نہیں رہ سکا اور ایس ٹی ایف کی مدد سے ہم نے بہت جلد اسے بازیاب کرا لیا۔ اسی اثنا میں میری ملاقات سوبھراج سے ہوئی اور اس نے بتایا کہ گرین کو برا فائل اس کے قبضے میں تھی اور وہ اسے اپنے تحفظ کی ضمانت قرار دے رہا تھا۔ دوسری طرف امریکی سفیر بہت زیادہ پریشر نکال رہے تھے ان کا ایک سفارت کار کرنل داور کی تلاش میں اسٹیشن کے اوپر بجلی کا پنکھا گر رہا تھا۔ اب ان سے پیچھا چھڑانا ضروری تھا لہٰذا کرنل داور کی خودکشی کا ڈراما کھیلا گیا اور اس کی اطلاع فوراً خالفہ کیمپ میں پہنچا دی گئی۔ اس خبر نے امریکیوں میں جشن کا سماں پیدا کر دیا اور اس خوشی کو منانے کے لیے وہ سمندر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کو سبق سکھانے کا یہ سنہری موقع تھا۔ جس سے فائدہ اٹھانا ضروری تھا۔ جلال نے اس مہم میں شرکت سے معذوری ظاہر کی تھی لہٰذا میں ایس ٹی ایف کے چند جانبازوں اور اپنی ٹیم کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گیا۔ خوش قسمتی سے تھوڑی سی جدوجہد کے بعد ان کے کمانڈوز کے بعد دیگرے میرے ہاتھوں ناکارہ ہوتے چلے گئے اور بالآخر نامہ میرے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔ تین امریکی کمانڈو زاور ہم ہی ہلاکت نے مخالفین کا جوش و خروش ٹھنڈا کر دیا۔ اسی وقت سوبھراج نے مجھ سے ملنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ میں نے اس سے ملاقات کی میں اسے مجھنا چاہتا تھا مگر وہ بہت عیار تھا۔ گرین کو برا نامی فائل کے باعث مجھے اسے واپس جانے کی اجازت دینا پڑی۔ سلطان شاہ اس کے پیچھے تھا مگر وہ اسے بھی جل دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ جلال نے مجھ سے کہا کہ مجھے چند دنوں کے لیے تھائی

Downloaded from https://paksociety.com

لینڈ کارخ کرنا چاہیے۔ میں اس کی تجویز پر بات چیت کر رہا تھا کہ میرے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی۔ فون سوبھراج کا تھا۔ اس نے بلا توقف مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اس کے خیال میں، میں نے اسے پھنسوانے کے لیے اپنے کارندے پارک ہاورز کے آس پاس پھیلا رکھے تھے۔ میں نے سختی سے اس کی تردید کی تو وہ تذبذب کا شکار ہو گیا۔ اس کے ساتھ اس نے مجھے تجویز دی کہ یہ ملک میرے لیے مخدوش ہو گیا تھا لہٰذا مجھے یہاں سے باہر نکل جانا چاہیے تھا۔ اس نے پیش کش کی کہ وہ پاکستان سے باہر جانے میں میری مدد کر سکتا تھا۔ میں نے اس کی پیش کش قبول کر لی۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ مجھے ہر قیمت پر گھیرنا چاہتا تھا تاکہ امریکیوں سے اپنے بگڑے معاملات کو سیدھا کر سکے۔ اس نے مجھے ایک ویران مقام پر بلایا۔ مجھے توقع تھی کہ وہ خود بھی وہاں ہوگا۔ اس کا منصوبہ شاندار تھا مگر جلال کی حکمت عملی کے باعث اسے ناکامی ہوئی۔ میں اس کے بلائے ہوئے مقام پر گیا مگر سوبھراج وہاں نہیں تھا البتہ اس کے گرگے مجھے گھیرنے کی پوری تیاری کے ساتھ آئے تھے تاہم جلال کے باعث وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے اور کئی افراد آئی بی کے نشانہ بازوں کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ اس اثنا میں امریکیوں نے عام کے قتل کی ذمے داری مجھ پر ڈالتے ہوئے قانونی مدد طلب کر لی تھی۔ میری گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو گئے تھے۔ ان حالات میں جلال اور اول خان دونوں نے مجھے ملک سے نکل جانے کا مشورہ دیا۔ میں نے تھائی لینڈ کا رخ کیا جبکہ حیرت انگیز طور پر پیرا اور سلطان شاہ کو ہمراہ لے کر امریکا عازم سفر ہوئی۔ تھائی لینڈ میں آئی بی ایجنٹ اسد ہمارا منتظر تھا۔ وہ چھوٹا راجن اور سوبھراج دونوں سے بخوبی واقف تھا۔ میرے مشن کی تفصیلات جاننے کے بعد اس نے بتایا کہ بنکاک کی زیر زمین دنیا کا ڈان برنارڈ راجن کے خلاف ہماری مدد کر سکتا تھا۔ اس کے بارے میں اسد کا کہنا تھا، ڈان برنارڈ خود بھی چھوٹا راجن کا ڈسا ہوا تھا اور بنکاک کے بدمعاشوں کی بزدلی پر سخت نالاں تھا۔ ڈان سے ملاقات دلچسپ رہی اور وہ چھوٹا راجن کے خلاف میری مدد کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے مجھے چاؤ فان سے ملایا جو نہایت تیز بدمعاش تھا۔ وہاں سلطان شاہ نے ایک بھکاری میں دلچسپی ظاہر کی تھی۔ اس نے چھوٹا راجن کے کلیجہ میں بم رکھا کے کرائے۔ اسی دوران سوبھراج بھی بنکاک پہنچ گیا۔ چھوٹا راجن کا ایک محافظ میری انگوٹھی کے زہر کا نشانہ بن گیا تھا جس کے باعث سوبھراج نے بنکاک میں میری موجودگی کا شک ظاہر کیا۔ مگر میں اسے چکر دینے میں کامیاب رہا۔ اول خان کی رائے تھی کہ سوبھراج کی بنکاک میں موجودگی کی اطلاع امریکیوں کو دے دی جائے۔ وہ اپنے غدار سے خود ہی نمٹ لیں گے۔ میری مرضی شامل ہوتے ہی اس نے اس پیغام رسانی کا سامان کر لیا۔ امریکی فوجیوں نے چھوٹا راجن کے گھر چھاپا مارا مگر سوبھراج خطرہ بھانپتے ہی وہاں سے نکل گیا۔ دوسری طرف امریکا میں سلطان شاہ کو ایک مفلوک الحال بھکاری میں اپنی دلچسپی کا سامان نظر آرہا تھا مگر وہ پیرا کی مخالفت پہ تلی ہوئی تھی۔ گاڑیوں کے ٹریفک سسٹم کے باعث مجھے سوبھراج کے نئے ٹھکانے کا علم ہو گیا اور میں چاؤ فان کے ہمراہ بنکاک کے مضافات میں واقع ایک قصبے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے اس کی موت وہاں گھیر کر لے گئی تھی۔ رات کے اندھیرے میں اس کی قسمت اس کا ساتھ چھوڑ گئی اور وہ لوپ پوری کے کھیتوں میں واصل جہنم ہو گیا۔ اس کے بعد ہم فوری طور پر تھائی لینڈ سے نکلنا چاہ رہے تھے مگر ڈان ہمارے اس ارادے میں حائل ہو گیا۔ اس نے ہم دونوں کے پاسپورٹ اپنی تحویل میں لے لیے۔ اس دوران میں امریکیوں نے اپنی خفت مٹانے کے لیے چھوٹا راجن کے قتل میں دھماکا کروا دیا جس کا کریڈٹ مجھے مل گیا۔ سوبھراج کی موت پر بہت سارے سوال پیدا ہو سکتے تھے مگر چھوٹا راجن نے مرنے والے کی شناخت تبدیل کر کے ہماری تشویش ختم کر دی۔

اب آپ قسط نمبر 248 کے واقعات ملاحظہ کیجئے

فون کی گھنٹی کی آواز نے ذرا سی دیر کے لیے مجھے بوکھلا کر رکھ دیا۔

میرا کراچی کے نمبر والا موبائل فون اس وقت اوپر کمرے میں تھا۔ سوبھراج اور اپنے ساتھیوں سے رابطے کے لیے میں وہی فون استعمال کرتا تھا اور اسی پر میرے اہم پیغامات آتے تھے۔ اس وقت میری جیب میں وہ مقامی موبائل فون تھا جو میں نے بنکاک میں حاصل کیا تھا۔ وہ اسد، ڈان اور چاؤ فان سے رابطوں کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ ڈان سے میں تھوڑی دیر پہلے ملاقات کر چکا تھا' چاؤ فان میرے ساتھ تھا۔ وہ کال اسد ہی کی ہو سکتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ڈان نے اچانک مجھے طلب کیا تھا۔ اس نے وقت کا حساب کر کے مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

میں نے کال وصول کی تو دوسری طرف سے غزالہ کی آواز سنائی دی ''ابھی آپ کے موبائل پر جلال کا فون آیا تھا۔ وہ آپ سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔''

میں نے کن انکھیوں سے چاؤ فان کی طرف دیکھا۔ اس کی پوری توجہ سڑک پر مرکوز تھی۔ ویسے بھی اس کے لیے اردو میں کہی ہوئی بات کو سمجھنا ناممکن تھا۔

''میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔ آ کر دیکھوں گا۔''

میں نے خشک لہجے میں جواب دے کر فون بند کر دیا۔

''ہا..... ہا.....!'' چاؤ فان نے اپنے حلق کی گہرائی سے سانس خارج کیا پھر بولا ''ماسٹر! یہ پٹاخا کون تھی..... اس کی آواز بہت جان دار ہے!''

میں نے اسے قہر بار نظروں سے گھورا اور پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا ''چاؤ فان! میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔ آج تم نے دوسری مرتبہ اس کے بارے میں بدتمیزی کی ہے۔ یہ میری بیوی کا فون تھا۔''

''توبہ..... توبہ توبہ..... میری توبہ!'' بھری سڑک پر چاؤ فان نے اچانک اسٹیئرنگ وہیل چھوڑ دیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنے گالوں پر لگاتار تھپڑ برسانے لگا۔

''یہ کیا کر رہے ہو..... ایکسیڈنٹ ہو جائے گا۔'' میں دبی دبی' ہذیانی آواز میں غرایا ''ہوش میں رہ کر اسٹیئرنگ تھامو! تمہاری گاڑی کی رفتار سو سے اوپر ہے۔''

اس نے سر جھکا کر شکست خوردہ انداز میں دوبارہ اسٹیئرنگ تھام لیا اور پژمردہ آواز میں بولا ''ماسٹر! میں شرمندہ ہوں۔ دل میں خود کو ذلیل محسوس کر رہا ہوں۔ بدھا گواہ ہے' مجھے علم ہوتا کہ وہ تمہاری عورت ہے تو میں کچھ بھی نہ کہتا' اپنی زبان کو تالا لگا لیتا۔ سارا قصور تمہارے فون کا ہے۔ اس میں

Downloaded from https://paksociety.com

اتنی اونچی آواز آتی ہے کہ برابر میں بیٹھا ہوا آدمی ہر بات سن سکتا ہے۔ میں تمہاری اور اس کی باتیں نہیں سمجھ سکا۔ اس کی آواز سن کر ذہن میں جو خیال آیا وہ کہہ ڈالا۔ یہ میری آخری غلطی تھی۔ مجھے معاف کردو!''

''چاؤفان! مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ تم اول درجے کے چالاک ہو۔ جو کچھ کہنا چاہتے ہو آنکھیں بند کر کے کہہ جاتے ہو۔ بعد میں معافی مانگ لیتے ہو یا پھر تم عقل سے ایک دم کورے اور نرے گدھے ہو!''

''ماسٹر!'' وہ خوشامدانہ انداز میں بولا ''اس وقت دوسری بات فرض کر کے میری خطا معاف کردو۔ میں اتنا ناشائستہ آدمی نہیں ہوں۔ ہر ایک کو اس کے رتبے کے مطابق عزت دیتا ہوں۔ پتا نہیں اس وقت بے دھیانی میں میری زبان کیوں چل پڑی۔ میں تمہارے سامنے خود کو نرا گدھا تصور کر رہا ہوں۔''

''مجھے تمہاری بول چال پر ایک اور سخت اعتراض ہے۔'' میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

''وہ بھی بتا دو۔ آئندہ میں اس کا دھیان رکھوں گا۔''

''تم کو اسے میری بیوی ماننے میں کیا تامل ہے.....؟ تم اسے ہمیشہ میری عورت کہتے ہو!''

''ماسٹر! یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔'' وہ بے بسی سے بولا ''کیا وہ ایک عورت نہیں ہے؟''

''عورت ہی ہے۔'' میں نے دانت پیس کر جواب دیا ''مگر عورت اور بیوی میں بہت فرق ہوتا ہے۔ عورت کوئی بھی ہو سکتی ہے۔ بیوی صرف ایک خاص عورت کو کہا جاتا ہے۔''

''او کے..... او کے! اب میں سمجھ گیا۔'' وہ سر ہلاتے ہوئے بولا ''تم کو اپنی بیوی کے لیے عورت کا لفظ توہین آمیز محسوس ہوتا ہے۔''

''صرف مجھے توہین آمیز محسوس نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک گھٹیا لفظ ہے!''

''ماسٹر! لارڈ بدھا مجھے معاف کرے۔ میں تو غیر ملکی دوستوں کی بیویوں کے لیے اکثر عورت بلکہ مادہ تک کے لفظ استعمال کرتا رہا ہوں اور آج تک کسی نے برا نہیں منایا۔''

''تم تھائیوں کی انگریزی بہت ناقص ہوتی ہے۔ لوگ سن کر درگزر کر دیتے ہوں گے کہ بے چارہ چاؤفان انگریزی کے زیادہ الفاظ نہیں جانتا۔ مادہ جانوروں کی ہوتی ہے۔ تم نے یہ لفظ استعمال کیا ہوتا تو اب تک میں تمہارا سر پھاڑ چکا ہوتا۔''

''عورت اور مادہ!'' وہ آہستہ یاد کرنے کے انداز میں بڑبڑایا پھر بولا ''میری انگریزی واقعی اچھی نہیں ہے۔ غلط الفاظ پر مجھے ٹوک دیا کرو۔ میں تمہارا ممنون رہوں گا۔''

''اپنے مطلب کی باتوں کے لیے تم خوب انگریزی بول لیتے ہو۔''

''ماسٹر! یہ بھی مجبوری ہے۔ انگریزی نہ آتی تو میں اشاروں سے تمہیں ہر بات سمجھا دیتا۔ جب آدمی کے سر پر پڑتی ہے تو اسے خود بخود الفاظ سوجھنے لگتے ہیں۔'' وہ لمحے بھر کے لیے خاموش ہوا پھر اس نے پوچھا ''تم نے میری دو غلطیوں کا طعنہ دیا ہے۔ ایک تو وہ عورت اور مادہ والی بات تھی۔ دوسری یہ ہوئی کہ میں نے تمہاری بیوی کی آواز کی تعریف کی جو غلط بات ہے..... تمہیں مجھ سے اور کوئی شکایت تو نہیں ہے نا!''

''تمہاری عقل بھی موٹی ہے۔'' میں نے ایک گہرا سانس لے کر جواب دیا ''سارا قصور تمہارے عامیانہ انداز کا ہے۔ جو باتیں شروع سے تمہاری گھٹی میں پڑی ہوئی ہیں' انہیں بدلنا میرے بس سے باہر ہے۔ تم جیسے کسی آدمی کو شائستگی سکھانا شاید دنیا کا سب سے مشکل کام ہے ان باتوں کو فی الحال بھول جاؤ۔''

''ماسٹر! میں ان باتوں کو کیسے بھول جاؤں۔'' اس نے مغموم آواز میں کہا ''مجھے زندگی میں تم نے پہلی بار بول چال پر ٹوکا ہے تو اب میری تصحیح کرنا تم پر لازم ہے۔''

میں نے چند ثانیوں تک غصے اور بے بسی سے اس کی طرف دیکھا پھر غصہ ضبط کر کے سمجھانے والے انداز میں بات شروع کی ''تمہاری ساری تعریفیں منفی ہوتی ہیں۔ مجھے تعریف پر نہیں' تمہارے الفاظ پر اعتراض ہے۔ عورت کو حسین کہنا جائز ہے' جب زور دار کہتے ہو تو مفہوم بگڑ جاتا ہے۔ اسی طرح آواز کو اچھا کہنے کے بجائے تم نے بے ساختہ پٹاخا قرار دے دیا۔ یہ بھی بے ہودگی ہے۔ یہ سب باتیں اچھی نہیں ہیں۔''

''میں سمجھ گیا۔'' وہ سنجیدگی سے بولا ''اب تم کو کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہاری بیوی کے بارے میں اپنی کوئی رائے نہ دوں' زبان بند رکھوں۔ بس مجھے ایک بات بتا دو کہ مجبوری کی حالت میں اس کا ذکر کرنا ہی پڑ جائے تو میں اسے کیا کہوں؟''

لمحے بھر کے لیے مجھے شبہ ہوا کہ وہ مردود مجھے گھسنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں نے تیز نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی کا راج تھا۔ میرا غصہ فرو ہو گیا۔ میں نے کہا ''یہ بات ذہن میں نقش کر لو کہ جس طرح میں تمہارا ماسٹر ہوں' اسی طرح وہ میری بیوی ہے اور تم

Downloaded from https://paksociety.com

اسے یہی کہو گے۔''

''اب تم فکر نہ کرو۔ آیندہ تمہیں اس معاملے میں مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔'' اس نے نہایت وثوق سے مجھے یقین دہانی کرائی۔

''اس معاملے سے تمہاری کیا مراد ہے..... کیا دوسرے معاملات میں تم خود کو آزاد رکھنا چاہ رہے ہو؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''ماسٹر! بعض اوقات تم ذرا ذرا سی بات پکڑنے لگتے ہو اور مجھے زچ کر دیتے ہو۔ میرا مطلب یہ تھا کہ میں محتاط تو رہتا ہی ہوں۔ اس معاملے میں زیادہ احتیاط سے کام لوں گا۔''

''آج ڈان نے پاسپورٹ لے کر میرا دل کھٹا کر دیا ہے۔ تمہاری طرف سے کوئی تکلیف پہنچی تو مجھے ڈر ہے کہ ہمارے تعاون کا سلسلہ یک لخت ختم ہو جائے گا۔'' میں نے موقع کا فائدہ اٹھا کر سخت الفاظ میں اپنی بات دہرائی۔

''ڈان کی نیت پر شک نہ کرو۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں تمہاری تعریف اور بڑائی کا کوئی پہلو پوشیدہ ہو۔'' اس نے خوشامدانہ لہجے میں سمجھایا۔

''یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ کسی کے ہاتھ پیر کاٹ دینے سے اسے کس طرح بڑائی مل جاتی ہے!'' میں نے تلخی سے کہا۔

''تم ہر بات میں کیڑے نکالے جا رہے ہو۔ ذرا دوسری سمت میں بھی سوچنے کی کوشش کرو۔ ڈان نے تمہاری حمایت کر کے اپنے نام اور ساکھ کو داؤ پر لگایا ہے۔ اسے نظر آ رہا ہے کہ صرف تم ہی چھوٹا راجن کو نیچا دکھا سکتے ہو۔ ذرا غور کرو کہ تم کسی بات پر ناراض ہو کر خاموشی سے یہاں سے چل دیے تو ڈان کہاں ہوگا۔ اس کی کتنی سبکی ہوگی.....''

''سبکی کیسے ہوگی؟'' میں نے اس کی بات اڑا کر ترشی سے سوال کیا ''میرے تمہارے اور ڈان کے سوا ان باتوں کا کس کو علم ہے۔ راجن کو یہ معلوم ہونے میں ہفتوں لگ جائیں گے کہ اس کے مہمان کے پیچھے کون لگا ہوا تھا۔''

''پھر تم ڈان کو نہیں سمجھے۔ ایسے لوگ دوسروں کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے۔ سب کچھ اپنی انا کی تسکین کے لیے کرتے ہیں۔ ڈان کے لیے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تمہارے لیے اس کی حمایت کے بارے میں کتنے لوگ جانتے ہیں۔ یہ سراسر اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ تمہاری ناکامی..... اصل ناکامی ہو یا فرار کے سبب کام ادھورا چھوڑ دینے کی ناکامی..... وہ ڈان کو تباہ کر دے گی۔ وہ چھوٹا راجن کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے تم پر سونی صد انحصار کر رہا ہے۔ تم نے بالا ہی بالا ہوٹل چھوڑنے کی کوشش نہ کی ہوتی تو شاید ڈان کا ذہن بھول کر بھی تمہارے پاسپورٹوں کی طرف نہ جاتا۔''

''تم واقعی ڈان کے پکے نمک خوار ہو۔ اتنی دیر میں ڈھونڈ کر بہت دور کی کوڑی لائے ہو۔'' میں نے طنز سے کہا۔

''ماسٹر!'' وہ اپنے سینے پر بایاں ہاتھ مار کر بولا ''ہاں' میں اس کا پرانا نمک خوار ہوں۔ میں جس کا کھاتا ہوں' اسی کا گاتا ہوں۔ میں کوچی اور وانگ فیٹ کی طرح نمک حرام نہیں ہوں۔ وہ ڈان کے جوتوں کے نیچے پلے تھے۔ چھوٹا راجن نے زور پکڑا تو وہ ڈان کو پیٹھ دکھا کر اس سے مل گئے۔''

''کیا تم نے مجھے ہلٹن چھوڑ کر کھاؤ سان روڈ کے کسی گیسٹ ہاؤس میں منتقل ہونے کا مشورہ نہیں دیا تھا؟'' میں نے کوچی اور وانگ فیٹ کے ناموں میں کوئی دلچسپی لیے بغیر اس سے پوچھا۔

''دیا تھا۔'' اس نے اقرار کرتے ہوئے کہا ''لیکن ماسٹر! میرا مطلب تھا کہ تم رضامندی ظاہر کرو تو میں تمہارے لیے وہاں عمدہ بندوبست کر دوں۔ میں خوشی خوشی تمہارا سامان اپنے سر پر اٹھا کر وہاں لے جاتا۔ تم نے کسی پر بھروسا نہیں کیا۔ چپکے سے اپنا کوئی پروگرام بنا کر ہوٹل سے جانے کی تیاری کر لی۔ اگر میں تمہارا میزبان نہ بنا ہوتا اور ہوٹل والے بل بناتے ہی مجھے فون نہ کرتے تو تم نکل جاتے اور ہم تمہیں ڈھونڈتے رہ جاتے!''

''ڈھونڈنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ ہوٹل بدل جانے کے بعد بھی تم موبائل فون پر مجھ سے ہر وقت رابطہ کر سکتے تھے۔''

''یہ دو کوڑی کا شیطانی آلہ بہت کارآمد ہے۔ تم اسے کسی کوڑے دان میں پھینک کر جب چاہو اس سے اپنی جان چھڑا سکتے ہو۔''

''ڈان کو یہ شبہ ہو گیا تھا؟'' میں نے مصنوعی صدمے کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ڈان سے میری زیادہ بات نہیں ہوتی۔ میں آج بھی اسے پرانا ڈان سمجھتا ہوں۔ اس سے بحث نہیں کرتا۔ اس نے تمہارے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ اب بات سے بات نکل رہی ہے تو میں اپنی طرف سے تمہیں بتا رہا ہوں کہ کیا کیا ہونے کے امکان ہو سکتے تھے۔''

''چاؤ فان! تم بہت چالاکی سے اپنا دامن بچا کر ہر بات کہہ جاتے ہو اور میں خاموشی سے سن لیتا ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں عقل سے کورا ہوں۔ تمہاری ہر بات کی تہ

Downloaded from https://paksociety.com

تک پہنچ جاتا ہوں۔ اس وقت تم نے میری نیت پر شبے کا اظہار کیا ہے۔''

''نہیں ماسٹر' یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ میں ڈان کے حکم کے مطابق تمہارا بے دام غلام ہوں.....''

''تم بار بار یہ بات دہرا کر احسان نہ جتایا کرو۔'' میں نے ہلکی سی برہمی سے اس کی بات کاٹ دی ''میں تم سے برابری کا برتاؤ کرتا ہوں۔ ایک لمحے کے لیے بھی تمہارے ساتھ غلاموں والی بدسلوکی نہیں کی۔''

وہ ہولے سے ہنس پڑا ''ابھی میں سچ بات کہہ دوں گا تو تمہارا پارا چڑھ جائے گا!''

''تم مسلسل خیالی باتیں کررہے ہو۔ تمہاری زبان سے تھوڑا سا سچ سن کر مجھے خوشی ہوگی۔''

''ماسٹر! کل میں پینٹ ہونگ میں عیش کررہا تھا۔ وہ میرا اپنا وقت تھا۔ رات کو تنخواہ دار ملازم کی بھی چھٹی ہوتی ہے۔ تم نے حکم دیا اور میں سارے عیش وعشرت کو لات مار کر آ گیا۔''

''لات مارنے کی آواز میں نے بھی سنی تھی۔'' وہ تذکرہ آتے ہی میرا غصہ کافور ہوگیا۔ چاؤ فان کی اسی بے مثال سعادت مندی نے مجھے اپنے مشن کی کامیابی سے ہمکنار کیا تھا۔ وہ میری بات ٹال دیتا تو شاید سوبھراج کو اس کے کیفرِ کردار تک پہنچانا اتنا آسان نہ رہتا۔

میں نے اپنے لہجے میں کوئی نرمی پیدا کیے بغیر' سپاٹ آواز میں کہا ''میں نے تمہیں اپنے سر کی مالش کروانے کے لیے نہیں بلایا تھا۔ راجن کو مہمان کو گھیرنے کا نظریہ تم نے پیش کیا تھا۔ میں اس کو آگے بڑھانے کی کوشش کررہا تھا۔''

''دیکھو ماسٹر! میں کسی کی برائی بھلائی نہیں کررہا۔ یہ حقیقت ہے کہ چھوٹا راجن سے میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ ڈان سے اس کی پرانی دشمنی چل رہی ہے۔ پتا نہیں اس نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم ہزاروں میل دور سے اسے مارنے کے لیے آئے ہو۔ یہ تم تینوں کا آپس کا معاملہ ہے۔ مہمان کو پکڑنے کا نظریہ میں نے مشورے کے طور پر پیش کیا تھا۔ تمہیں اس میں جان نظر آئی اور تم چل پڑے۔ یہ فیصلہ تمہارا اپنا تھا۔''

''چلو' مان لیا!'' میں نے ہلکی سی ناگواری سے کہا ''سب کیا دھرا میرا تھا۔ یہ کہہ کر تم کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہو؟''

''تمہیں آ گیا غصہ!'' اس کی آواز میں شوخی اتر آئی ''میں بے چارہ کچھ بھی ثابت نہیں کرنا چاہ رہا۔ تمہاری باتوں کا جواب دے رہا ہوں۔ چھوڑو ماسٹر' ان باتوں کو۔ ان سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ بلاوجہ تلخیاں پیدا ہوں گی۔''

''گزری ہوئی باتوں کو تم کریدرہے ہو۔ مجھے صرف اس بات کی خلش ہے کہ ڈان نے ہم دونوں کے پاسپورٹ اپنے پاس کیوں رکھ لیے..... اب تم نے ایک نئی بات کہی ہے کہ ڈان کو شبہ ہوگیا تھا کہ ہم ہوٹل چھوڑ کر چپکے سے کہیں نکل جائیں گے۔''

''ماسٹر! تم ظلم کررہے ہو۔'' وہ اپنی ہی ران پیٹ کر احتجاجی انداز میں گویا ہوا ''میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے یہ نہیں کہا۔ جب مجھے ڈان کے دماغ میں چھپی ہوئی باتوں کا علم ہی نہیں ہے تو میں یہ بات کیسے کہہ سکتا ہوں۔ میں نے تو اپنی دانست میں ایک امکان ظاہر کیا تھا۔''

''ایک ہی بات ہے.....!'' میں نے بے پروائی سے اپنی بات جاری رکھنے کی کوشش کی لیکن چاؤ فان پھسل چکا تھا۔ اس نے میری بات کاٹ دی۔

''دونوں میں فرق ہے۔ شبہ ہوجانے اور شبہ ہونے کا امکان ہونے میں بہت فرق ہے۔ پہلے یہ بات صاف کرو۔ ڈان کو بھنک مل گئی کہ میں اس کے بارے میں تم سے بے سروپا باتیں کرتا ہوں تو وہ میری گردن توڑ دے گا۔''

''میں چاہتا ہوں کہ تم ڈان کو بتاؤ کہ تم نے مجھے ہوٹل سے کسی گیسٹ ہاؤس میں منتقل ہونے کا مشورہ دیا تھا اور میں پورے خلوص سے اس پر عمل کرنا چاہ رہا تھا۔'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا ''اگر ڈان کے ذہن میں میری طرف سے کوئی شک پیدا ہوچکا ہے تو اسے دور ہونا چاہیے۔ اس کا ذہن صاف ہوگا تو مجھے پاسپورٹ واپس مل جائیں گے۔''

''پاسپورٹوں کے بغیر میں تمہیں شہر کے کسی بھی اچھے گیسٹ ہاؤس میں جگہ دلا دوں گا۔ ان کے لیے تم اتنا فکرمند کیوں ہورہے ہو۔ تم چھوٹا راجن کو مارنے تک یہاں رکنا چاہتے ہو۔ ڈان نے بھی تم سے یہی وعدہ کیا ہے کہ اس کا قصہ تمام ہوتے ہی وہ پاسپورٹ تمہیں لوٹا دے گا۔ اطمینان سے اپنے کام میں لگے رہو!''

''یہ میری انا کا مسئلہ بن گیا ہے۔'' میں نے دل ہی دل میں چاؤ فان کے مفروضوں پر لعنت بھیجتے ہوئے کہا ''جب تک یہ حل نہیں ہوگا' میں ذہنی یکسوئی کے ساتھ راجن کے خلاف کوئی منصوبہ بندی نہیں کرسکوں گا۔''

''ماسٹر! اپنی اور ڈان کی انا کو لڑانے کی کوشش نہ کرو۔ وہ ہر اعتبار سے تم سے بڑا ہے۔ بڑے آدمیوں کے دل بھی بڑے ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ موتی محل میں دھماکے پر خوش ہوکر تمہارے پاسپورٹ تمہیں لوٹا دے۔ میں تم سے کوئی پکا وعدہ

Downloaded from https://paksociety.com

نہیں کرتا' یہ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی موقع مل گیا تو تمہاری طرف سے اس کا ذہن صاف کرنے کی کوشش ضرور کروں گا۔ میرے اور اس کے رتبے میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ وہ مجھ سے زیادہ بات نہیں کرتا۔''

میں نے چاؤفان کی باتوں کا جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

''تمہارا وہ جی دار دوست کون ہے جس نے موتی محل جیسے قلعے میں دراڑ ڈال دی۔ کیا مجھے اس نر سے نہیں ملواؤ گے؟'' چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد اس کی زبان پھر چل پڑی۔

''تمہارے دماغ میں نر اور مادہ کے سوا کچھ اور بھی ہے؟''

وہ ہنستے ہوئے بولا ''لو' یہ بھی غلط ہوگیا۔ وہ بہادر آدمی کون ہے؟ میں اس کے ہاتھ چومنا چاہتا ہوں۔''

''وہ ایک ملازم پیشہ اور شریف آدمی ہے۔ کسی بدمعاشی کے حوالے سے اپنی رونمائی پسند نہیں کرے گا۔'' میں نے اسے خشک لہجے میں جواب دیا۔ چاؤفان کو یہ بتانا ضروری نہیں تھا کہ موتی محل میں ہونے والے دھماکے کی خبر ملنے سے پہلے ڈان نے لوپ بوری میں راجن کی لینڈ کروزر کی موجودگی کا سراغ لگانے کی بنا پر اسد کو اپنے ساتھ لینے کی خواہش ظاہر کی تھی۔

''ماسٹر! تم بہت گہرے آدمی ہو!'' اس نے ایک لمبا سانس لینے کے بعد شکست خوردہ لہجے میں کہا ''تم کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ مجھے اپنے دھندوں سے روزانہ معقول آمدنی ہوتی ہے۔ مجھے کسی ٹیڑھے چکر میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن ڈان کی وجہ سے میں تمہارا دم چھلا بنا ہوا ہوں۔ بنکاک کا کوئی شریف اور بزدل آدمی تمہارے لیے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر موتی محل میں بم مار آیا۔ پتا نہیں تم کس سے کیا کام لے رہے ہو!''

''میرے بارے میں اتنا زیادہ نہ سوچو۔'' میں نے اسے نصیحت کی ''وقت ہر شخص کو بہت کچھ سکھا دیتا ہے۔ یہ یاد رکھنا کہ تمہیں ڈان سے کیا کہنا ہے۔''

''کیا کہنا ہے؟'' اس نے تحیر زدہ لہجے میں پوچھا۔

''کوئی جھوٹ نہیں بولنا' ایک حقیقت دہرانی ہے۔ اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تم نے مجھے ہلٹن ہوٹل چھوڑ کر کھاؤ سان روڈ کے کسی گیسٹ ہاؤس میں منتقل ہونے کا مشورہ دیا تھا۔'' اس کی یادداشت تازہ کرنے کے لیے مجھے اپنی کہی ہوئی بات کا اعادہ کرنا پڑا۔

''میں سمجھ گیا۔'' اس نے جلدی سے کہا ''تھوڑی دیر پہلے تم نے یہی ہدایت کی تھی تو بات میرے سر کے اوپر سے گزر گئی تھی۔ اب اندازہ ہو رہا ہے کہ تم ہوٹل چھوڑنے کی ذمے داری میرے سر ڈالنا چاہتے ہو۔''

''تمہارا اندازہ بالکل غلط ہے۔'' میں نے سختی سے کہا ''ہوٹل چھوڑنے کا فیصلہ میرا اپنا تھا۔ تم اس کے لیے ذمے دار کیسے ہو سکتے ہو۔ بس ڈان کو یہ علم ہو جانا چاہیے کہ میں نے اچانک ہوٹل بدلنے کا ارادہ نہیں کیا۔ اس بارے میں تم سے پہلے بھی بات ہو چکی تھی۔''

''یہ بات میں ڈان کو بتا دوں گا۔'' اس نے سر ہلا کر کہا ''یہ بتاؤ کہ اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

''کس بات کا؟'' میں نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں پوچھا۔

''ہوٹل بدلو گے یا وہیں رہو گے۔ میں پاسپورٹوں کے بغیر تمہیں کھڑے کھڑے کہیں بھی جگہ دلوا سکتا ہوں۔'' اس نے اپنی پیشکش دہرائی۔

''فی الحال گاڑی اسی طرح چلنے دو۔'' میں نے بے پروائی سے جواب دیا ''موڈ بنے گا تو میں تمہیں بتا دوں گا۔''

''جیسی تمہاری مرضی!'' میرے روکھے پھیکے جواب سے اسے مایوسی ہوئی اور اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''تم نے پاسپورٹ والے قصے کو اپنے دل پر لے لیا ہے۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ مجھے پتا ہے کہ ڈان سے تمہاری کیا باتیں ہوئی ہیں۔ وہ لوپ بوری میں تمہاری کارکردگی سے یقیناً بہت خوش ہوا ہوگا۔ وہ اپنے دشمن کا خون پی جانے کا مزاج رکھتا ہے۔ تم نے ساری باتیں چھوڑ کر اس ایک قصے کو پکڑا ہوا ہے۔''

''اس نے مجھے اپنی آنکھ کا تارا قرار دیا ہے۔'' میں نے اس کی شکایت پر قدرے بے زاری سے کہا ''لیکن آنکھ کے تارے پر بھروسا کیا جاتا ہے، اس کی تذلیل نہیں.....''

''بس، بس!'' اس نے میری بات درمیان سے اڑا دی ''قصہ ختم ہوگیا۔ تم نے اب تک اندازہ لگا لیا ہوگا کہ ڈان بہت سوچ سمجھ کر اور کم بولتا ہے۔ وہ بہت مشکل سے کسی کو عزت دیتا ہے اور پھر ہمیشہ اپنے فیصلے پر قائم رہتا ہے۔ اسے موتی محل میں دھماکے کی خبر ملے گی تو اس کی نظروں میں تمہاری توقیر اور زیادہ بڑھ جائے گی۔''

وہ اپنے موقف پر سختی سے قائم تھا اور میں اپنے پاسپورٹ چھن جانے کی وجہ سے سخت جھنجلاہٹ میں مبتلا ہو چکا تھا۔ اس کے ساتھ میں کتنا ہی سر کھپا لیتا، اسے اپنا ہم نوا نہیں بنا سکتا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

مجھے اس کے ذریعے ڈان کو جو پیغام پہنچانا تھا، وہ میں اس کے ذہن میں بخوبی ڈال چکا تھا۔ میں نے اکتائے ہوئے انداز میں اس سے واپسی کے بارے میں سوال کیا تو اس نے نہایت سعادت مندی سے بتایا کہ اس وقت وہ ہلٹن ہوٹل کی طرف واپسی کا سفر طے کر رہا تھا اور ہم چند منٹ میں وہاں پہنچنے والے تھے۔

میرے لیے وہ اطلاع اہم تھی۔ اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ میری طرح وہ بھی اس نتیجے پر پہنچ چکا تھا کہ سارا زور بیان صرف کر دینے کے باوجود وہ مجھے ڈان کی شان اور عظمت کے ترانے گانے پر مجبور نہیں کر سکے گا۔

''ماسٹر! تم بہت ضدی آدمی ہو!'' کچھ دیر کے سکوت کے بعد اس نے ایک گہرا سانس لے کر کہا ''جو بات تمہارے دماغ میں بیٹھ جائے، اسے نکالنا آسان نہیں ہے۔''

میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنی جگہ خاموش بیٹھا رہا۔

واپسی کے بارے میں اس کے بیان کی صداقت چند منٹ بعد سامنے آ گئی۔ راستے میرے لیے کچھ نامانوس سے تھے لیکن ہم ہوٹل کے پاس پہنچ گئے۔

''معلوم ہوتا ہے کہ تم مجھ سے بھی خفا ہو گئے ہو۔'' اس نے گاڑی روکتے ہوئے اداسی سے کہا۔

''خفا نہیں ہوں۔ مجھے حیرت ہے کہ ایک معمولی سی بات تمہارے دماغ میں نہیں آ رہی۔'' میں نے ہلکی سی ناراضی سے جواب دیا۔

''میں دعا کروں گا کہ ڈان تمہارے پاسپورٹ جلد ہی لوٹا دے۔''

''دعا کے ساتھ تمہیں ڈان سے کچھ کہنا بھی ہے۔''

''فکر نہ کرو۔ میں موقع ملتے ہی اسے بتا دوں گا کہ سارا قصور میرا ہے۔ میں نے ہوٹل بدلنے کی بات تمہارے دماغ میں ڈالی تھی۔''

میں نے گھور کر اس خبیث کی طرف دیکھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ اس کے ہونٹوں پر چڑانے والی ایک خفیف سی مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔ میں مزید کچھ کہے بغیر گاڑی سے اتر گیا۔

چاؤ فان سے رخصت ہو کر اپنے کمرے میں پہنچنے تک میرا ذہن ان معاملات میں الجھا رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں جلد از جلد بنکاک کیسے چھوڑ سکوں گا۔ کمرے میں پہنچتے ہی مجھے غزالہ کی مستفسرانہ نگاہوں کا سامنا کرنا پڑا۔

''تمہاری خوشی بے جا تھیں تھی۔'' میں نے جوتوں سمیت بستر پر ڈھیر ہو کر کہا ''موتی محل میں بم دھماکا میں نے کیا تھا۔''

وہ تیزی سے میرے پیروں سے جوتے اتارنے کے لیے بڑھی تھی۔ میرا جواب سن کر تحیر زدہ انداز میں اپنی جگہ پر ٹھٹک کر رک گئی۔

''کیا یہ الزام آپ کے سر ڈال دیا گیا ہے؟''

''الزام نہیں، کارنامہ کہو۔'' میں نے فکر و تشویش کو پس پشت ڈالتے ہوئے، مسکرا کر جواب دیا۔ ''میرا ابتدائی اندازہ غلط ثابت ہوا۔ چاؤ فان کا اس دھماکے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ سمجھ رہا ہے کہ یہ میرا کارنامہ ہے۔''

''ویری گڈ۔'' وہ خوش ہو کر بولی ''اس کا مطلب ہے کہ ستارے آپ کی یاوری کر رہے ہیں۔''

''ہاں..... کچھ ایسا ہی نظر آ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اب ڈان کی آنکھ کے تارے کی روشنی میں کچھ اضافہ ہو جائے۔''

''آپ کے اشارے کنایے میری سمجھ سے باہر ہیں۔ مجھے پوری کہانی سنائیں۔ ڈان سے ملاقات میں کیا ہوا؟ ابھی آپ نے کچھ بھی نہیں بتایا۔'' وہ میرے جوتے موزے اتارتے ہوئے بولی۔

''لمبی کہانی ہے۔ میں ابھی سناتا ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ جلال کیا کہہ رہا تھا۔''

''وہ بہت مضطرب تھا۔ معلوم ہو رہا تھا کہ اسے کہیں سے کوئی سن گن ملی ہے۔'' اس نے بتایا ''پوچھ رہا تھا کہ سوبھراج کا کیا بنا۔ آپ نے میری موجودگی میں اسد کو ہدایت کی تھی کہ سوبھراج کی موت کا راز کسی اور کو معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ اس میں اس کے افسران بالا بھی شامل تھے۔ میں انجان بن گئی۔ اس نے کہا تھا کہ آپ پہلی فرصت میں اس سے بات کر لیں۔''

''ابھی فرصت کہاں ہے۔'' میں نے اس کی پشت پر لہراتے ہوئے ریشمیں بالوں سے کھیلتے ہوئے کہا ''پہلے تمہاری بریفنگ ضروری ہے۔''

غزالہ نے پلٹ کر معنی خیز نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ پھر میرے بائیں پیر سے آخری موزہ اتار کر، مسہری کے سرہانے، میرے قریب آ بیٹھی۔

میری زندگی بہت کٹھن اور دشوار حالات میں گزر رہی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے چوک کا کوئی بھی لمحہ میری زندگی کا آخری لمحہ ثابت ہوگا۔ میں تنہا اور میرے دشمن بے شمار تھے۔ زندگی کے اس تپتے ہوئے، بے رحم صحرا میں، میرے لیے غزالہ کی ذات کسی پُر بہار نخلستان کی طرح تھی۔ اس کی ذات کا حیات آفرین سایہ ملتا تھا اور میرے پورے وجود میں طمانیت اور آسودگی کی لہریں سرایت کر جاتی تھیں۔

Downloaded from https://paksociety.com

ہم دونوں کافی دیر تک باتوں میں کھوئے رہے۔ میں نے اسے وہ ساری جستہ جستہ باتیں بتا ڈالیں جن سے وہ بے خبر تھی۔

''سوبھراج کے مارے جانے کے بعد، اب ہمارا یہاں رکنا بے سود ہے۔ میرا اندازہ ہے ڈان ہم دونوں کے پاسپورٹ آسانی سے واپس نہیں دے گا۔ ان حالات میں ہماری واپسی کی کیا صورت ہوگی؟'' اس نے فکرمندی سے پوچھا۔

''لوگوں کے پاسپورٹ گم بھی ہوجاتے ہیں۔'' میں نے کہا ''جلال سے بات کروں گا۔ اگر ہمارے پاسپورٹ باضابطہ تھے تو ہمارا مقامی سفارت خانہ گمشدگی کی شکایت پر ڈپلی کیٹ پاسپورٹ جاری کرسکتا ہے۔ ڈان کو کانوں کان پتا نہیں چلے گا۔''

وہ متبادل تجویز سن کر غزالہ کا چہرہ کھل اٹھا ''ایک دو دنوں میں یہ کام ہوجائے تو ہم خاموشی سے یہاں سے نکل سکتے ہیں۔ ڈان ہمارے پاسپورٹوں کو جا شارہ جائے گا۔ اب آپ جلال سے بات کرلیں وہ آپ کی کال کا انتظار کررہا ہوگا..... آپ نے اپنی مرضی سے خاصا وقت گزار لیا ہے۔'' آخری فقرہ ادا کرتے ہوئے وہ بستر سے اتر گئی۔

میری ذہنی اور جسمانی تکان دور ہوچکی تھی، وجود پر عجیب سی پرسرور کسل مندی سوار تھی۔ میں نے لمحہ بھر کے لیے غزالہ کے مشورے کی افادیت پر غور کیا اور اپنے کراچی والے موبائل فون پر جلال کا نمبر ملانے میں مصروف ہوگیا۔

دوسری گھنٹی پر جلال سے رابطہ قائم ہوگیا۔

''کیا خبریں ہیں..... تم کہاں غائب ہو؟'' رسمی مزاج پرسی کے بعد وہ فوراً ہی مطلب کی بات پر آگیا۔ فون پر وہ غیر ضروری باتیں کرکے وقت برباد کرنے کا عادی نہیں تھا۔

''وقت کسی نہ کسی مصروفیت میں گزر رہا ہے!'' میں نے گول مول سا جواب دیا۔

''سوبھراج کے بارے میں کیا خبریں ہیں؟'' اس نے براہِ راست سوال داغ دیا۔

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں یکا یک ایک کٹھن امتحان سے دوچار ہوگیا ہوں۔ کہنے کو میں نے اسد کو ہدایت دے دی تھی کہ وہ سوبھراج کی ہلاکت کا راز اپنی ذات تک محدود رکھے، اپنے بڑوں کو اس کی ہوا بھی نہ لگنے دے۔ جلال سے فون پر بات کرتے ہوئے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ کام اتنا آسان نہیں تھا۔

جلال سے میرا رشتہ اعتماد اور دوستی کا تھا۔ اپنی تمام تر مصلحتوں کے باوجود میں نے کبھی کھل کر اس سے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ سوبھراج کے بارے میں اس کا سوال دوٹوک تھا۔ میں اس سے کوئی جھوٹ بولتا تو وہ زیادہ دیر تک جلال سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ میرے جھوٹ کی پول کھلنے کے بعد میرے اور اس کے باہمی اعتماد میں جو دراڑ پڑتی، اس کا تصور ہی میرے لیے بہت تکلیف دہ تھا، میں اس سے سوبھراج کے انجام کے بارے میں سچ بولتا تو اسد کی پوزیشن مجروح ہوتی۔ جلال کو تاؤ آجاتا کہ اس کے آدمی نے اتنی اہم خبر اس سے پوشیدہ رکھی۔

تذبذب اور پریشانی کے وہ لمحات میری خاموشی میں گزر گئے۔ میں فیصلہ نہیں کرپا رہا تھا کہ جلال کو کیا جواب دوں۔

''کہاں کھو گئے.....؟ میں تمہارے جواب کا انتظار کررہا ہوں!'' جلال کو اصل صورتِ احوال کا کوئی ادراک نہیں تھا۔ اس کی آواز میں شوخی اتر آئی تھی۔

''سمجھ میں نہیں آرہا کہ تمہیں کیا جواب دوں۔ زمین اس ملعون کے گندے بوجھ سے آزاد ہوچکی ہے!'' میری سوچ بچار رائیگاں گئی، اعتماد کا رشتہ ہر مصلحت پر غالب آگیا اور سچ بے اختیار میری زبان پر آگیا۔

''گریٹ..... یہ بہت بڑی خبر ہے، مجھے بتاؤ کہ یہ کیسے ہوا'' غیر متوقع طور پر میری زبان سے وہ خبر سن کر جلال کی آواز فرطِ جذبات سے مغلوب ہوگئی۔

''یہاں سے ایک گھنٹے کی مسافت پر لوپ بوری نامی قصبہ ہے۔ اس کے نواحی جنگل میں بھیڑیوں نے اس کا ایک ایک ریشہ کھالیا۔''

''اوہ.....اوہ سوبھراج تھا!'' اس نے تحیر زدہ آواز میں میری بات کاٹ دی ''میں نے تھوڑی دیر پہلے تھائی لینڈ کے بارے میں ایک ویب سائٹ پر اس ہولناک واقعے کی خبر دیکھی ہے۔ اس میں مرنے والے کو نامعلوم شخص قرار دیا گیا ہے۔''

اس نے میری قطع کلامی کرکے مجھے حیران کردیا۔ لوپ بوری اتنا معروف قصبہ نہیں تھا کہ اس کے بارے میں کوئی خبر تیزی سے عالمی شہرت حاصل کرلے۔ جب اس نے ویب سائٹ کا ذکر کیا تو میری حیرت رفع ہوگئی۔

انٹرنیٹ کی سہولتوں نے پوری دنیا کو ایک کوزے میں سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔ دنیا کے گوشے گوشے کے بارے میں معلومات اور خبریں ہر وقت دستیاب رہتی ہیں۔ اخبارات سے بے شمار اداروں اور تنظیموں کی اپنی اپنی ویب سائٹس چوبیس گھنٹے ایک ہلکی سی کلک کی رسائی میں رہتی ہیں جن پر تازہ

Downloaded from https://paksociety.com

ترین اہم اور عجیب وغریب خبریں اور تصاویر موجود ہوتی ہیں۔

لوپ بوری میں وہ ہولناک واقعہ پیش آئے ہوئے کم و بیش چودہ گھنٹے گزر چکے تھے۔ سوبھراج کی ہلاکت اس اعتبار سے اپنی نوعیت کا عجیب واقعہ تھا کہ خونی درندوں کے غول نے ایک انسان کی ہڈیوں کو جوڑ جوڑ سے الگ کر کے اس طرح چاٹ لیا تھا کہ مرنے والے کی شناخت کا کوئی فوری امکان باقی نہیں رہا تھا۔ یہ بات قرین قیاس تھی کہ تھائی لینڈ کی کسی خبری ویب سائٹس پر اس واقعے کو نمایاں جگہ دی گئی ہو۔

ان دنوں میں تھائی لینڈ میں تھا۔ میں نے وہ سفر جلال کے ایما پر کیا تھا۔ بعد میں میرے بدترین حریف نے عافیت کی امید میں اسی طرف کا رخ کیا جلال کو توقع تھی کہ کسی بھی مرحلے پر میرا اور اس کا خوفناک ٹکراؤ ہوسکتا ہے۔ حالات کی روش سے باخبر رہنے کے لیے اگر وہ تھائی لینڈ کے بارے میں کسی ویب سائٹ پر توجہ دے رہا تھا تو اس میں کوئی حیران کن بات نہیں تھی۔ گولڈن ڈریگن کے ایک محافظ کے قتل اور راجن کے کئی اڈوں میں بموں کے دھماکوں کے بعد پیدا ہونے والے مقامی حالات کے بارے میں اس کا تجسس فطری تھا۔ اس بارے میں تازہ ترین خبریں اسے انٹرنیٹ پر کسی ویب سائٹ سے ہی مل سکتی تھیں۔

''وہ سوبھراج ہی تھا!'' اس کی حیرت دور کرنے کے لیے میں نے کہا ''تھوڑی دیر پہلے پتا چلا ہے کہ راجن نے بچی کھچی ہڈیوں کے ڈھیر کو نرائن پرشاد شرما کا نام دیا ہے۔''

''وہ کہہ رہا ہے تو اسی کی بات درست ہوگی۔ یہ بتاؤ کہ مرنے والے کا اس سے کیا تعلق نکل آیا؟''

''لمبی کہانی ہے وہ تعلق سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔'' میں نے جواب دیا ''اس کا ڈرائیور ایک مہمان کو لے کر لوپ بوری کے ریسٹ ہاؤس میں گیا تھا۔ ریسٹ ہاؤس کے برآمدے میں ڈرائیور کو گولی مار کر ہلاک کردیا گیا' مہمان غائب ہے۔'' اسے میں نے اپنی آنکھوں سے مرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

''اوہ.....! ویب سائٹ پر یہ ساری تفصیل نہیں تھی۔'' اس کی آواز تحیر زدہ تھی ''میرے لیے یہ سب حیرت انگیز ہے مجھے اندازہ نہیں تھا وہاں جا کر تمہاری رفتار میں زیادہ تیزی آجائے گی۔ مجھے افسوس ہے کہ اسد نے ابھی تک اس بارے میں کوئی رپورٹ نہیں بھیجی۔ کیا تم نے اسے الگ تھلگ کردیا ہے؟''

''وہ میرے لیے زبردست مددگار ثابت ہوا ہے۔'' میں نے اسے بتایا ''اسی نے کھوج لگایا کہ سوبھراج کو لے جانے والی گاڑی لوپ بوری میں موجود ہے اور ہم وہاں پہنچ گئے۔ وہ ہر بات سے پوری طرح باخبر ہے۔ میں نے اسے منع کردیا تھا کہ وہ سوبھراج کی موت کی رپورٹ کسی کو نہ دے۔ یہ راز فاش ہوا تو ملک کے لیے مسائل کھڑے ہوجائیں گے۔''

''اور وہ تمہاری ہدایت پر عمل کررہا ہے۔'' جلال کی آواز سے یک بیک غصے کا عنصر چھلکنے لگا ''یہ محکمہ جاتی ڈسپلن کی بدترین خلاف ورزی ہے۔ میں اسے.....!''

''اتنا غصہ نہ کرو۔'' میں نے اسے آگے بولنے سے روک دیا ''یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر اور پوری نیک نیتی سے کیا گیا تھا۔ تم نے اس سے ملامت کا ایک لفظ بھی کہا تو اس کی نظروں میں میری ساکھ ختم ہوجائے گی۔''

''علی! وہ ایک حلف بردار سرکاری ملازم ہے۔'' جلال کے لہجے کی تلخی دور نہ ہوسکی۔ وہ کہہ رہا تھا ''اس کے لیے فرائض منصبی سب سے پہلے اہمیت رکھتے ہیں۔ تم بہت اہم اور قابل احترام ہستی ہو لیکن ہمارے نیٹ ورک سے باہر کے آدمی ہو۔ میں حیران ہوں کہ اس جیسے سینئر اور سمجھ دار افسر نے یہ نکتہ کیسے نظر انداز کردیا۔ اسے ہر حال میں اس واقعے کی رپورٹ فیکس کرنی چاہیے تھی۔''

''جب بات ملکی مفاد کی ہو تو دوسری چیزیں پس پشت چلی جاتی ہیں۔'' جلال کے پرزور استدلال پر میں نے بھی سختی اختیار کرلی۔

''اس میں ملکی مفاد کہاں سے آگیا.....؟'' جلال نے ترکی بہ ترکی کہا ''تم نے اسے روک دیا' اس نے تمہاری ہدایت مان کر سوبھراج کے بارے میں خاموشی اختیار کرلی۔ ایک گھنٹے پہلے اس نے آج کی آخری رپورٹ فیکس کی ہے۔ اس میں سوبھراج تو درکنار' لوپ بوری کے واقعے کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ اصل بات تم سے معلوم ہوئی ہے.....نہیں علی' یہ قاعدے کی سنگین خلاف ورزی ہے۔ میں اسے معاف نہیں کروں گا۔''

''اسے اپنی انا کا مسئلہ نہ بناؤ۔'' میں نے گمبھیر لہجے میں کہا ''اگر کوئی قصور سرزد ہوا ہے تو وہ میرا ہے۔ تمہارے کہنے کے مطابق میں تمہارے نیٹ ورک سے باہر کا آدمی ہوں۔ میرے اوپر تم اپنے محکمے کے قاعدے اور قانون لاگو نہیں کرسکتے۔''

''تم غلط سمجھ رہے ہو۔'' یکا یک اس کا لہجہ دھیما ہوا ''اپنے دفتری فرائض کی بجاآوری میں' میں اپنی انا کو بالائے طاق رکھ دیتا ہوں' تم یقین کرو کہ یہ میری انا کا معاملہ نہیں' ڈسپلن کی خلاف ورزی کا بالکل صاف اور سیدھا واقعہ ہے۔

Downloaded from https://paksociety.com

اس کے بارے میں مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں اپنے دل کی گہرائیوں سے تم دونوں کی اعلیٰ کارکردگی کا معترف ہوں لیکن اصول ہر حال میں اٹل ہوتے ہیں۔ ان سے انحراف نہیں کیا جا سکتا۔''

''تم ضد کر رہے ہو.....'' میں نے کہنا چاہا مگر اس نے میری بات کاٹ دی۔

''یہ ضد نہیں' ایک سیدھی سی بات ہے جو تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی۔'' وہ بولا ''مجھے یہ بتاؤ کہ اس بات کا صیغہ راز میں رہنا اتنا ہی ضروری تھا تو تم نے اس کا ذکر کیوں کیا.....؟ کیا یہ عجیب تضاد نہیں ہے کہ تم نے جس کام سے اسد کو روک دیا' خود وہی کام کر گزرے ہو!''

میں لمحہ بھر کے لیے چکرا گیا۔ جلال نے مروت کی راہ چھوڑ کر بہت چبھتا ہوا سوال کر ڈالا تھا۔ وہ لمحہ گزرتے ہی میری زبان چل پڑی ''اب تم نے ڈھنگ کا سوال کیا ہے' میں نے جو کچھ کہا وہ تمہاری ذات تک محدود رہے گا۔ مجھے امید ہے کہ تم کسی اور سے اس کا ذکر نہیں کرو گے' اپنے ایک اہم مخبر کی فراہم کی ہوئی اطلاع سمجھ کر پی جاؤ گے۔ یہی بات اسد کے قلم سے کاغذ پر منتقل ہوتی تو نہ جانے کتنے ہاتھوں سے گزرتی ہوئی تم تک پہنچتی۔ آئی بی تمہاری ذات تک محدود نہیں ہے وہ ایک منظم اور بڑا ادارہ ہے۔ مجھے اس کی تنظیم' حب الوطنی اور ساکھ پر ذرا بھی شبہ نہیں ہے۔ اسد کا فیکس تمہارے آپریٹر یا کسی ماتحت کے پاس آتا اور کسی نہ کسی دفتری چینل سے گزر کر تمہاری میز تک پہنچتا۔ میں اسے خطرناک سمجھ رہا تھا۔ کالی بھیڑوں کا ذکر چھوڑ دو تب بھی یہ خطرہ میرے سر پر منڈلاتا رہتا کہ سوبھراج جیسے بڑے غدار کی عبرت ناک موت کی رپورٹ پڑھ کر تمہارا کوئی بھی ماتحت جوش میں آ کر اپنی زبان کھول سکتا تھا۔ زبان سے نکلی بات پرائی ہو جاتی ہے۔ میں نے ان خدشات کی وجہ سے سرکاری رپورٹ رکوانے کی کوشش کی ہے' ذاتی طور پر تمہیں ہر بات بتا دی ہے۔''

''تمہاری یہ بات کسی حد تک درست ہے۔'' جلال کی آواز مضمحل ہو گئی ''اوور سیز اسٹاف براہِ راست مجھ کو جواب دہ نہیں ہے۔ رپورٹ اس شعبے سے گزر کر میرے پاس آتی کیونکہ سوبھراج ہیڈ کوارٹرز کو مطلوب ہے اور یہاں میں اس کے کیس پر مامور ہوں۔''

''تمہارے بتائے بغیر مجھے اندازہ تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔ اداروں اور محکموں میں کام لوگوں میں بٹے ہوئے ہوتے ہیں اور ہر ایک اپنی صوابدید کے مطابق ترجیحات مقرر کرتا ہے۔'' میں نے اسی کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا ''ضروری نہیں کہ سوبھراج کے بارے میں دوسرے افسروں کی سوچ تم سے ملتی جلتی ہو۔ سب دیانت دار ہوتے ہیں۔ ایک قانون پر چلتے ہیں مگر اس کی تاویل ہر ایک کے لیے مختلف ہو سکتی ہے۔''

''تمہاری خواہش ہے کہ سوبھراج مر جانے کے باوجود زندہ رہے!'' جلال کی پُرخیال آواز ابھری۔

''میرا خیال ہے کہ اسی میں ہم سب کا مفاد پوشیدہ ہے۔''

''تمہارا فیصلہ درست تھا۔'' میری مزید کسی وضاحت کے بغیر پوری بات اس کے ذہن میں آ گئی ''اس وقت پاکستانی اخبارات وغیرہ میں سوبھراج کے بارے میں غلغلہ ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ اس وقت وہ ہمارا سب سے زیادہ مطلوب ملزم ہے۔ وہ دنیا میں کہیں مارا جاتا' الزام ہمارے سر آتا' دنیا کہتی کہ پاکستانی ایجنٹ اس کا پیچھا کر رہے تھے۔ انہوں نے آخر کار اسے ٹھکانے لگا دیا۔''

''اب چاہو تو اسد کو معطل کر دو!'' میں نے ہنس کر کہا ''سوبھراج کا نام کھل جاتا تو اس کی پوزیشن سب سے زیادہ مشکوک ہو جاتی۔ ہم لوپ بوری کی طرف گئے تو وہ بے چارہ بنکاک میں اپنی موجودگی کے دو چار گواہ پیدا کرنے کے لیے لوگوں کو اپنی گرہ سے شراب پلا رہا تھا۔''

''کیا اسد تمہارے ساتھ نہیں تھا؟'' جلال نے چونک کر سوال کیا۔

''وہ تمہارے ڈسپلن پر سختی سے عمل کرتا ہے۔ جس ملک میں بیٹھا ہوا ہے' اس کے قانون کا پورا پورا احترام کرتا ہے۔''

''اسے یہ نہ بتانا کہ سوبھراج کے بارے میں میری اور تمہاری بات ہو چکی ہے۔''

''تم بے فکر رہو میں ان باریکیوں کو سمجھتا ہوں۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر اسے یقین دلایا۔ ''تمہاری ساکھ پر حرف نہیں آنے دوں گا۔''

''دراصل تم وہاں موجود ہو' پل پل کے حالات و واقعات پر تمہاری گہری نظر ہے۔ تمہارے فیصلے درست ہیں' میں پورے پس منظر کو جانے بغیر صحیح نتیجہ اخذ نہیں کر سکتا۔'' اس نے کہا ''راجن نے مرنے والے کا اصل نام چھپا کر ہم سب پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ہم بہت سی دشواریوں سے بچ گئے ہیں۔ تم کو یقین ہے نا کہ وہ سوبھراج ہی تھا؟''

''بالکل اسی طرح جیسے تمہارے جلال ہونے کے بارے میں یقین ہے' تمہیں بہت دیر سے اس تائید کا خیال آیا!''

''میرے لیے یہ سب ناقابلِ یقین ہے۔ مجھے توقع نہیں

Downloaded from https://paksociety.com

تھی کہ تم اتنی آسانی سے اسے زیر کرلو گے۔''

''اس نے مجھے بہت دوڑایا ہے۔ اس بار نکل جاتا تو دوبارہ اس کا پھنسنا بہت مشکل تھا۔''

''وہ زندہ ہاتھ آجاتا تو یہاں ایک طوفان کھڑا ہوجاتا۔ نہ جانے وہ اپنی سیاسی برادری کے کن کن لوگوں کو بے نقاب کرتا۔ اب اس کے پالے ہوئے لوگ اس کی واپسی کے انتظار میں دبکے بیٹھے رہیں گے۔ ہمیں ایک ایک کرکے انہیں ڈھونڈنا ہوگا۔''

''یہ محنت ناگزیر ہے' میرا خیال ہے کہ اس کا نام ظاہر نہ ہونے سے ایک بہت بڑا بحران ٹل گیا۔''

یہ بھی ہوسکتا تھا کہ اس کی ٹولی کے سیاسی بدمعاش یا بدمعاش سیاست داں اسے عدالت میں پیش ہونے سے پہلے مروا دیتے۔ اقتدار کے کھیل میں سب اپنی اپنی بازی کھیلتے ہیں۔ براوقت آجائے تو کوئی کسی کی پروا نہیں کرتا۔ دوسروں کو روند کر خود نکل جانے کے چکر میں لگا رہتا ہے۔ یہ ہمارے لیے غیبی تائید ثابت ہوسکتی ہے۔''

''میں تمہاری ہر بات سے متفق ہوں مگر یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ راجن نے سوبھراج کو مرنے کے بعد نرائن پرشاد شرما کا نام کیوں دیا۔''

''میرا خیال ہے کہ سوبھراج سے اس کی پرانی دوستی ہے۔ وہ اس کے ہر راز سے واقف ہے۔ اسے معلوم تھا کہ وہ ایف بی آئی کے ایک غدار کو موت سے بچا رہا ہے۔ اس نے امریکیوں سے جھوٹ تو بول دیا کہ اس نے سوبھراج کو اپنے پاس پناہ نہیں دی' بعد میں اس کے لیے مزید جھوٹ بولنے کے سوا کوئی راستہ نہیں بچا۔ لاش کی شناخت کا امکان نہ ہونے کی بنا پر اس نے نرائن کا فرضی نام لے کر خود کو بچالیا۔ یہ بات اہم ہے کہ لاش کی ناکافی باقیات سامنے آنے تک راجن پولیس کے سامنے نہیں آیا۔''

''اسے بھی دیکھو۔ مجھے شبہ ہورہا ہے کہ راجن بھی ایف بی آئی کے ہاتھوں بکا ہوا ہے۔'' جلال کی پرخیال آواز آئی

''اس نے اپنے عبرت ناک انجام سے خوف زدہ ہوکر یہ جھوٹ بولا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ امریکی ایجنٹوں کو یہ بھنک مل گئی کہ اس نے سوبھراج کو اپنے پاس پناہ دی ہوئی تھی تو وہ اسے بھی غدار قرار دے کر مار ڈالیں گے۔''

''اب تم بھی ڈان کی بولی بول رہے ہو!'' میں نے احتجاج کیا ''اسے سوبھراج کے نام کی ہوا بھی نہیں لگی اور میں نے اپنا کام مکمل کرلیا۔ اب وہ چاہتا ہے کہ میں راجن کو بھی اسی انجام کو پہنچادوں جو اس کے مہمان کا مقدر بنا ہے۔''

میں نے جلال کے تجزیے پر کوئی تبصرہ نہیں کیا لیکن دل ہی دل میں اس کی ذہانت کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔

میں سمجھ رہا تھا کہ راجن نے امریکیوں سے بولے ہوئے ایک جھوٹ کی پردہ داری کے لیے دوسرا اور اہم ترین جھوٹ بولا ہے لیکن بات صرف اتنی نہیں تھی۔ یقینی طور پر راجن امریکی ایجنٹ تھا۔ دنیا پر اپنی حکمرانی کا خواب دیکھنے والوں نے پاکستان میں سیاست کے نام پر سوبھراج جیسے بدکردار غنڈے کو پروان چڑھایا تھا۔ ماضی کا وہ منشیات فروش گندے دھندوں اور تاریک گلیوں سے نکل کر پراسرار اور حیرت ناک تیزی سے اپنا سیاسی قد کاٹھ نکال کر اقتدار کے ایوان میں ایک ممتاز مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

شاید امریکیوں نے اسی طرز پر تھائی لینڈ میں راجن کی پرورش کی تھی۔ وہ ہر معاشرے میں کمزور مہروں کی پشت پناہی کرنے کی پالیسی پر گامزن تھے۔ تاکہ طاقت و رتبہ حاصل کرنے کے بعد بھی وہ اپنے سفید فام آقاؤں سے منحرف نہ ہوسکیں۔ انہوں نے راجن کو بھارت سے درآمد کرکے بنکاک میں پالنا شروع کردیا تھا۔ مجھے شبہ ہورہا تھا کہ ڈان برنارڈ کی گوشہ نشینی میں بھی کوئی سازش کارفرما رہی ہوگی۔ وہ راجن کے مقابلے میں آسانی سے پسپا ہونے والی اسامی نہیں تھا۔ یقینی طور پر اس کی نوخیز بیوی کو لالچ یا دباؤ کے ذریعے ورغلا کر' سرعام ڈان برنارڈ کی بے عزتی کرنے پر اکسایا گیا تھا۔

لڑکی کے ہاتھوں' سربازار جوتے کھاتے ہی ڈان گوشہ نشین ہوگیا اور راجن کو بنکاک میں اپنی زیرزمین سلطنت قائم کرنے کے لیے کھلا میدان مل گیا۔ طاقت پکڑنے کے بعد وہ اپنے آقاؤں کے لیے زیادہ کارآمد ثابت ہوسکتا تھا۔

''کیا تم اسے چھوڑ دینا چاہتے ہو؟'' جلال کی تحیر زدہ آواز ابھری۔

''میں خدائی فوج دار نہیں ہوں۔ دنیا بھر میں ان جیسے ہزاروں امریکی ایجنٹ کام کررہے ہوں گے۔ میں کس کس کو دیکھوں گا۔ راجن' ڈان اور تھائی حکومت کا مسئلہ ہے۔ میں اس میں اپنی ٹانگ نہیں اڑانا چاہتا۔''

''تم نے اپنا کام پورا کرلیا ہے۔ خاموشی سے وہاں سے نکل جاؤ۔'' میرے جواب سے میرے تیوروں کا اندازہ کرکے جلال نے نرمی سے مشورہ دیا۔

''یہی تو مشکل ہے۔ ڈان نے میرا ارادہ بھانپ کر ہم دونوں کے پاسپورٹ اپنے قبضے میں لے لیے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ راجن کا کام تمام ہونے کے بعد وہ پاسپورٹ لوٹا دے گا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''یہ کیا کہہ رہے ہو..... تم دونوں کے پاسپورٹ بہت قیمتی ہیں۔''

''سمجھ لو کہ وہ گم ہوگئے ہیں۔ کیا ان کے ڈپلی کیٹ مل جائیں گے؟''

''یہ کام اسد دو گھنٹے میں کرا دے گا۔'' جلال کی آواز میں تشویش ہوگئی ''ان پاسپورٹوں پر تم صرف پاکستان واپس آسکو گے۔ تمہارے اصل پاسپورٹوں پر دنیا کے ہر قابلِ ذکر ملک کے سفر کے ویزے لگے ہوئے تھے۔''

''ڈان نے مجھے چالاکی دکھانے کی کوشش کی ہے۔ میں اسے چونا لگانا چاہتا ہوں۔ اسد کی مدد سے پاسپورٹ حاصل کرتے ہی میں کراچی لوٹ آؤں گا۔''

''فی الحال یہ مناسب نہیں ہوگا۔'' جلال کے جواب سے مجھے ذہنی جھٹکا لگا۔ وہ کہہ رہا تھا ''تم بھول رہے ہو کہ تم کو یہاں سے کسی مشن پر بنکاک نہیں بھیجا گیا تھا۔ یہاں پیدا ہوجانے والے نامساعد حالات کی وجہ سے تم کو منظر سے ہٹ جانے کا مشورہ دیا گیا تھا۔ یہ تمہاری خوش نصیبی ہے کہ اس دوران میں سوبھراج کا قصہ نمٹ گیا۔ تم کو مزید کچھ دن یہاں سے دور رہنا ہوگا۔''

''کھل کر بتاؤ..... کیا مجھے جلاوطن کر دیا گیا ہے؟'' میرا لہجہ یکا یک تلخ ہوگیا۔

''تم بلاوجہ بھڑک جاتے ہو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم جب چاہو یہاں واپس آسکتے ہو۔ تم کو پورا تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ تم کو معلوم ہے کہ امریکی کتنے حساس ہوتے ہیں۔ تمہارے نام پر پکڑے جانے والے دونوں آدمیوں کو وہ پوچھ گچھ کے لیے اپنی تحویل میں لینے کے لیے زور لگا رہے ہیں۔ اپنے طور پر انہوں نے کوششیں تیز کر دی ہیں۔ سننے میں آیا ہے دفاتر اور گھروں میں سیکیورٹی فراہم کرنے والی ایک امریکی کمپنی کے آلات تمہارا سراغ لگانے کے لیے استعمال کیے جا رہے ہیں۔''

میرے لیے آخری خبر حیران کن تھی ''کیا اس کمپنی کا لائسنس معطل نہیں کیا جاسکتا؟''

''ثبوت کے بغیر ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جاسکتی۔ وہ برائے نام ماہانہ کرایے پر لوگوں کو سیکیورٹی فراہم کر رہے ہیں۔ اس کے لیے وہ دفاتر اور گھروں میں اپنے جدید ترین اور قیمتی آلات نصب کرتے ہیں جن کا مکمل کنٹرول ان کے قبضے میں ہے۔ وہاں تک رسائی ناممکن ہے۔''

''تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ وہ سیکیورٹی کے نام پر ہزاروں اہم اور باحیثیت پاکستانیوں کے گھروں میں گھس چکے ہیں۔''

''میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہ رہا۔'' جلال نے محتاط رہ کر جواب دیا ''میں نے تم کو حقیقت بتا دی ہے۔ اس وقت تمہارا لوٹنا مناسب نہیں ہے۔''

''پانی سر سے اونچا ہونے سے پہلے اس کمپنی کو اپنا کاروبار پھیلانے سے روک دینا چاہیے۔'' میں نے اس کے مشورے کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا ''یہ لوگ اپنے گاہکوں کو دھوکا دے کر ان کے گھروں کی جاسوسی کر رہے ہیں۔ یہ لوگوں کی پرائیویسی پر ڈاکا ہے۔''

''جب تک ٹھوس شواہد موجود نہ ہو ان کے خلاف کچھ نہیں ہوسکتا۔'' جلال کا جواب بہت دوٹوک تھا۔ ''شکوک وشبہات کی بنا پر کوئی چھیڑ چھاڑ کی گئی تو بات بہت بگڑ جائے گی۔ اس معاملے کو پاکستان میں غیرملکی سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی کا نام دے دیا جائے گا۔ میں ان سب امکانات پر غور کر چکا ہوں..... فی الحال ہمیں خاموش رہنا ہوگا۔''

''میرے نام پر پکڑے گئے دونوں بدنصیبوں کا کیا بنے گا؟'' میں نے بے چینی سے سوال کیا۔

''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ نادانستہ دو افراد کو پکڑا گیا ہے تاکہ وہ لوگ تذبذب میں مبتلا رہیں انہیں غیرانسانی سلوک سے بچائے رکھنے کی کوششیں جاری ہیں۔ میں تمہیں یہ بھی بتا چکا ہوں کہ وہ دونوں بے گناہ نہیں ہیں، ان کے دامن بہت داغ دار ہیں۔''

''ان پر الزامات ہیں تو انہیں عدالت میں لے جاؤ، قربانی کا بکرا کیوں بنا رہے ہو؟''

''کبھی کبھی ایسا بھی کرنا پڑتا ہے۔ ان کو سزا دلوانا پولیس کا کام ہے۔ میرا محکمہ اپنی حد سے تجاوز کر کے ایسے مقامی معاملات میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔''

''یہ تمہارے معاملات ہیں انہیں تم مجھ سے زیادہ سمجھتے ہو..... تمہارا کہنا ہے کہ ڈپلی کیٹ پاسپورٹ بنوا کر میں صرف پاکستان واپسی کا سفر کر سکتا ہوں جو میرے لیے مناسب نہیں ہے لہٰذا مجھے ڈان سے اپنے پاسپورٹ ملنے کا انتظار کرنا چاہیے۔ اس دوران میں مجھے راجن کو دیکھنا چاہیے!'' میں نے قدرے خشک لہجے میں اس سے تصدیق چاہی۔

''طنز کر رہے ہو؟'' جلال کی آواز میں افسردگی نمایاں تھی۔

''طنز و تضحیک عورتوں کے مشاغل ہیں میں نے کام کی باتوں کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے تاکہ کسی غلط فہمی کی گنجائش باقی نہ رہے!''

''ہاں۔ کم وبیش میرا یہی مشورہ ہے۔ ضروری نہیں کہ تم اسے قبول کرو۔''

Downloaded from https://paksociety.com

میرے وجود میں تلخی کی ایک لہر تیر گئی۔ مجھے حیرت ناک انداز میں اپنے کاموں میں سرخ روئی حاصل ہو رہی تھی۔ ایک ایک کر کے سب مراحل خوشی اسلوبی سے پایہ تکمیل کو پہنچ چکے تھے لیکن افراد سے تعلقات کے سلسلے میں اس دن شاید میرے ستارے میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے پہلے ڈان سے بدمزگی ہوئی، اس کے بعد چاؤ فان سے منہ ماری کی نوبت آ گئی اور اس وقت جلال کے ساتھ کچھ تلخی پیدا ہو گئی تھی۔

ایک وقت میں وہ سب غلط نہیں ہو سکتے تھے۔ یقینی طور پر میری دماغی رو میں کوئی خلل واقع ہو چکا تھا جس کے زیر اثر میں ہر بات کا منفی پہلو دیکھ رہا تھا۔

میں نے مصنوعی ہنسی ہنستے ہوئے فون پر کہا۔ ''اب مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ میرے گنے چنے دوستوں کی فہرست میں تمہارا نام سب سے اوپر ہے، تم میرے ہمدرد اور خیر خواہ ہو تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے مشوروں کو ہدایت کا درجہ دیتا ہوں۔''

''اللہ کا شکر ہے کہ تمہیں یہ باتیں یاد آ گئیں!'' ایک گہرے سانس کے ساتھ اس کی آواز آئی۔

''اب سے چند لمحے پہلے مجھے تمہارا لب ولہجہ اجنبی سا لگ رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے جب اسد کے بارے میں بات ہو رہی تھی تو تم نے پتے کی ایک بات کہی تھی کہ اپنے محکمے میں صرف میں نہیں ہوں۔ یہ ایک منظم اور بڑا ادارہ ہے میں اسی بڑی مشین کا ایک پرزہ ہوں۔ مجھے اس مشین کے ساتھ چلنا پڑتا ہے کوئی پرزہ اس چال سے ہٹ کر اپنی چال چلنے کی کوشش کرے تو ٹوٹ پھوٹ شروع ہو جاتی ہے.....''

''اب ان باتوں کو نہ دہراؤ'' میں نے دوستانہ لہجے میں اس کی بات کاٹ دی۔ ''مجھے ان مجبوریوں کا اندازہ ہے، پالیسی سے انحراف کرنا تمہارے بس سے باہر ہے کبھی کبھی میرے دل میں غبار سا اٹھتا ہے اور میں اسے تمہارے اوپر نکال لیتا ہوں۔ تم میری نیت اور ارادوں کے گہرے رازداں ہو۔ نیک نیتی اور بے لوثی کے باوجود رکاوٹیں کھڑی ہونے لگیں تو تم خود اندازہ لگا سکتے ہو... کہ میرے دل پر کیا گزرتی ہوگی۔''

''مجھے ہر بات کا اندازہ ہے۔'' جلال کی آواز سے درد مندی جھلک رہی تھی۔ ''میں مجبور ہو کر تمہیں کوئی ناگوار پیغام یا مشورہ دیتا ہوں۔ اس میں تمہاری بھلائی مضمر ہوتی ہے۔''

''میرے دل میں ایک پھانس چبھی رہ گئی ہے۔'' میں نے قدرے خاموشی کے بعد کہا۔ ''مجھے اس سے بات کرنے کا موقع مل جاتا تو یہ پھانس بھی نکل جاتی۔''

''کس پھانس کا ذکر کر رہے ہو؟'' جلال کی آواز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ میری بات سن کر چونک گیا تھا۔

''گرین کو برا کا پتا نہیں چل سکا۔'' میں نے کہا۔ ''یہی راز وہ اپنے سینے میں لے گیا۔''

''مجھے یقین ہے کہ اس نے گرین کو برا فائل کے بارے میں تم سے جھوٹ بولا تھا۔'' جلال نے شاید میری دل جوئی کے لیے کہا۔ ''پارک ٹاور کے فوڈ کورٹ میں وہ تمہارے جال میں پوری طرح پھنس چکا تھا۔ اسے اپنا انجام نظر آ رہا تھا۔ اس جھوٹ کے سہارے وہ تمہیں چکما دے کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔''

''تم نے تصدیق کی ہے کہ اس نے مکاری سے وہ فائل اپنے قبضے میں لے لی تھی۔''

''ہاں، یہ تلخ حقیقت ہے مگر مجھے امید ہے کہ وہ فائل راج محل کے ساتھ جل کر راکھ ہو گئی ہوگی۔ وہ افراتفری کے عالم میں وہاں سے بھاگا تھا۔ اس کے پاس اتنی مہلت نہیں تھی کہ وہ گرین کو برا وہاں سے اپنے ساتھ لے جا سکا ہوگا''

''آنے والا وقت بتائے گا کہ اس فائل کا کیا انجام ہوا۔''

''میں کہہ رہا ہوں کہ اسے بھول جاؤ۔ اب اس کی نقلیں ہی اصل ہیں اور وہ ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ اصل نکتہ یہ ہے کہ ہم انڈین پلان سے پوری طرح واقف ہو چکے ہیں۔''

جلال کی دلیل میں وزن تھا۔ ہمیں اس فائل کو چاٹنا نہیں تھا۔ ساری اہمیت اس کے مندرجات کی تھی وہ متعلقہ پاکستانی حکام کے پاس موجود تھے۔ اگر سوبھراج نے وہ فائل کسی کو دے دی بھی تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ بھارتی حکام اس فائل کے خالق تھے۔ وہ سارا نقشہ ان کے ذہنوں میں محفوظ تھا، امریکی ان کے گہرے دوست تھے وہ دلچسپی لیتے تو کسی بھی وقت بھارت سے فائل کی نقل لے سکتے تھے۔

سوبھراج کی زبان سے اچانک گرین کو برا فائل کا ذکر سن کر میں بوکھلا گیا تھا اور اضطراری ردِعمل کے طور پر سوبھراج کو نکل جانے کا موقع دے بیٹھا وقت گزرنے کے ساتھ بلکہ جلال کے سمجھانے کے بعد مجھے احساس ہو گیا تھا کہ اس واقعے میں ساری اہمیت اس بات کی تھی کہ ایک سیاسی شعبدے باز اپنے اثر و رسوخ سے فائدہ اٹھا کر سرکاری تحویل سے ایک اہم ترین فائل اڑا لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس غیر ذمے داری کے مرتکب کو قرار واقعی سزا دی جا چکی تھی اس کے ساتھ فائل چرانے والا بھی اپنے منطقی انجام کو پہنچ چکا تھا۔

''اب یہ سب تمہارے معاملات ہیں۔'' میں نے کسی تلخی

Downloaded from https://paksociety.com

کے بغیر کہا۔ ''پاکستان چھوڑ دینے کے بعد ان باتوں سے میرا صرف جذباتی تعلق باقی رہ گیا ہے عملی میدان میں سب کچھ تمہیں کرنا ہے۔ اچھی خبر سننے میں آتی ہے تو دل خوش ہو جاتا ہے۔''

''ملک سے باہر رہ کر بھی تم ہم سے زیادہ فعال ہو۔ سوبھراج کو جہنم واصل کرنا آسان کام نہیں تھا۔ تم نے یہ معرکہ سر کر کے ایک فتنے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔''

''کیا میرا انجام شرما جیسا نہیں ہو سکتا؟'' میں نے اپنے ذہن میں ابھرنے والے ایک فوری خیال کے تحت سوال کیا۔

''میں سمجھا نہیں..... تم کیا کہنا چاہ رہے ہو؟''

''راجن نے سوبھراج کی باقی ماندہ ہڈیوں کو نرائن پرشاد شرما کا نام دیا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ وہاں کسی مقابلے میں مرنے والے مجرم کو میرا نام دے دیا جائے تاکہ امریکی قونصل کی درج کرائی ہوئی ایف آئی آر کی فائل بند ہو جائے!'' میں نے کہا۔

''بالکل ہو سکتا ہے۔'' جلال نے پرزور الفاظ میں میری تائید کی۔ ''اس کی ایک ہی شرط ہے کہ آئندہ کے لیے تم گوشہ نشینی اختیار کر لو، کسی واقعے میں کہیں تمہارا نام نہ آئے۔ غلطی سے یہ بھانڈا پھوٹ گیا تو برسوں کے لیے ہمارے ساکھ تباہ ہو جائے گی۔ ہماری کہی ہوئی بات پر کوئی اعتبار نہیں کرے گا۔''

''گوشہ نشینی ناممکن ہے۔'' میں نے بلا توقف جواب دیا۔

''پھر صبر کے ساتھ مناسب وقت کا انتظار کرو۔ ابھی امریکیوں کے زخم تازہ ہیں۔ رفتہ رفتہ سنی ہٹ کے خونیں تصادم کی یاد دھندلا جائے گی اور تمہاری واپسی کا راستہ بھی کھل جائے گا۔''

''میں اس وقت کا انتظار کروں گا۔'' میں نے پرعزم لہجے میں کہا۔

جلال سے ایک طویل وقفے کے بعد بات ہوئی تھی۔ اس گفتگو میں تقریباً ہر نکتے پر تبادلہ خیال ہو چکا تھا اس سے بات ختم ہوئی تو غزالہ میری منتظر تھی۔

''کیا آپ پاکستان لوٹنے کا ارادہ کر رہے ہیں؟'' اس نے میرے مڑتے ہی پوچھا۔

''ارادہ یہی تھا لیکن جلال بتا رہا ہے کہ وہاں لوٹنا مناسب نہیں ہوگا۔''

''امریکی ہاتھ دھو کر آپ کے پیچھے پڑ گئے ہیں، آپ کے خلاف ایف آئی آر درج ہونے کے بعد وارنٹ بھی نکل گئے تھے۔ میں آپ کو ہرگز واپس نہیں جانے دیتی۔ اچھا ہوا کہ اب جلال نے بھی یہی مشورہ دیا ہے۔'' وہ بولی۔

''تم چاہتی ہو کہ میں یہاں بیٹھ کر ڈان کی غلامی کرتا رہوں!'' میں نے نرمی سے پوچھا۔

''میں ہرگز یہ نہیں چاہتی مگر مجبوری ہے۔ جب تک ڈان سے ہمارے پاسپورٹ واپس نہیں مل جاتے ہم کو یہیں رہنا پڑے گا۔'' اس نے کہا۔

''پاسپورٹ مل جانے کے بعد ہم کدھر کا رخ کریں گے؟ میں نے اسے ٹٹولنے والے انداز میں سوال کیا۔

''امریکا چلیں گے۔'' وہ خوش ہو کر بولی۔ ''دیکھیں کہ وہ دونوں وہاں کیا کھچڑی پکا رہے ہیں۔''

''تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ وہ پاکستان میں میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ تم مجھے ان کے گڑھ میں جانے کا مشورہ دے رہی ہو!''

''اب آپ ڈینی نہیں، علی احمد ہیں اور میں صدف ہوں۔ میں ایسی ہر چیز اپنے قبضے میں لے لوں گی جس سے آپ پہچانے جاتے ہیں۔ ان کے پاس ہمارا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ ہم وہاں صرف تفریح کریں گے۔ وہاں جانے والے دوسرے پاکستانیوں کی طرح۔ ان کو ہم پر کبھی کوئی شبہ نہیں ہوگا، ہمیں بہت مشکل سے ایک ساتھ پاکستان سے باہر نکلنے کا موقع ملا ہے۔ ہمیں یہ وقت خوش رہ کر گزارنا چاہیے۔''

''تم کن چیزوں کو اپنے قبضے میں لوگی؟'' میں نے اس کے جوش و خروش میں دلچسپی لیتے ہوئے مسکرا کر سوال کیا۔

''بیم گن اور زہریلی انگوٹھیاں!'' اس نے بلا توقف جواب دیا۔ ''آپ نے گولڈن ڈریگن کے محافظ کو زہر سے شکار نہ کیا ہوتا تو اس وقت حالات کچھ اور ہوتے جس طرح ڈان اپنے حریف کو نیست و نابود کرنے پر تلا ہوا ہے، اسی طرح راجن اب آپ کی تلاش میں لگا ہوا ہوگا۔ محافظ کے مرنے کے بعد سوبھراج کو شبہ ہو گیا تھا کہ آپ بنکاک میں ہیں۔ لوپ بوری میں ڈرائیور اور سوبھراج کی موت کے بعد راجن کو یقین ہو گیا ہوگا کہ اب اس کا مقابلہ آپ سے ہے۔''

''مجھے راجن کی ذرا بھی پروا نہیں ہے۔ اب دیکھنا ہے ڈان کی کھوپڑی کب اعتدال پر آتی ہے۔'' غزالہ کو جواب دے کر میں فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔

پے در پے کئی کوششوں کے باوجود مجھے اسد کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو میں نے نمبر ملانے کا سلسلہ ترک کر دیا۔

کچھ دیر بعد اس نے انٹرکام پر اپنی آمد کی اطلاع دی۔ میں نے فوری طور پر اسے اوپر بلا لیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

اس کا فون آن تھا لیکن بیٹری جواب دے چکی تھی۔ اوپر آتے ہی اس نے اپنا فون چارج پر لگا دیا میں نے اس کے سامنے ڈان سے ملاقات کا وقت لیا تھا۔ ہم دونوں ایک ساتھ ہوٹل سے نکلے تھے۔ وہ اپنی راہ ہولیا۔ میں ڈان کی طرف روانہ ہوگیا۔

وہ بہت خوش تھا۔ اسے میری اور ڈان کی ملاقات کا احوال جاننے کے بارے میں بہت تجسس تھا۔ میں نے چند فقروں میں اسے پوری کتھا سنا دی۔ اس کے لیے دونوں خبریں تشویش ناک تھیں۔ ڈان کو یہ بتا چلانا کہ میں نے لوپ پوری میں راجن کی لینڈ کروزر کی موجودگی کا سراغ لگانے کے لیے اس کی مدد لی تھی، کسی طرح مناسب نہیں تھا۔ ڈان کسی بھی وقت اس سے براہ راست رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرسکتا تھا۔ ہمارے دونوں پاسپورٹوں کی ضبطی بھی اس کے لیے پریشان کن تھی۔

اپنی کارکردگی کا احوال سنانے کے بعد میں سانس بھی نہیں لینے پایا تھا کہ اسد نے موتی محل میں دھماکے کا قصہ چھیڑ دیا۔ وہ بنکاک کی شہری حدود میں رونما ہونے والا ایک اہم واقعہ تھا جس نے سماجی حلقوں میں ہلچل پیدا کردی تھی۔

اس دھماکے میں دو آدمی ہلاک ہوئے تھے۔ زخمی ہونے والوں کی تعداد تین تھی۔ عمارت کے ایک حصے میں دھماکے سے خاصا نقصان پہنچا تھا۔

اسد نے وہ خبر مقامی ٹیلی وژن پر سنی تھی اور تیزی سے موتی محل کی طرف چل دیا تھا۔ وہاں سنسنی اور خوف و ہراس کی فضا پائی جارہی تھی۔ شہر والوں سے راجن کی سرگرمیاں ڈھکی چھپی نہیں تھیں۔ ہر شخص حیران تھا کہ راجن کے رہائشی قلعے میں کس سورما نے تخریب کاری کی واردات کی تھی۔

اسد شہر کے بارے میں باخبر رہنے کا عادی تھا۔ اسے معلوم تھا کہ امریکی فوجی دستہ موتی محل میں سوبھراج کی ناکام تلاش کے بعد واپس لوٹ چکا تھا۔ ڈان کے آدمیوں میں اتنا دم خم نہیں تھا کہ وہ موتی محل میں گھس کر ایسی خون آشام کارروائی کرتے۔ میری مصروفیات اس کے سامنے تھیں۔ اس واقعے کے بارے میں معلومات کے حصول کے لیے وہ کوششیں کرتا رہا۔

آخر کار وہ یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہوگیا کہ مرنے والوں میں سے ایک کے بدن کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ وہ اندر کی خبر تھی جسے چھپایا جارہا تھا۔

وہ نکتہ میرے اس خیال کی بھرپور تائید کررہا تھا کہ اس واردات کے محرک امریکی تھے۔

انہوں نے راجن کو سبق سکھانے کے لیے بہت بے رحمی اور سفاکی سے اندر کے کسی آدمی کو استعمال کیا تھا۔ دھماکا یقینی طور پر ریموٹ کنٹرولڈ بم سے کیا گیا تھا۔ بم لے جانے والے کو یہ باور کرادیا گیا تھا کہ بم سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ موتی محل کے کسی حساس گوشے میں بم چھپا کر کسی محفوظ مقام تک پہنچ جائے گا تو بم کو اڑا دیا جائے گا۔

غالباً بم لے جانے والے کی کڑی نگرانی کی جارہی تھی۔ وہ تباہ کن مواد لے کر موتی محل میں داخل ہوا تو اسے اتنی مہلت نہیں دی گئی تھی کہ وہ کہیں بم نصب کرسکے۔ قدرے وقفہ دے کر بم کو اڑا دیا گیا۔ بم کے ساتھ مخرب کار کے بھی ٹکڑے اڑ گئے اور یہ امکان ختم ہوگیا کہ اس کے پکڑے جانے کی صورت میں اصل سازش بے نقاب ہوسکے۔

جب میں نے ترتیب وار واقعات و حالات اسد کے سامنے رکھے تو اسے بھی یقین ہوگیا کہ موتی محل پر نازل ہونے والی تباہی کے ذمے دار امریکی تھے۔

ڈان کنوئیں کا مینڈک تھا۔ اس کی اکلوتی خواہش یہ تھی کہ راجن کو تباہ و برباد کرکے ختم کردیا جائے۔ اس سے آگے کچھ سوچنا یا سمجھنا اس کے بس سے باہر تھا۔ امریکیوں کی کینہ پروری کا اسے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ چاؤ فان کی ذہنی سطح ڈان سے بھی کم تر تھی۔ اس نے اپنے ذہن پر زور دیے بغیر اس دھماکے کا سہرا میرے سر باندھ دیا تھا۔

''تم امریکیوں سے خاصی عداوت رکھتے ہو۔'' اسد نے وہ گتھی سلجھ جانے پر خوش دلی سے کہا ''ان کی رگ رگ کو سمجھنے لگے ہو۔ یہ ایسا واقعہ ہے کہ وہ کبھی بھی اس کی ذمے داری نہیں لیں گے۔ ڈان اسے تمہارا کارنامہ سمجھتا رہے گا۔''

''مجھے عام امریکیوں سے کوئی عداوت نہیں ہے۔ وہ بے چارے سادہ لوح اور فراخ دل ہوتے ہیں۔ میری نفرت امریکی حکومت اور اس کے کارندوں کے لیے ہے۔ غرور، ظلم اور سفاکی پر مبنی پالیسیوں کی وجہ سے امریکی حکومت نے اپنے عام شہریوں کو بھی نفرت کا ہدف بنا دیا ہے۔''

''کچھ عرصہ پہلے دنیا بھر میں امریکیوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ پچھلے چند برسوں میں امریکیوں کے قومی وقار کو سخت دھچکا لگا ہے۔ اس نے مجھ سے اتفاق کرتے ہوئے کہا ''اب دنیا کے بیشتر ملکوں میں وہ ناپسندیدہ سمجھے جاتے ہیں۔''

''اب ان پر لعنت بھیجو۔ یہ بتاؤ کہ ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے!''

''چاہو تو میں کل ہی تمہارے ڈپلی کیٹ پاسپورٹ ہوا

Downloaded from https://paksociety.com

دوں۔'' اس نے پیش کش کی۔

''اب بات کھل ہی گئی ہے تو تم کو بھی یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ان لوگوں نے اپنے ایک افسر کے قتل کے سلسلے میں میرے خلاف ایف آئی آر درج کرادی ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا انوکھا واقعہ ہے۔ وہاں میری گرفتاری کے وارنٹ نکلے ہوئے ہیں۔''

اسد کو یہ جان کر صدمہ ہوا کہ کراچی میں رونما ہونے والے واقعات نے میرے امریکی دشمنوں کو مقامی انتظامیہ کو دبانے کا سنہرا موقع فراہم کردیا تھا۔

''دعا کرو کہ موتی محل میں دھماکے کی خبر سن کر ڈان کی چڑھی ہوئی رگ اتر جائے اور وہ تمہارے پاسپورٹ لوٹا دے۔'' چند لمحوں کے بعد اس نے کہا۔

''یہ ملین ڈالر کا مسئلہ ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ بدنام مجرم محلوں میں رہنے کے شوقین کیوں ہوتے ہیں؟'' اس نے یکا یک پوچھ لیا۔

''کن مجرموں کی بات کررہے ہو؟ یہاں تو صرف راجن اور اس کا موتی محل ہے!''

''یہاں سوبھراج کے بارے میں تفصیلی خبریں چھپی تھیں۔ اس نے اپنے راج محل کو خود آگ لگائی تھی۔''

''راج محل اور موتی محل.....!'' میں نے پُرخیال انداز میں دہرایا'' دونوں نچلے طبقے سے ابھر کر اوپر آئے ہیں۔ یہ ان کے احساسِ کمتری کی کرشمہ سازی ہے۔ اپنی رہائش گاہوں کو محل کا نام دے کر وہ اپنی انا کو تسکین پہنچاتے ہیں۔ دوسروں کو اپنی شان وشوکت اور امارت سے مرعوب کرکے وہ اپنے ماضی کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔''

''یہاں موتی محل کا انجام بھی راج محل جیسا ہونا چاہیے۔''

میں ہنس دیا ''کوؤں کے کوسنے سے ڈھور نہیں مرا کرتے۔ ڈان کی بھی یہی آرزو ہے جو شاید پوری نہ ہوسکے۔ دھماکے میں موتی محل کی علامتی تباہی کافی ہے۔''

''مجھے محسوس ہورہا ہے کہ تم راجن میں زیادہ دلچسپی لے رہے ہو۔''

''میں یہاں پھنسا رہا تو اسے بھی دیکھنا پڑے گا۔ فی الحال مجھے موتی محل کے دھماکے پر ڈان کے ردِعمل کا انتظار ہے۔'' میں نے جواب دیا اور اسد کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

''ہم سے ایک بڑی چوک ہوگئی۔'' کچھ دیر کے توقف کے بعد میں نے کہا ''لوپ پوری سے واپسی پر مجھے ریسٹ ہاؤس سے سوبھراج کا سیٹ لائٹ فون لے لینا چاہیے تھا۔''

''ہوسکتا ہے کہ وہ اسے ساتھ نہ لے گیا ہو۔'' اس نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

''وہ ہر وقت اسے اپنے ساتھ لیے پھرتا تھا۔ اس کی میموری سے یہ معلوم ہوسکتا تھا کہ اس کے زیرِعتاب آنے کے بعد پاکستان میں کن لوگوں سے اس کے روابط برقرار تھے۔''

''ہوسکتا ہے کہ وہ پولیس والوں کے ہاتھ لگ گیا ہو۔''

''سوچ رہا ہوں کہ کسی وقت اس نمبر پر کال کرکے دیکھوں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ فون اب راجن کے قبضے میں ہو اور اس سے بات ہوجائے۔'' میں نے کہا۔

''راجن سے جب چاہو بات کرسکتے ہو۔ میرے پاس اس کے موبائل سمیت، کئی فون نمبر موجود ہیں۔'' اسد نے پھرتی سے جواب دیا۔

''اس کا فون نمبر میرے پاس بھی ہے۔ مجھے اس سے بات کرنے کا شوق نہیں ہے۔ وہ سیٹ لائٹ فون پر آجاتا ہے تو اس سے دوسرے ڈھنگ سے بات ہوگی۔''

''ابھی کوشش کیوں نہیں کرلیتے!'' اسد نے کہا۔

''اس وقت میرا ذہن الجھا ہوا ہے۔ ذہن صاف ہوگا تو اسے ضرور دیکھوں گا۔ دشمن کو مارنے سے پہلے ہلکان کردیا جائے تو آخری مرحلہ بہت آسان ہوجاتا ہے۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

اسی وقت روم سروس کی ایک سبک اندام ویٹر ٹرالی میں چائے اور خورد ونوش کے کچھ لوازم لے آئی جن کے لیے غزالہ ہدایت دے چکی تھی۔ ہماری گفتگو کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

☆☆☆

اسد نے مجھ سے جلال کے بارے میں کوئی سوال کیا نہ میں نے اسے اپنی اور جلال کی گفتگو کے بارے میں کچھ بتایا۔ وہ تھوڑی دیر بعد چلا گیا۔

اسد بنکاک میں آئی بی کی سرکاری نمائندگی کررہا تھا۔ اس نے کسی مقامی قانون کی خلاف ورزی نہیں کی تھی۔ مار دھاڑ اور خوں ریزی کے واقعات سے بالکل الگ تھلگ رہا تھا۔ اس کے باوجود اس نے میری بہت مدد کی تھی۔ محض اسے کسی سرکاری عتاب سے بچانے کے لیے میں نے ازخود جلال کو سوبھراج کی ہلاکت کے بارے میں بتادیا تھا مگر مجھے خلش تھی کہ میں نے اس بارے میں اول خان کو اعتماد میں نہیں لیا تھا۔ اس نے روز اول سے، ہر طرح بہت کھل کر میرا ساتھ دیا تھا۔ انتہا یہ تھی کہ میری ہی وجہ سے وہ ایک مرتبہ اپنے بڑوں کی

Downloaded from https://paksociety.com

ناراضی کا شکار ہو چکا تھا۔

مجھے امید تھی کہ جلال، میرے اور اول خان کے باہمی تعلق کا احترام کرتے ہوئے، اسے بھی سوبھراج کی موت کی خوش خبری سنا دے گا۔ وہ خبر ملتے ہی اول خان کا فون آنا ناگزیر تھا۔

وقت اپنی لگی بندھی رفتار سے گزرتا رہا۔ رات کے دس بج گئے۔ اول خان کا فون نہیں آیا تو مجھے مایوسی ہونے لگی۔

جلال میرا دوست اور راز داں تھا مگر میں یہ بھول گیا تھا کہ اس سے پہلے وہ ایک پکا بیوروکریٹ تھا۔ انتظامی موشگافیاں اس کے خون میں رچی بسی ہوئی تھیں۔ اس نے اپنے علم میں آئی ہوئی بات کو کسی اور تک بڑھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

میرے لیے وہ دونوں یکساں تھے۔ ایک اپنے دفتری نظم وضبط میں جکڑا ہوا تھا، دوسرا ہر قید و بند سے آزاد رہ کر اپنی صوابدید کے مطابق نہایت ایمان داری اور خلوص سے اپنے فرائض انجام دینے کی کوشش کرتا تھا۔

اپنے ذہنی دباؤ سے چھٹکارا پانے کے لیے میں نے دس بجے اول خان کو فون کیا۔ اس وقت وہ گھر پر موجود تھا۔ اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے ہر وقت کی بھاگ دوڑ سے بڑی حد تک نجات مل گئی تھی۔

اس کو سب کچھ بتانا بے سود تھا۔ وہ کراچی میں بیٹھا ہوا تھا، بنکاک میں ایس ٹی ایف کا کوئی ایسا اہل کار موجود نہیں تھا جو آڑے وقت میں میری مدد کر سکے۔ میں نے اپنے مسائل کو پس پشت ڈال کر، اسے سوبھراج کے عبرت ناک انجام کی خبر سنا دی۔

اول خان کی خوشی ناقابل بیان تھی جب میں نے اسے یہ بتایا کہ سوبھراج گمنامی کی موت مارا گیا ہے اور اس کے پشت پناہ نے اس کی باقیات کو ایک فرضی نام دیا ہے تو فرط جذبات سے اس کی آواز رندھ گئی۔ بنکاک میں سوبھراج کے قتل سے پیدا ہونے والے دور رس اور خطرناک نتائج اس کی نظروں میں تھے۔ مجھے اس کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں رہی کہ اس خبر کو خفیہ رکھنا کتنا ضروری تھا۔

میں نے پاسپورٹوں کے چھن جانے کا قصہ نہیں چھیڑا، اول خان نے اپنے طور پر وہی بات کہی جو جلال کہہ چکا تھا۔ مشن پورا ہو جانے کے باوجود میرے لیے پاکستان کا رخ کرنا مناسب نہیں تھا۔

جو بات جلال نے مجھے نہیں بتائی تھی وہ اول خان کے ذریعے میرے علم میں آ گئی۔ امریکیوں کی طرف سے بڑے اخبارات میں روز میرے اور ویرا کے خلاف اشتہار شائع ہو رہے تھے۔ ان میں میرے خاکوں کا اضافہ ہو چکا تھا جو اول خان کی رائے میں حقیقت سے بہت دور تھے۔

وہ میرے زخم خوردہ دشمنوں کی کارروائیاں تھیں ان کے بے پناہ دباؤ میں آئے ہوئے اپنوں نے بھی ان کے قدم سے قدم ملا لیا تھا۔ ٹام کے قتل کے مبینہ ملزم کے طور پر میری نشان دہی کرنے والوں کے لیے ایک لاکھ روپے انعام کا اعلان کر دیا گیا تھا۔

امریکیوں کے مقرر کیے ہوئے دو ملین یعنی بیس لاکھ ڈالروں اور مراعات کے مقابلے میں ایک لاکھ پاکستانی روپے کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ کسی کے پاس کوئی سراغ ہوتا اور اس کے دل میں میرے کردار سے نفرت رچی ہوئی ہوتی تو وہ بڑے انعام کے لالچ میں پاکستانی حکام کے بجائے امریکیوں سے رجوع کرتا۔ مجھے صدمہ ہوا کہ اپنوں نے میری بولی بہت کم لگائی تھی۔

اگر ان پر آنے والا دباؤ ایسا ہی ناقابل برداشت ہو چلا تھا تو انہیں میری کوئی مناسب قیمت لگانی چاہیے تھی۔ مجھے انہوں نے سوبھراج سے بھی کم تولا تھا۔ اس کو پکڑوانے کے لیے دو لاکھ روپے انعام کا اعلان کیا گیا تھا۔ میرے اوپر صرف ایک لاکھ رکھے گئے تھے!

وہ صدمہ زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہا۔ میرے دل نے خود کو بہلاوا دیا کہ میری نشان دہی پر انعام مقرر کرنے والا افسر بہت ذہین، وطن پرست اور میرا ہمدرد تھا۔ اس نے جان بوجھ کر ایک قلیل رقم مقرر کی تھی تاکہ کوئی شخص میری ہلاکت، نشان دہی یا گرفتاری میں دلچسپی نہ لے۔

میری یا کسی کی سوچ کچھ بھی رہی ہو، ٹھوس زمینی حقائق دل خوش کن نہیں تھے۔ جن حالات کے سبب مجھے پاکستان سے نکل کر تھائی لینڈ کی طرف آنا پڑا تھا، وہ نا صرف اپنی جگہ برقرار تھے بلکہ ان میں زیادہ خرابی اور شدت پیدا ہو چکی تھی۔

اس وقت مجھے اندازہ ہوا کہ اول خان وہ اکلوتا آدمی تھا جس سے میں کھل کر بات کر سکتا تھا۔ وہ مجھے پہلے ہی بتا چکا تھا کہ اسے بھی میری تلاش میں مقامی حکام کی مدد کرنے کی ہدایت مل چکی تھی۔ اسے علم تھا کہ میں پاکستان میں نہیں تھا۔ اس کے آدمی پوری سرگرمی کے ساتھ میری تلاش میں مصروف تھے۔

اول خان سے فون پر بات ہونے کے بعد میرے اور غزالہ کے درمیان تبادلہ خیال شروع ہو گیا۔ اپنے ہمدردوں کی طرف سے ملنے والے پیغامات سے قطع نظر وہ خود بھی پاکستان

Downloaded from https://paksociety.com

کے بعد دل کھول کر سیر و سیاحت سے لطف اندوز ہونے کے منصوبے بنا رہی تھی لیکن یہ خیال اس کے لیے بھی تکلیف دہ تھا کہ ہمارے لیے پاکستان کا رخ کرنا خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔

ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا سلسلہ کھانے کے دوران بھی جاری رہا۔ میں نے محسوس کیا کہ اپنے جذبات کے اظہار میں محتاط ہونے کے باوجود، غزالہ کی باتوں سے کہیں کہیں بددلی کی بو آرہی تھی جو کوئی اچھی علامت نہیں تھی۔

ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو ویرا کا فون آگیا۔ میں جب سے بنکاک آیا تھا۔ اس سے مسائل کے بارے میں کھل کر بات نہیں ہوئی تھی۔ جب بھی رابطہ قائم ہوا، ان دونوں کی سرگرمیاں گفتگو کا موضوع بنی رہیں۔ ویرا نے کچھ کریدنے کی کوشش کی تو میں نے اسے ٹال دیا۔ مجھے یہ فکر ضرور تھی کہ سلطان شاہ نیویارک میں ایک اطالوی نژاد فقیر میں غیر معمولی دلچسپی کیوں لے رہا تھا۔ یہ اتفاق تھا کہ وہ مسئلہ میرے علم میں آنے کے بعد سلطان شاہ سے میری بات نہیں ہوسکی تھی۔

''بنکاک میں تمہارے مزے آئے ہوئے ہیں۔ وہاں کیا کر رہے ہو؟'' رسمی مزاج پرسی کرتے ہوئے ویرا کو میری ذاتی سرگرمیوں کی فکر لاحق ہوگئی۔

''کن مزوں کی بات کر رہی ہو..... میں یہاں خوش نہیں ہوں۔'' میں نے کہا۔

''یہ باتیں غزالہ کو سنانا۔ مجھے چکر دینے کی کوشش نہ کرو۔ مجھے تمہارے جمالیاتی ذوق کا خوب اندازہ ہے۔ ایسے مردوں کے لیے بنکاک سے اچھی کوئی جگہ نہیں ہے۔''

''میں یہاں عیاشی کرنے کے لیے نہیں آیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ سفر مجبوری کے باعث اختیار کیا گیا ہے۔'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

''وقت کی فراوانی ہو اور سامنے کوئی واضح کام نہ ہو تو ایسی جگہوں پر پارسا مرد بھی بہکنا شروع کر دیتے ہیں تم اس اصول سے مستثنیٰ نہیں ہو۔''

ویرا گستاخ اور منہ زور عورت تھی۔ اس وقت اس نے اچانک ہی ایک نازک موضوع چھیڑ دیا۔ میں غزالہ کی موجودگی میں اس بارے میں کھل کر کوئی جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ وہ میری کال تھی۔ ویرا بے فکری سے لمبی گفتگو کرنے کے موڈ میں نظر آرہی تھی۔

میں نے رسانیت سے کہا۔ ''میں یہاں جو کچھ بھی کر رہا ہوں، اس سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔ میری دیکھ بھال کے لیے غزالہ کافی ہے۔''

اس کی دبی دبی ہنسی کی آواز آئی پھر وہ بولی۔ ''معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمہارے آس پاس منڈلا رہی ہے۔ میں شرط لگا سکتی ہوں کہ وہ بے پروائی کی اداکاری کر رہی ہوگی مگر اس کے کان تمہاری باتوں پر لگے ہوئے ہوں گے۔''

میں نے کن انکھیوں سے غزالہ کی طرف دیکھا۔ وہ صوفے پر نیم دراز، اخبار کی ورق گردانی میں مصروف تھی۔

''تم سب کچھ جانتی ہو تو ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو؟'' میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں ایسا سوال کیا جس سے غزالہ کو موضوع سخن کا اندازہ نہ ہوسکے۔

''مزہ آتا ہے!'' ویرا نے بے ساختہ جواب دیا۔ ''یہ دنیا کے ہر مرد کا تیرہ ہے۔ وہ پرائی عورتوں کے سامنے مجنوں بنے رہتے ہیں۔ اپنی بیویوں کے سامنے بھیگی بلی بن جاتے ہیں۔''

''اگر تمہارے دماغ پر یہ خرافات سوار ہیں تو میں فون بند کر رہا ہوں۔''

''ار.....رر.....ایسا نہ کرنا۔'' وہ جلدی سے بولی۔ ''میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ اب میں تمہیں فون نہیں کروں گی۔ دیکھتی ہوں کہ تمہیں کب میرا خیال آتا ہے.....!''

''مجھے تم سے زیادہ سلطان شاہ کی فکر ہے۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

''میں بھی اسی کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ وقت نکال کر تم کسی وقت اس سے خود بات کرو گے۔ اب تک اس کی نوبت نہیں آئی۔''

''میں نے اسی کے لیے فون کیا ہے۔'' میں نے کہا ''وہ کہاں ہے۔''

''اس سے بات کرنے سے پہلے مجھ سے بات کرلو۔ وہ برے سامنے کرسی پر بیٹھا میری طرف تکے جا رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اسے اپنے ساتھ کیوں لے آئی۔''

''اسے چابی دینے کی کوشش نہ کرو۔ ایک بار اس کا دماغ پٹری سے اتر گیا تو میں اس سے ڈھنگ کی کوئی بات نہیں کرسکوں گا۔''

''تمہارے دوست کا کیا بنا..... وہ بنکاک میں کیا کر رہا ہے؟''

اس کے سوال نے مجھے چونکا دیا۔ ''تم کس دوست کی بات کر رہی ہو؟''

وہ ہنسی پھر بولی۔ ''تمہارا ایک ہی قریبی دوست ہے۔ ہر بار تم اسے ڈھیل دے کر نکل جانے کا موقع دے دیتے ہو۔ تم سو بھراج کی بات کر رہی ہوں۔''

''کچھ نہ کچھ کر رہا ہوگا۔ ابھی تک اس سے سامنا ہونے

Downloaded from https://paksociety.com

کی نوبت نہیں آئی ہے۔''

''وہ چھوٹا راجن ہی کے پاس ٹھہرا ہوا ہے؟''

''وہیں ہوگا۔ ابھی اس بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

''معلوم ہو رہا ہے کہ تم وہاں چھٹیاں منانے کے موڈ میں ہو۔ اس کی طرف کم دھیان دے رہے ہو۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ وہ تمہارا موذی دشمن ہے۔ اسے پہل کرنے کا موقع مل گیا تو تم پرائے ملک میں دشواریوں میں پڑ جاؤ گے۔''

''اپنے مشورے اپنے پاس رکھو۔ مجھے ان نزاکتوں کا پورا اندازہ ہے۔ تمہاری تسلی ہو گئی ہو تو اب اپنا فون اکبر کو دے دو۔''

کراچی چھوڑنے سے پہلے ہمارے درمیان یہ بات طے پا چکی تھی کہ ہم چاروں فون پر کبھی ایک دوسرے کا اصل نام نہیں لیں گے۔ باہمی گفتگو ان ناموں سے ہوگی جو ہماری سفری دستاویزات میں لکھے گئے تھے ان کے مطابق سلطان شاہ، اکبر خان تھا، ویرا کو ریٹا الیف ہیریسن کا نام دیا گیا تھا۔

''لو، اپنے گرو سے بات کرو!'' ویرا نے سلطان شاہ کو فون دیتے ہوئے جو کچھ کہا، وہ میرے کانوں تک بھی پہنچ گیا۔

سلطان شاہ نے فون لے کر سلام دعا کے بعد سب سے پہلے صدف یعنی غزالہ کی خیریت پوچھی۔ پھر وہ بھی سوبھراج کے مسئلے کی طرف آ گیا۔

مجھے ان دونوں کی طرف سے راز کے افشا ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں تھا لیکن اس مرحلے پر انہیں سوبھراج کے انجام سے آگاہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ جذباتی طور پر وہ اس خبر پر بعد میں بھی اتنا ہی خوش ہوتے جتنا اس وقت۔ ہماری گفتگو موبائل فون پر ہو رہی تھی۔ ان دنوں یہ تصور عام تھا کہ موبائل فون دنیا کا محفوظ ترین مواصلاتی رابطہ ہے جس پر ہونے والی گفتگو کوئی غیر متعلقہ فریق نہیں سن سکتا۔

اس خوش گمانی میں ویرا نے فون پر کئی بار سوبھراج کا نام لیا تھا۔ میں اس کے انجام کا ذکر کرتا تو ان دونوں کی طرف سے سوالات کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ اس بارے میں میرے ذہن میں کہیں کوئی گرہ موجود تھی۔ تھوڑی سی بے احتیاطی برتنے کے باوجود میں محتاط تھا۔ وہ پورا قصہ فون پر دہرانے میں مجھے تامل تھا۔ جب بھی ان دونوں سے روبرو ملاقات ہوتی، سوبھراج کے حسرت ناک انجام کی تفصیلات بتائی جا سکتی تھیں۔

''اب ان فضول باتوں کو چھوڑو اور بتاؤ کہ یہ البرٹو کون ہے اور تم اس کے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہو۔'' میں نے سلطان شاہ سے فون پر کہا۔

''اوہ..... میری شکایت تم تک پہنچ گئی!'' اس نے حیرت کا اظہار کیا۔

''تم کو معلوم ہے کہ وہاں تمہارے مالی وسائل محدود ہیں۔''

''اچھی طرح معلوم ہے۔ میں نے یہاں ایک پیسے کی بھی فضول خرچی نہیں کی۔'' اس نے پر اعتماد لہجے میں اپنی صفائی پیش کی۔

''تمہیں تیس پینتیس ڈالر یومیہ کا خرچ پالنے کی کیا ضرورت ہے!''

''میں کچھ نہیں سمجھ سکا۔ تم کس خرچ کی بات کر رہے ہو؟''

''تم البرٹو کو فٹ پاتھ سے اٹھا کر کسی سستے سے ہوٹل میں بھی لے جاؤ گے تو وہاں اس کا یومیہ خرچ اس سے کم نہیں ہوگا۔''

''میں اسے کہیں نہیں لے جا رہا۔ وہ جہاں ہے وہیں خوش اور محفوظ ہے میں نے ریٹا سے سرسری طور پر ایک بات کہی تھی کہ اس پر کچھ سرمایہ کاری کی جائے اور فٹ پاتھ سے اٹھا کر اسے کسی قرینے کی جگہ ڈال دیا جائے تو وہ ہمارے لیے سودمند ثابت ہو سکتا ہے.....''

''میں اسی مالی بوجھ کی بات کر رہا ہوں۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر ٹوکا۔

''وہ سرسری بات تھی، وہیں ختم ہو گئی۔ البرٹو نے مین ہٹن کے ایک فلائی اوور کے نیچے گتوں کا دڑبا بنایا ہوا ہے۔ وہاں سے ہلنے کے لیے آمادہ نہیں ہے۔ اپنے تاریک اور سیلن زدہ گھر کی آزادیاں اسے بہت عزیز ہیں۔''

''یہ کون ہے اور تم اس میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہو.....؟''

''وہ چائنا ٹاؤن اور لٹل اٹلی کے درمیانی حصے میں رہتا ہے اور قریبی سب وے میں کچھ دیر تک ہیٹ سامنے رکھ کر بھیک مانگتا ہے۔ دس بارہ ڈالر جمع ہو جائیں تو وہ اٹھ جاتا ہے۔ لالچی بھکاریوں کی طرح وہیں بیٹھا نہیں رہتا.....''

''مجھے اس کی سوانح عمری سننے کا شوق نہیں ہے۔'' میں نے اس کی بات کاٹ دی ''میں اس کی ذات میں تمہاری دلچسپی کا سبب جاننا چاہتا ہوں۔''

''میں نے وہاں سے گزرتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں سے عجیب سا خوف جھلک رہا تھا۔ وہ ڈری سہمی نظروں سے آنے جانے والوں کو دیکھ رہا تھا۔'' اس نے بتانا شروع کیا۔ ''میں نے اس کے سامنے رکھے ہوئے ہیٹ میں ایک ڈالر ڈالا تو اس نے ایسی ممنونیت بھری نظروں سے میری طرف دیکھا کہ میں اندر سے کانپ اٹھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ

Downloaded from https://paksociety.com

امریکا جیسے دولت مند ملک میں ایسے مفلس بھی رہتے ہیں جن کے لیے ایک ڈالر کی رقم نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں ہوتی۔ میں نے اسے مزید ایک ڈالر کا نوٹ دکھا کر اپنے ساتھ چائے پینے کی دعوت دی اور وہ تیار ہوگیا۔ اس نے ہیٹ میں پڑی ہوئی ریزگاری اپنی جیب میں ڈالی اور میرے ساتھ ہولیا۔ یہ میرا اور اس کا پہلا تعارف تھا۔''

سلطان شاہ اس کے بارے میں بتاتا رہا۔ میں نے اسے زیادہ تفصیل میں جانے کا موقع نہیں دیا۔ بار بار اسے ٹوکتا رہا۔ اس کے بارے میں بہت سی باتیں ایسی تھیں جو میں اس کے بتائے بغیر سمجھ سکتا تھا۔ سب کڑیاں مل جانے کے بعد البرٹو کی کہانی مجھے بھی دلچسپ محسوس ہوئی۔

وہ اطالوی نژاد تھا اور دو سال پہلے میلان کی ایک یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کررہا تھا کہ چند برے دوستوں کی صحبت کی وجہ سے ہیروئن کی لت لگ گئی۔

نشہ انسان کے باطن کے ساتھ اس کے ظاہر کو بھی نگلنا شروع کردیتا ہے، تعلیم سے البرٹو کا دل اچاٹ ہوگیا۔ یونیورسٹی چھوڑ کر اس نے اپنے گزارے کے لیے ایک ریستوران میں ویٹر کی نوکری اختیار کرلی۔ ریستوران میں اس کی ملاقات ایک امریکی سیاح سے ہوئی۔ اسے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ البرٹو کو فلکیات کے علم سے بھی لگاؤ رہا تھا۔ دوسری ملاقات میں امریکی دوست کو البرٹو نے اپنی کہانی سنادی۔ یہ اعتراف بھی کرلیا کہ وہ ہیروئن کا عادی ہوچکا ہے۔ اس کا دل تعلیم میں لگتا ہے نہ کام میں۔

امریکی نے اسے اپنے خرچ پر امریکا لے جانے کی پیشکش کی۔ البرٹو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسے اپنی زندگی میں ایسا کوئی موقع مل سکے گا۔ وہ فوراً تیار ہوگیا۔

وہ امریکی بعد میں سی آئی اے کا ایک سینئر ایجنٹ ثابت ہوا۔ وہ البرٹو کو اپنے ساتھ ورجینیا کی فیئرفیکس کاؤنٹی لے گیا جہاں لینگلے میں سی آئی اے کے مرکزی دفاتر تھے۔ وہ البرٹو کو اپنے ساتھیوں کے حوالے کرکے ایسا غائب ہوا کہ دوبارہ کہیں نظر نہیں آیا۔

البرٹو کو شہر کے ایک اچھے ہوٹل میں ٹھہرایا گیا۔ اسے نشے سمیت ہر قسم کی سہولتیں فراہم کی گئیں۔ اس کا پاسپورٹ سی آئی اے کے افسران نے ضابطے کی چند ضروری کارروائیوں کے نام پر اپنے قبضے میں لے لیا جو آخر تک اسے نہیں لوٹایا گیا۔

صرف دو دن بعد البرٹو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مقامی اخبارات میں اس کی تشہیر ایک اطالوی ماہر فلکیات کے طور پر کی گئی تھی۔ اس نے اس بارے میں اپنے میزبانوں سے دریافت کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر اسے ٹال دیا کہ وہ اسے عزت اور شہرت کی بلندیوں تک پہنچانے کا بندوبست کررہے ہیں۔

چند روز بعد اس سے ایک چھپے ہوئے کاغذ پر دستخط لیے گئے۔ اس پر ستاروں کی چال کے لحاظ سے آنے والے دنوں کے لیے چند حساس اور خطرناک پیش گوئیاں موجود تھیں۔

اگلے دن وہ پیش گوئیاں اخبار کی زینت بن گئیں۔ ایک ہفتے میں وہ سارے واقعات رونما ہوگئے۔ البرٹو کی شہرت ہونے لگی اور یہ سلسلہ چل پڑا۔

البرٹو شہرت اور ہیروئن کے نشے میں ڈوب کر عیش کرتا رہا۔ اسے ہوش اس وقت آیا جب اس کے نام سے جاری کی جانے والی پیش گوئیوں کے مطابق پراسرار حالات میں بعض اموات واقع ہوئیں اور اس کے نام کا ڈنکا بجنے لگا۔

اس کی پیش گوئیوں میں کسی کا نام نہیں آتا تھا۔ ہر بات عمومی حوالے سے کہی جاتی تھی۔ بعد میں لوگوں کو اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے کس کے بارے میں کیا لکھا تھا۔

اس کے نام پر کسی سیاستدان کی حادثاتی موت کی پیش گوئی کی گئی اور دو دن بعد حزب مخالف کا ایک مقامی رہنما اپنی

قارئین کے ذوق جستجو کی تسکین کے لیے منفرد انعامی سلسلہ

طلسمی آزمائش

میں شرکت فرمائیں اور

جاسوسی | یا | سسپنس

سرگزشت | پاکیزہ

کے 12 شمارے مفت حاصل کریں۔

تفصیلات کے لیے:

ماہِ جولائی 2005ء کا

ماہنامہ سرگزشت ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

کار کے حادثے میں جاں بحق ہوگیا۔ اس نے فائن آرٹ کے شعبے کی کسی خاتون کی ناگہانی موت کا ذکر کیا۔ تین دن بعد شگاگو میں نسلی امتیاز پر حکومت پر تنقید کرنے والی ایک مشہور گلوکارہ اپنی خواب گاہ میں گیس بھرنے سے چل بسی۔

البرٹو ڈر گیا۔ معمولی واقعات سے شروع ہونے والا سلسلہ بہت خطرناک رخ پر جارہا تھا۔ لوگ اس کے نام سے ڈرنے لگے تھے مگر اس کی پیش گوئیاں ضرور پڑھتے تھے۔

اسے اندازہ ہوگیا کہ سی آئی اے والے اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کررہے تھے۔ اس کے نام کی تشہیر جاری تھی تصویر بھی نہیں چھاپی گئی تھی۔ اسی طرح اخبار والوں کو بہت سختی سے اس سے دور رکھا جارہا تھا۔

البرٹو نے کئی بار اپنا پاسپورٹ واپس لینے کی کوشش کی لیکن حیلوں اور بہانوں سے اسے ٹال دیا گیا۔ اسے محسوس ہونے لگا کہ وہ سی آئی اے کا قیدی ہے۔

جب اس کی پیش گوئی کے مطابق نیویارک کا ایک سیاہ فام لیڈر آئی موت مرا تو البرٹو کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ رات کے سناٹے میں وہ اپنے نگہبانوں کو جل دے کر اپنے عشرت کدے سے فرار ہوا اور سیدھا نیویارک پہنچ گیا۔

اسے معلوم تھا کہ سی آئی اے والے اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ اس کی ہر طرف تلاش شروع ہوجائے گی۔ ان سے بچنے کے لیے وہ ایک بھکاری کے روپ میں فلائی اوور کے نیچے پناہ گزیں ہوگیا۔ اسے یقین تھا کہ شکاری اس تک نہیں پہنچ سکیں گے اور وہ اپنے ہم وطنوں کی مدد سے کسی بحری جہاز میں چھپ کر امریکا سے نکلنے میں کامیاب ہوجائے گا۔

بھیک کا یومیہ ٹارگٹ پورا کرنے کے بعد وہ اپنا باقی وقت چائنا ٹاؤن اور لٹل اٹلی کے علاقوں میں گزارتا تھا لیکن اس وقت تک اسے اپنے کام کا کوئی آدمی نہیں مل سکا تھا۔

ڈر اور خوف کی وجہ سے اس کی ہیروئن نوشی بڑھ گئی تھی۔ اس مہلک زہر کے بہ کثرت استعمال اور کٹھن زندگی گزارنے کے سبب وہ اپنی شکل وصورت سے واقعی بھکاری نظر آنے لگا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس حلیے میں سی آئی اے والے پہچانے بغیر اس کے قریب سے گزر جائیں گے۔

سلطان شاہ کی صورت میں اسے ایک نرم خو اور ہمدرد شخص نظر آیا تھا جو امریکا سے نکلنے میں اس کا مددگار اور معاون ثابت ہوسکتا تھا۔ وہ سلطان شاہ کی پیشکش قبول کرکے اس کے ساتھ ٹی شاپ میں چلا آیا اور اپنی پوری کہانی اس کے سامنے رکھ دی۔

''کہانی واقعی بہت دلچسپ اور سنسنی خیز ہے۔ مگر میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم اس کی ذات سے کس قسم کا فائدہ اٹھانے کے چکر میں ہو۔'' میں نے وہ سب سن لینے کے بعد کہا۔

''میری نظروں میں وہ ان کا ٹوٹا ہوا آدمی ہے۔ اسے ان کے بہت سے رازوں کا علم ہوگا۔ اس کی مدد سے اور کچھ نہ سہی تو ہم سی آئی اے کے ہیڈ کوارٹر کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔''

''مجھے شبہ ہے کہ وہ تمہارے کسی کام آسکے۔ وہ لاکھ ہیروئنچی سہی' ابھی اس کے ہوش وحواس پوری طرح کام کررہے ہیں۔ وہ اس درجے کو نہیں پہنچا جہاں انسان کسی مردے سے بھی بدتر ہوجاتا ہے۔ وہ کسی ایسے چکر میں اپنی ٹانگ نہیں پھنسائے گا جو اس کی اچانک روانگی کی راہ میں حائل ہو۔'' میں نے سوچتے ہوئے اپنی رائے دی۔

''اگر وہ میرے جال میں پھنس جائے تو مجھے آگے بڑھنے کی اجازت ہے؟'' اس نے پرجوش لہجے میں سوال کیا۔

''تم بالکل آزاد اور خود مختار ہو۔ ہاتھ پیر بچا کر جو کچھ کرسکتے ہو کر گزرو۔'' میں نے کہا ''لیکن میری ایک بات ضرور یاد رکھنا کہ ریٹا کا مشورہ تمہارے لیے ہر وقت کارآمد ثابت ہوگا۔''

''یہ بات اسے بھی بتا دو۔ میں اس کا ہر معقول مشورہ ماننے کے لیے تیار ہوں۔ اس نے کوئی حکم دیا تو میں اس پر کان نہیں دھروں گا۔''

''وہ حکم نہیں دیتی' اس کا انداز ایسا لگتا ہوگا۔'' میں نے اسے سمجھایا۔

''صرف میرے ساتھ اس کا رویہ تحکمانہ ہوتا ہے۔ تم سے وہ دب کر بات کرتی ہے۔ میں ننھا سا بچہ نہیں ہوں، ان باتوں کو خوب سمجھتا ہوں۔'' سلطان شاہ نے جواب دیا ''لو وہ مجھ سے فون مانگ رہی ہے۔ اس سے بھی بات کرلو۔''

''البرٹو کی کہانی سن لی تم نے؟'' لمحہ بھر کے توقف کے بعد ویرا کی آواز سنائی دی ''یہ ساری تفصیل میں نے آج پہلی بار سنی ہے۔ اس بھکاری کے نام کے سوا مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔''

''تم اپنا رویہ نرم رکھا کرو۔ تم نے سن لیا کہ وہ تمہارے جارحانہ رویے سے نالاں ہے۔ پردیس میں تم دونوں کو مل جل کر رہنے کی کوشش کرنا چاہیے۔'' میں نے اسے سمجھایا۔

میری وہ بات سلطان شاہ کے کانوں تک نہیں پہنچی تھی اس لیے ویرا نے بردباری سے سن لی اور بولی ''مفاہمت

Downloaded from https://paksociety.com

دوطرفہ ہوتی ہے۔ یہ میری بات سنے گا تو میں بھی اس کی بات ضرور سنوں گی۔ اسے بھی احساس ہونا چاہیے کہ ہم اپنے ملک سے باہر ہیں۔''

میں نے اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی لیکن تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ وہ نرمی کی زبان سمجھتا ہے۔ تم نے پیر میں موچ آجانے کا بہانہ کیا تو اس نے دل وجان سے تمہاری خدمت کی تھی۔''

''اب اس قصے کو چھوڑو۔'' ویرا نے خفّت آمیز لہجے میں کہا'' پتا نہیں کس رو میں وہ بات ہوگئی۔''

''اور باتیں بھی گنوائی جاسکتی ہیں۔'' میں نے موقع پاکر اسے مزید شرمندہ کرنا چاہا'' ابھی تم نے کہا تھا کہ تمہیں البرٹو کے نام کے سوا کچھ نہیں بتایا گیا۔ حالانکہ کئی باتیں تم نے خود مجھے بتائی تھیں کہ اکبر اس پر سرمایہ کاری کرنا چاہتا ہے' اسے فٹ پاتھ سے ہوٹل میں لے جائے گا وغیرہ وغیرہ۔''

''میں دیکھوں گی کہ اس بارے میں کیا کیا جاسکتا ہے' میں تحمل سے کام لینے کی کوشش کروں گی۔'' اس نے میری بات کا غیر متعلق سا جواب دیا۔ غالباً وہ سلطان شاہ کی موجودگی میں کوئی اعتراف کرکے سکی مول لینے سے گریز کررہی تھی۔

''تم دونوں کے لیے ایک دوسرے کی لغزشوں کو نظر انداز کرنا ناممکن ہوجائے تو بہتر یہ ہوگا کہ کچھ دنوں کے لیے دونوں ساتھ چھوڑ دو۔ الگ الگ رہو گے تو تمہیں ایک دوسرے کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ ہوجائے گا۔''

''تمہارا یہ مشورہ شاندار ہے۔ اس پر تفریحاً بھی عمل کیا جاسکتا ہے۔'' اس کی مسرت آمیز آواز آئی'' تم بھی صدف کے ساتھ یہ گر آزما کر دیکھو۔''

''ہمیں ایسی احمقانہ تفریح کی ضرورت نہیں ہے' ہمارے درمیان مکمل مفاہمت ہے۔'' میں نے ہلکی سی ناگواری سے جواب دیا اور فون بند کردیا۔

''پاسپورٹ ایک عالمی مسئلہ ہے۔'' غزالہ کے کچھ پوچھنے سے پہلے میں نے مسکراتے ہوئے کہا'' اس کے بغیر دیار غیر میں ہر شخص مفلوج ہوکر رہ جاتا ہے۔''

''کیا وہ دونوں بھی کسی مسئلے سے دوچار ہیں؟'' غزالہ نے چونک کر پوچھا۔

''ان کا یک جا ہونا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ ان کے لیے وہی کافی ہے۔ وہاں سی آئی اے والوں نے البرٹو کا پاسپورٹ ضبط کیا ہوا ہے' یہاں ڈان نے ہمارے ساتھ یہی حرکت فرمائی ہے۔ وہ امریکا سے بھاگ سکتا ہے نہ ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں۔''

''ابھی آپ کے منگیتر کی حالت خطرے سے باہر نہیں ہے۔ ان کا دوران خون تیز نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے آپ یہ کوٹ پہن کر عیادت کے لیے جائیں۔''

''اس کے بارے میں آپ دیر تک باتیں کرتے رہے ہیں۔''

وہ غزالہ کا اشارہ تھا۔ وہ سب کچھ جان لینے پر اصرار نہیں کرتی تھی۔ میرے لیے اس کا وہ اشارہ کافی تھا۔ میں نے اسے اپنی تازہ ترین معلومات سے آگاہ کرنا شروع کردیا۔

البرٹو کی ذات سے مجھے کوئی بڑی امید نہیں تھی۔ وہ ستم روزگار کا ستایا ہوا ایک غیر ملکی تھا جو نجات کی راہ تلاش کرنے کے لیے نیویارک میں بھٹک رہا تھا۔ سلطان شاہ سے ہوتی ہوئی اس کی جو کہانی مجھ تک پہنچی تھی وہ بہت خوفناک اور سنسنی خیز تھی۔

سی آئی اے کے ستائے ہوئے بہت سے ممالک آئے دن یہ شکوہ کرتے رہتے تھے کہ سی آئی اے کے اہل کاران کے قوانین کو پامال کرکے' وہاں سیاسی اور سماجی سازشوں میں مصروف ہیں۔ دنیا بھر میں یہ تاثر عام تھا کہ سی آئی اے امریکا سے باہر امریکی مفادات کے حصول کے لیے ہر جائز اور ناجائز سرگرمی میں مصروف رہتی ہے۔

البرٹو کی کہانی سے ظاہر ہورہا تھا کہ وہ بدنام زمانہ امریکی ادارہ اپنے ملک میں بھی نہایت سفاکی کے ساتھ اپنے پروگرام پر عمل کررہا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

ایک گمنام اور نشے باز غیر ملکی کو اپنے ملک میں لاکر ماہر فلکیات کی حیثیت سے اس کا قد کاٹھ بڑھانے کی اخباری مہم ہر اعتبار سے قابل ملامت تھی۔ اسے شہرت دلانے کے بعد اس کی پیش گوئیوں کی آڑ میں اپنے مخالفوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا عمل انتہائی گھناؤنا تھا۔ وہ اپنے شکار کو پراسرار انداز میں مار ڈالتے تھے اور موت کے اسباب ہمیشہ فطری یا اتفاقی قرار پاتے تھے۔

میرا اندازہ تھا کہ ان کا وہ طریقہ واردات نیا نہیں تھا۔ البرٹو سے پہلے وہ کسی اور انداز میں کام کررہے ہوں گے' البرٹو کے بعد وہ کسی اور مہرے کو آگے لے آتے۔ جو لوگ اپنے ملک میں' اپنے ہی ہم وطنوں کو اتنے اطمینان سے ٹھکانے لگا سکتے تھے' وہ دوسرے ملکوں میں جو کچھ نہ کرگزرتے کم تھا۔

یہ غنیمت تھا کہ وہ پاکستان میں اپنی بے رحمیوں کو آزادی کے ساتھ بروئے کار نہیں لا سکے تھے۔ ان کی کھل کر مزاحمت کی گئی تھی اور ان کے کئی افسر مارے گئے تھے۔

اگر باخبر حلقوں میں یہ کہا جاتا تھا کہ امریکا میں حکومت ری پبلکن یا ڈیموکریٹ پارٹی کی نہیں ہوتی' پس پردہ حکمرانی ہمیشہ سے سی آئی اے کی چلی آرہی ہے۔ اس کا سربراہ امریکی صدر سے زیادہ طاقت ور ہوتا ہے تو یہ بے جا نہیں تھا۔

''ہمیں ڈان کے چنگل سے نجات مل گئی تو ہم امریکا نہیں جائیں گے۔'' رات کو بستر پر دراز ہونے کے بعد غزالہ نے اعلان کیا ''جس ملک میں سرکاری اہل کار بربریت میں مصروف ہوں' وہاں انسانی جان کی کیا قدر و قیمت ہوسکتی ہے!''

''امریکا میں سب سے زیادہ انفرادی اور اجتماعی آزادیاں حاصل ہیں اور دنیا بھر سے لوگ جوق در جوق وہاں جارہے ہیں۔ کسی کا بال بیکا نہیں ہوتا۔ سرکاری بھیڑیے صرف ان لوگوں کو اپنا شکار بناتے ہیں جن سے ان کا کوئی بڑا اور گہرا اختلاف ہو۔''

''البرٹو کی آڑ لے کر انہوں نے قلیل مدت میں کئی افراد کو ٹھکانے لگایا ہے۔''

''یہ ایک اتفاق ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے برسوں کا ہدف پورا کیا ہو۔ ہر ہفتے عشرے کوئی مخالف مرنے لگا تو امریکا میں کہرام برپا ہوجائے گا۔'' میں نے سگریٹ کا ایک گہرا کش لے کر کہا ''عام حالات میں ایسے واقعات کی شرح سال بھر میں ایک دو سے زیادہ نہیں ہوگی۔ تم کو ایسے واقعات سے خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟''

''یہ خوف نہیں' کراہت ہے۔'' غزالہ نے جواب دیا ''میرا امریکی سیاست اور معاشرت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ صدف نامی ایک سیاح خاتون سے ان اونچے مجرموں کو کیا پرخاش ہوگی!''

''میں تمہیں یہی بات سمجھانا چاہ رہا تھا۔'' میں نے اس کی ذہانت کو سراہتے ہوئے جواب دیا۔

''صدف اور علی احمد کے لیے امریکا میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

''کیا آپ مجھے امریکا کے سفر پر اکسا رہے ہیں؟'' غزالہ نے ہنس کر پوچھا۔

''اکسانے کی کیا ضرورت ہے؟ کل تک یہ تمہاری خواہش تھی۔'' میں نے کہا ''وہاں جاؤ یا نہ جاؤ مگر اپنے ذہن کو کھلا رکھو۔ آج کل امریکا میں شیطان صفت لوگ غالب ہیں لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے' وہاں اچھے بلکہ بہت اچھے انسانوں کی ایک بڑی تعداد بستی ہے۔ ایک دن یہ اکثریت اس مکروہ اقلیت پر غالب آجائے گی۔''

''سچ بتائیں کہ آپ کا دل کیا کہتا ہے۔'' وہ کروٹ لے کر یک بیک میرے قریب ہوگئی۔

''کس بارے میں؟'' میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے سوال کیا۔

''میں یہاں سے امریکا جانے کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔''

''کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ہمیں یہاں سے نکل کر کہیں نہ کہیں تو جانا ہی ہے۔ ویسے بھی میں نے امریکا ایک بار دیکھا ہے' دوبارہ دیکھنے کی ہوس ہے۔''

''مجھے معلوم تھا کہ آپ کا جواب یہی ہوگا۔'' میرا جواب سن کر وہ ہنسنے لگی۔

''کیا تم کو دلوں کی بات جاننے کا علم آگیا ہے؟''

''ویرا وہاں ہے' اس سے آپ کی نوک جھوک چلتی رہتی تھی۔ روز مرہ زندگی میں کچھ نہ کچھ ہلچل سی رہتی تھی۔ آپ اسے ضرور مس کرتے ہوں گے۔''

''تم نے خود اپنے سوال کا جواب دے دیا۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا ''ہر شخص کا اپنا مقام ہوتا ہے۔ وہ چمچن سے بیٹھنے والی عورت نہیں ہے۔ ہر وقت کسی نہ کسی سے الجھتی رہتی ہے۔ کوئی اور میسر نہیں ہے تو اب اس کا سارا غزلہ سلطان شاہ پر گررہا ہے۔ اس کی کمی تم بھی محسوس کرتی ہوگی۔''

''مجھے چھوڑ دیں۔ اس وقت میں آپ کی بات کررہی ہوں۔''

''تم جس مفہوم میں سوال کررہی ہو' میرا جواب نفی میں

Downloaded from https://paksociety.com

ہے۔''

''پتا نہیں آپ کو کیا مفہوم مل گیا۔ میرا سوال سیدھا سادا تھا۔''

''سنو!'' میں نے اس کا کان کھینچ کر کہا ''آج تم میری بیوی ہو۔ میں تمہیں اس وقت سے جانتا ہوں جب تم صرف کرنل زوارزیدی کی بیٹی ہوا کرتی تھیں۔ مجھ سے ایسی ذومعنی باتیں نہ کیا کرو۔''

''میں نے کوئی ذومعنی بات نہیں کی' میرا کان چھوڑیں زخمی ہوجائے گا۔''

اس رات ہم دیر تک جاگتے اور باتیں کرتے رہے۔ اس دوران میں میرے ذہن میں دو باتیں گردش کررہی تھیں۔ سب سے میرا رابطہ ہوگیا تھا مگر میں نے جہانگیر کی کوئی خیر خبر نہیں لی تھی جو اسٹیشن فور سے اپنے گھر منتقل ہوچکا تھا۔ کراچی اور بنکاک کے وقت میں فرق کی وجہ سے میں اس وقت بھی اسے فون کرسکتا تھا لیکن اس وقت میں غزالہ سے باتیں کرکے لطف اندوز ہورہا تھا۔ وہ کبھی کبھی ایسے موڈ میں آتی تھی۔ میں اس تسلسل کو توڑنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے فیصلہ کرلیا کہ اگلے دن میں اس سے بات کروں گا۔

دوسری بات کا تعلق ڈان سے تھا۔ یہ ناممکن تھا کہ اسے اپنے ذرائع سے موتی محل میں ہونے والے دھماکے کی خبر نہ ملی ہو' چاؤفان نے بھی اپنے طور پر اسے آگاہ کیا ہوگا۔ اس واقعے کو رونما ہوئے کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ ڈان نے فون کیا تھا نہ اس کا کوئی پیغام آیا تھا۔ مجھے ایک خلش سی تھی۔ چاؤفان نے وہ واقعہ میری ذات سے منسوب کرکے مجھے یہ امید دلائی تھی کہ دشمن کے گھر میں بارود پھٹنے کی خبر ڈان کا دل خوش کردے گی' اسی خوشی میں وہ میرے لیے کچھ بھی کرسکتا تھا۔ اس بارے میں ڈان کی طرف سے مکمل خاموشی مجھے خلجان میں مبتلا کررہی تھی۔

اگلی صبح دس بجے میں ناشتا کرنے کے بعد اخبار پڑھ رہا تھا کہ انٹرکام پر چاؤفان کی کال آگئی۔

''ماسٹر! جلدی نیچے آؤ۔'' وہ گھبرائی ہوئی آواز میں تیزی سے کہہ رہا تھا ''میری گاڑی میں بڑا آدمی تمہارا انتظار کررہا ہے۔''

اس نے ڈان کے لیے بڑے آدمی کا استعارہ استعمال کیا تھا۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ گوشہ نشین ڈان خود چل کر میرے ہوٹل کے دروازے پر آیا تھا۔ میرے لیے وہ بات ناقابلِ یقین تھی۔

ڈان اس قدر محتاط تھا کہ اس نے مجھے اور چاؤفان کو کہیں

انسانیت کے ان دشمنوں کی داستان جو اپنے مفادات کے لیے ہر وہ عمل کرتے ہیں جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا

موت کے سوداگر

13واں اور 14واں حصہ شائع ہوگیا ہے

مصنف: اقلیم علیم

قیمت فی حصہ -/60 روپے ڈاک خرچ فی حصہ 23/- روپے

ٹھنڈی یخ کے افسوں کا رفرما علی عمیر کی جادو اثر سرگزشت

46واں حصہ شائع ہوگیا ہے

ڈیوٹا

قیمت فی حصہ -/60 روپے ڈاک خرچ فی حصہ 23/- روپے

46 حصے کتابی شکل میں دستیاب ہیں

جاسوسی ڈائجسٹ کا تہلکہ خیز سلسلہ

9 حصے کتابی شکل میں دستیاب ہیں

آتش فشاں

ٹمبر کی فضاؤں میں سانس لیتے دلدلی ایک سراسیمگی کی لرزہ خیز سرگزشت

راوی: وجدان علی
تحریر: حسام بٹ

10واں حصہ یکم اگست 2005ء کو شائع ہورہا ہے

کتابیات پبلی کیشنز

فون: 021-5804300

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

kitabiat1970@yahoo.com

C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے)

Downloaded from https://paksociety.com

بھی اپنا نام لینے سے منع کیا ہوا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ راجن سے محاذ آرائی کے قصے میں کہیں بھی اس کا نام آئے۔ ایک طرف اس کی وہ غیر معمولی احتیاط میرے پیش نظر تھی' دوسری طرف وہ خود چاؤ فان کی گاڑی میں سوار ہو کر میرے ہوٹل آ پہنچا تھا۔ تاخیر سے سہی مگر ڈان نے غیر معمولی ردِعمل کا مظاہرہ کیا تھا۔

چاؤ فان کا وہ پیغام سنتے ہی میرے ہاتھ پیر پھول گئے۔ میں نے تیار ہو کر ذرا سی دیر میں نیچے پہنچنے کا وعدہ کر کے فون بند کر دیا۔

مجھے ہڑبڑا کر پتلون پہنتے دیکھ کر غزالہ نے گھبرائے ہوئے انداز میں پوچھا ''کیا ہوا..... یہ کس کا فون تھا؟''

''چاؤ فان' ڈان کو اپنی گاڑی میں لے کر آیا ہے۔'' میں نے کہا۔

''خدا خیر کرے!'' غزالہ کے منہ سے بے اختیار نکلا' ''یہ پردہ نشین اپنی ساری احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر یہاں کیسے آ گیا!''

میرے پاس غزالہ کے سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ میں خاموشی سے اپنی تیاری میں لگا رہا۔

چاؤ فان کے پیغام میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ میں چند لمحوں میں پتلون اور جوتے پہن کر کمرے سے نکل کھڑا ہوا۔ میں تیز قدموں سے ہوٹل کی لابی عبور کر کے صدر دروازے سے باہر نکلا تو پورچ میں چاؤ فان کی کالی اکارڈ کا دور تک پتا نہیں تھا۔ میں وہاں رکے بغیر آگے نکلتا چلا گیا۔

ہوٹل کے احاطے کے باہر' چاؤ فان کی گاڑی اپنی مخصوص جگہ پر کھڑی ہوئی تھی۔

اس وقت ہر طرف دن کی چمکیلی دھوپ پھیلی ہوئی تھی لیکن چاؤ فان کی گاڑی کے شیشے اتنے گہرے سیاہ تھے کہ دور سے اندر کا کوئی منظر نظر نہیں آ رہا تھا۔ سیاہ شیشوں کے پیچھے نظر آنے والے موہوم دھبوں سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ عقبی نشست پر بھی کوئی شخص موجود تھا۔ وہاں شیشوں کی تاریکی میں دو تاریک تر دھبوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

میں مشینی انداز میں اکارڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

میں سیلز مین اور اس کی اوپری منزل میں ڈان کا دبدبہ دیکھ چکا تھا۔ کار کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اکارڈ کا پچھلا دروازہ کھول کر ڈان کو تعظیم دوں یا اگلا دروازہ کھول کر پہلے چاؤ فان سے بات کروں۔

چاؤ فان سیاہ وِنڈ اسکرین کے پیچھے سے مجھے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ میرے قریب پہنچتے ہی اس نے اپنے برابر والی نشست کا دروازہ کھول کر میری الجھن دور کر دی۔

میں نے کھلے ہوئے دروازے میں سے اپنی گردن اندر ڈال کر ڈان سے مخاطب ہونے کا ارادہ کیا تھا کہ ڈان کی دھیمی آواز گونجی ''گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔''

میں چاؤ فان کے برابر والی نشست پر بیٹھ گیا۔ گاڑی کا بے آواز انجن چل رہا تھا' باہر کے گرم موسم کے مقابلے میں اندر بہت زیادہ ٹھنڈک تھی۔

گاڑی میں بیٹھنے کے بعد میرے لیے اپنی گردن گھما کر پیچھے دیکھنا معیوب ہوتا۔ میں نے اندر بیٹھے ہوئے کن انکھیوں سے عقبی نشست کا اڑتا ہوا جائزہ لیا تو ڈان آدھی آستین کی قمیص اور جینز میں ملبوس کسی ہیوی ویٹ باکسر کی طرح دھنسا ہوا نظر آیا۔

''گڈ مارننگ!'' میں نے اندر بیٹھتے ہی ہلکی آواز میں کہا۔

ڈان نے جواب نہیں دیا۔ میرے سوار ہوتے ہی چاؤ فان گاڑی کو حرکت میں لا چکا تھا۔

وہ پہلا موقع تھا کہ میں چاؤ فان کے ساتھ ڈان سے مل رہا تھا۔ شاید اسی وجہ سے ڈان بھی محتاط تھا۔ وہ چاؤ فان کو غیر ضروری اندازے لگانے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔

''کئی دنوں پہلے چاؤ فان نے تم کو ہوٹل چھوڑ کر کسی گیسٹ ہاؤس میں جانے کے لیے کہا تھا؟'' کار کے خنک کیبن میں ڈان کی سرد اور غراتی ہوئی آواز گونجی۔

اس کا سوال سن کر مجھے خوشی ہوئی کہ چاؤ فان غیر ذمے دار نہیں تھا۔ اس نے موقع پاتے ہی مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا تھا۔

''ہاں ڈان!'' میں نے بے جان لہجے میں کہا ''میں پردیسی ہوں' یہاں کی اونچ نیچ کے بارے میں چاؤ فان مجھے بتاتا رہتا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ فائیو اسٹار ہوٹلوں میں وہ لوگ رہتے ہیں جو دنیا کے ہر بڑے شہر کو ایک جیسا دیکھنا چاہتے ہیں۔''

''علی! میں نے تم کو اپنی آنکھ کا تارا کہا تھا۔'' ڈان اس بات کو وہیں ختم کر کے کہہ رہا تھا ''تم نے اس بات کو پورا کر دکھایا ہے۔ موتی محل میں ہونے والے دھماکے نے میرے دل میں لگی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔ یہ چاؤ فان' اولو کا پٹھا بزدل ہے' دو سالوں میں یہ وہاں ایک سنکر بھی نہیں مار سکا۔''

''میں نے کچھ نہیں کیا..... اس عزت افزائی پر میں تمہارا شکر گزار ہوں۔'' میں نے موتی محل والے واقعے کے بارے میں سچ اس کے کانوں میں ڈال دیا۔

''مجھے معلوم ہے کہ تم نے کچھ نہیں کیا ہوگا۔ اس وقت تم میرے پاس تھے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمہارے لیے یہ

Downloaded from https://paksociety.com

بڑا کام کرنے والے کون لوگ تھے؟''

''وہ ایک آدمی ہے۔ اس کے بارے میں' میں تمہیں بتا چکا ہوں۔'' میں نے اسد کا نام لیے بغیر کہا۔

''میں تم سے خوش ہوں..... بہت خوش..... اتنا خوش کہ تم اندازہ نہیں لگا سکتے' مانگو..... انعام میں تم کیا مانگنا چاہتے ہو؟''

''بنکاک میں تمہاری حمایت اور محبت میری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔'' میں نے ڈان کے لیے خوشامد کا سب سے موثر ہتھیار استعمال کرنا شروع کر دیا۔

''وہ شروع سے تمہارے لیے ہے..... کچھ اور مانگو۔'' ڈان فیاضی کے مظاہرے پر تل گیا تھا۔

''میرے پاس مانگنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ میں مارنے یا مرجانے کے ارادے سے' اپنی کشتیاں جلا کر یہاں آیا ہوں۔ دشمن کو مار لیا تو پھر سوچوں گا کہ نئی زندگی کے لیے کیا مانگا جائے۔'' میں نے مکاری سے کام لیتے ہوئے تمہید باندھی' چند لمحوں کے لیے ڈرامائی خاموشی اختیار کی پھر اداس لہجے میں کہا ''ہو سکے تو دونوں پاسپورٹ مجھے لوٹا دو۔''

''میں وہ ساتھ لے کر نہیں پھر رہا۔'' اس نے دبنگ لہجے اور نیچی آواز میں جواب دیا ''ملنے آؤ گے تو لے لینا۔ وہ تمہارے ہیں' تمہارا انعام اب بھی باقی ہے۔''

''انعام دینا ہے تو اپنی مرضی سے دے دو' میں تم سے امان کے علاوہ اور کیا مانگ سکتا ہوں!''

''بہت قناعت پسند ہو!'' ڈان کے ان الفاظ کے ساتھ ہزار بھات کے نئے نوٹوں کی ایک گڈی پیچھے سے میرے قدموں میں آ گری۔ اس نے اپنی بات جاری رکھی ''یہ ایک لاکھ بھات تمہارے ہیں۔ انہیں خرچ کر کے تم اپنی بددماغ بیوی کو خوش کر سکو گے۔''

''خدا تمہیں کھویا ہوا مقام عطا کرے۔'' میں نے نوٹوں کی گڈی اٹھا کر کسی خاندانی فقیر کی طرح ڈان کو دعا دی۔ ''ہوٹل میں تمہارا مہمان ہوں۔ میرا کوئی خرچ نہیں ہے۔ یہ رقم اسی کی ذہنشو دی خرید نے پر خرچ ہو گی۔''

وہ میری بیوی کے ذکر کا کوئی محل نہیں تھا۔ ڈان نے انعام کی رقم دے کر بلاوجہ اس کا تذکرہ کیا تو میں نے بھی جواب میں زالہ کی ہجو کہہ ڈالی۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی تھی کہ میری طرف سے ڈان کے ذہن میں پرورش پانے والے سارے شکوک و شبہات زائل ہو چکے تھے اور وہ کھلے دل کے ساتھ ہمارے پاسپورٹ لوٹانے پر آمادہ ہو گیا تھا۔

''یہ رقم حقیر ہے' اپنے کاموں پر میری خوشی کا اندازہ تم کو اس بات سے لگا لینا چاہیے کہ تمہیں اپنے پاس بلانے کے بجائے آج میں خود تمہارے پاس آیا ہوں۔''

''اس عزت افزائی پر میں ساری عمر ناز کرتا رہوں گا۔'' ایک ایک کر کے میں اپنے ترکش کے تیر چلا رہا تھا ''جب تک میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں نہیں دیکھ لیا' مجھے چاؤ فان کی بات کا یقین نہیں آیا۔ کسی نے تمہیں دیکھ لیا تو مشکل ہو جائے گی۔''

''میں جب باہر نکلتا ہوں' چاؤ فان کی اسی گاڑی میں نکلتا ہوں' کالے شیشوں کے پیچھے کون مجھے دیکھ سکتا ہے۔ میرا سایہ دیکھ لے تب بھی مجھے نہیں پہچان سکتا۔ اس نے پرغرور لہجے میں کہا ''تم نے اپنے آدمی سے میرے لیے کام کرنے کے بارے میں بات کی ہے؟'' یکایک وہ سوال کر بیٹھا۔

وہ زیرک آدمی تھا۔ میری طرح اس نے بھی چاؤ فان کی موجودگی میں اسد کا نام نہیں لیا۔

''اس نے ہاتھ جوڑ کر معذرت کی ہے۔ یہ زندگی اسے پسند نہیں ہے۔''

''حالانکہ وہ خود بہت سفّاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔'' ڈان بولا ''تم کو پتا ہے کہ وہ ریموٹ کنٹرول بم تھا۔ جو اسے موتی محل میں لے گیا تھا وہ خود بم کے ساتھ اڑ گیا۔ تمہارے دوست نے اس آدمی کی بے خبری میں ریموٹ کنٹرول استعمال کر ڈالا۔ یہ غلطی تھی یا دانستہ ایسا کیا گیا؟''

''مجھے معلوم ہے۔'' میں نے مجرمانہ ندامت کے ساتھ کہا ''یہ اس کی مجبوری تھی۔ اسے راجن کے اثر و رسوخ کا علم ہے۔ وہ اپنے خلاف کوئی ثبوت چھوڑنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ اس آدمی نے بم اندر لے جانے پر آمادہ ہو کر اپنے مالک سے غداری کی تھی۔ ایک غدار کے لیے بڑی سے بڑی سزا بھی کم ہوتی ہے۔''

''خوب!'' ڈان میرے جواب سے محظوظ ہوتے ہوئے بولا ''غداروں کے لیے یہ فلسفہ مجھے پسند آیا۔ ان سے کام لو اور انہیں اڑا دو۔ پالو گے تو وہ کل تم سے بھی غداری کریں گے۔''

میری اور ڈان کی نگاہیں چار نہیں ہو رہی تھیں۔ ہم دونوں اگلی اور پچھلی نشستوں پر تھے۔ ہمارے درمیان براہِ راست سلسلہ کلام جاری تھا۔ اس دوران میں چاؤ فان کی ساری توجہ سڑک پر مرکوز رہی۔ وہ کسی بت کی طرح' تناؤ کے عالم میں سیٹ پر اکڑا ہوا بیٹھا تھا۔ گاڑی میں ڈان کی موجودگی اس کے اعصاب پر بری طرح اثر انداز ہوئی تھی۔ وہ دھیمی رفتار سے محتاط ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

''چاؤ فان!'' قدرے خاموشی کے بعد ڈان نے پہلی بار اسے مخاطب کیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''یس ڈان!'' اس کے ہونٹوں سے لرزتی ہوئی آواز برآمد ہوئی۔

''تو سن رہا ہے نا عقل کی یہ باتیں!'' ڈان نے اس سے تصدیق چاہی۔ ان میں صدیوں کا تجربہ رچا ہوا تھا۔ تیرے ماسٹر کے جاں نثار بھی اسی کی طرح ذہین ہیں۔''

''یس ڈان۔'' چاؤفان اقرار کر کے رہ گیا۔

''تم نے اپنے کارناموں سے مجھے حیران کر دیا ہے۔'' ڈان دوبارہ مجھ سے مخاطب ہوگیا ''میری اور تمہاری پہلی ملاقات کو شکل سے ایک ہفتہ ہوا ہوگا۔ اس ایک ہفتے میں دنیا ادھر سے ادھر ہوگئی۔ ہر روز چھوٹا راجن کے گرد گھیرا تنگ ہو رہا ہے۔ اب اس کی راتوں کی نیندیں حرام ہو جائیں گی ہم سے پہلے اسے پتا چل گیا ہوگا' موتی محل میں بم لانے والا اس کا اپنا آدمی تھا۔ ایسا ایک آدھ آدمی اور مل جائے تو چھوٹا راجن کا قصہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔''

''تم نے مجھے یہ سب کرنے کا حوصلہ دیا ورنہ میں کئی دن سے بنکاک میں بھٹک رہا تھا اور ایک پھلی بھی نہیں توڑ سکا تھا۔''

''تم بہت منکسر المزاج اور سعادت مند ہو!''

کھڑکی سے باہر مجھے کچھ مانوس چیزیں نظر آئیں اور میں چونک گیا مجھے شبہ ہو رہا تھا کہ چاؤفان کی گاڑی سیلرز بار جانے والے راستے پر سفر کر رہی تھی۔

کیا ڈان مکاری سے مجھے اغوا کر کے اپنے ٹھکانے پر لے جا رہا ہے ..... ؟ وہ خیال ذہن میں آتے ہی میرے معدے میں اچانک گرہیں سی پڑنے لگیں۔

اس وقت میرے پاس انگلیوں میں پڑی ہوئی دو انگوٹھیوں کے سوا کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ ڈان مجھے تعریف و توصیف کے جال میں الجھا کر اپنے ٹھکانے پر لے جا رہا تھا جہاں رہنے والے چار مسٹنڈوں کو میں خود دیکھ چکا تھا۔

میں نے بوکھلا کر چاؤفان کی طرف دیکھا۔ وہ روبوٹ کی طرح سڑک پر نظریں جمائے گاڑی چلا رہا تھا۔

بے اختیار خیال آیا کہ میں راستے کے بارے میں چاؤفان سے سوال کروں لیکن میں نے اس خیال کو اسی لمحے مسترد کر دیا۔ گاڑی میں ڈان کی موجودگی میں ہم دونوں کا ایک دوسرے سے مخاطب ہونا حفظِ مراتب کے خلاف ہوتا۔ اگر ڈان کے دل میں کوئی کھوٹ آ چکا تھا تو میری اور چاؤفان کی براہِ راست گفتگو سے مزید بگاڑ پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔

وہ میرا سرسری اور ابتدائی مشاہدہ تھا۔ میں نے غور کیا تو مجھے یقین ہوگیا کہ چاؤفان کی گاڑی سیلرز بار کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

میری بے چینی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ دل چاہ رہا تھا کہ چلتی کار کا دروازہ کھول کر نیچے چھلانگ لگا دوں مگر میں اپنے دل پر جبر کر کے بیٹھا رہا۔

''ڈان! میری واپسی کتنی دیر میں ہوگی؟'' جب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے، پر سکون لہجے میں سوال کر ڈالا۔

''کیوں.....؟ کیا تم کو واپسی کی جلدی ہے؟'' ڈان نے جواب دینے کے بجائے سوال کر ڈالا۔

''میرا دوست عام طور پر اسی وقت مجھ سے ملنے آتا ہے۔'' میں نے بہانہ کیا۔

''مجھے سیلرز بار کے دروازے پر اتار کر چاؤفان تمہیں واپس لے جائے گا۔'' ڈان کا جواب سن کر میری جان میں جان آ گئی۔

اگر بات صرف اتنی ہی تھی تو یہ میرے حق میں بہتر تھی۔ سیلرز بار کے دروازے پر میں ڈان کو پاسپورٹوں کے بارے میں یاد دہانی کرا سکتا تھا۔ وہ مسئلہ اسی پھیرے میں حل ہو جاتا۔

گاڑی میں خاموشی چھا گئی تھی۔ ڈان نے بند گاڑی میں سگریٹ نوشی شروع کر دی تھی۔ گاڑی کا ایئر کنڈیشنر چلنے کی وجہ سے اندر دھواں نہیں تھا لیکن جلے ہوئے نفیس تمباکو کی بو تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی۔ میں نے اس خاموشی کا فائدہ اٹھا کر اپنے ارادے کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں غور کرنا شروع کر دیا۔

''آئندہ گفٹ شاپ میں نہ جانا۔'' اچانک ڈان کی آواز ابھری موضوع سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ہدایت میرے لیے تھی۔ اس کی بات جاری رہی۔ ''اس نے دوبارہ تمہیں دیکھ لیا تو وہ سامنا کرانے کے لیے تمہیں پکڑ کر میرے پاس لے آئے گی۔ میں ان فضولیات میں پڑ کر اپنا وقت برباد کرنا پسند نہیں کرتا۔ میرے لیے وہ قصہ ختم ہو چکا ہے۔''

''او کے!'' میں نے سر کو خم دے کر کہا۔

چاؤفان نے سیلرز بار کے قریب پہنچ کر اپنی کار عقبی گلی میں لے جانے کے بجائے مین بار کے مقفل دروازے پر روک دی اور کسی پیشہ ور ڈرائیور کی طرح نیچے اتر کر ڈان کے لیے پچھلا دروازہ کھول کر کھڑا ہوگیا۔

ڈان کے احترام میں، میں بھی گاڑی سے اتر گیا۔

ڈان متکبرانہ انداز میں گاڑی سے اتر کر اپنی جینز کی ایک جیب ٹٹولتا ہوا دروازے کی طرف گیا۔ اس نے پلٹ کر ایک نظر تک نہیں ڈالی۔ جیب سے چابی نکال کر بار کا دروازہ کھولا اور

Downloaded from https://paksociety.com

اندر غائب ہوگیا اس کے پیچھے دروازہ خود بخود بند ہوگیا۔

میرے دل کی بات دل ہی میں رہ گئی۔ ڈان نے اتنا موقع نہیں دیا کہ اس سے پاسپورٹوں کے بارے میں کوئی بات کی جاتی میں اس کے پیچھے جا کر کچھ کہتا تو وہ برہم ہوسکتا تھا کہ ایک بات طے ہوجانے کے بعد مجھے پاسپورٹ واپس لینے کی عجلت کیوں تھی۔

''چلو ماسٹر!'' چاؤ فان نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔ ''اب تمہیں پہنچادوں۔''

''ڈان کے سامنے تمہاری جان کیوں نکلی ہوئی تھی؟'' وہاں سے روانہ ہونے کے بعد میں نے پوچھا۔

''ابھی تم نے ڈان کی محبت دیکھی ہے، غصہ نہیں دیکھا۔ اس کی مرضی کے خلاف بات ہو تو وہ تھپڑ رسید کرتا ہے۔ ایک من کا تھپڑ آدمی کے اوسان خطا کر دیتا ہے۔'' اس نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ ''تم یہ دیکھ لو کہ اس کے باوجود میں نے تمہاری بات ڈان تک پہنچادی۔''

''میں تمہارا شکر گزار ہوں۔'' میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

''اور تم نے یہ بھی دیکھ لیا کہ ڈان تمہارے پاسپورٹ لوٹانے ... کا وعدہ کر کے گیا ہے۔'' اس نے احسان جتایا۔ ''تم اس قصے کو بلاوجہ اپنے دل پر لیے بیٹھے تھے۔''

''میں سیلرز بار کے دروازے سے خالی ہاتھ لوٹ آیا، ڈان چاہتا تو اسی وقت وہ مسئلہ حل کر سکتا تھا۔''

''بڑے آدمیوں کی بڑی باتیں ہوتی ہیں انہیں چھوٹی باتیں یاد نہیں رہتیں۔'' وہ ہنس دیا۔

''برا نہ مانو تو میں ایک چھوٹی سی بات پوچھ لوں!''

''تم میرے ماسٹر ہو..... ایک ہزار باتیں بھی پوچھو گے تو میں جواب دوں گا۔ ڈان نے تمہیں آج جو عزت دی ہے، اس سے مجھے خوف آنے لگا ہے۔ تمہاری شکایت پر وہ میری چمڑی ادھیڑ ڈالے گا۔ تم نے دیکھ لیا ہوگا کہ وہ مجھے زیادہ منہ نہیں لگاتا۔''

میں اس کی بسیار گوئی سے ہمیشہ پریشان ہوجاتا تھا۔ میں نے اس کی باتوں کو نظر انداز کر کے کہا۔ ''میں نے سنا تھا کہ ڈان عورت پر ہاتھ اٹھانے کو بزدلی اور کمینگی سمجھتا ہے۔ مجھے یہ سن کر حیرت ہوئی اس نے گفٹ شاپ والی کو اپنے ایک آدمی سے پٹوایا ہے۔''

''ماسٹر! تم بہت خطرناک آدمی ہو، بال کی کھال نکالتے ہو۔

سطر سطر تاریخی انکشافات، لہو رنگ سچائیاں اور چشم کشا واقعات کا دلچسپ اور عبرت انگیز سلسلہ رواں

"آخری مہارانی"

تحریر: نابید رحمٰن

مہاراجا رنجیت سنگھ کی محبوب بیوی ''مہارانی جنداں'' کی فتنہ گریوں کا قصہ، اس خواہش پرست، مفسد اور بدکردار رانی کی داستانِ حیات جس کے باعث ڈاکو سے مہاراجا بننے والے رنجیت سنگھ کی طاقت ور حکومت زوال پذیر ہوئی

اقتدار کی خاطر خونی رشتوں کے احترام کی پامالی کے خونچکاں واقعات

بہت جلد ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ کے ابتدائی صفحات پر پیش کیا جارہا ہے

Downloaded from https://paksociety.com

ڈان نے محاورے میں آدمی کہا ہوگا۔ وہ عورتوں پر واقعی ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ گفٹ شاپ والی کے پٹنے کا تماشا میں نے کل شام دیکھا تھا۔ اسے ڈان کی تگڑی باورچن نے دکان میں گھس کر مارا تھا۔ اب پتا چلا کہ وہ تمہاری شکایت کا شاخسانہ تھا۔ تم جسے چاہو، ڈان کی نظروں سے گرا سکتے ہو۔''

''تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں، میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم نے اپنا وعدہ پورا کر کے میرا دل جیت لیا ہے۔ میں قول کے پکے مردوں کی قدر کرتا ہوں۔''

واپسی کا سفر چاؤ فان نے اپنے اصل رنگ میں تیز رفتاری اور بے پروائی سے طے کیا۔ ہم خاصے کم وقت میں ہوٹل کے قریب پہنچ گئے۔

''ہوٹل آگیا ہے جانے سے پہلے مجھے اگلا کام بتا دو!'' چاؤ فان نے التجا کی۔

''راجن ایک کل وقتی کام ہے۔ جب کوئی اور مصروفیت نہ ہو تو اس کے پیچھے لگے رہو، جیسے ہی کوئی خاص بات معلوم ہو، مجھے اطلاع دے دو۔'' میں نے کہا۔

گاڑی رکتے ہی میں ایک لاکھ بھات کی گڈی اپنی جیب میں اڑس کر ہوٹل کی حدود میں داخل ہوگیا۔ چاؤ فان تیزی سے آگے روانہ ہوگیا۔

میں اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچا تو دوسری دستک پر غزالہ نے اندر سے سوال کیا۔ میرا جواب سن کر اس نے مسکراہٹ کے ساتھ دروازہ کھولا تو مجھے اس مسکراہٹ کے پیچھے فکر وتشویش کے سائے منڈلاتے ہوئے محسوس ہوئے۔

میں بے تابی سے لپک کر کمرے میں داخل ہوا اور دونوں ہاتھوں سے اس کے بازو تھام کر متوحش انداز میں پوچھا۔ ''کیا بات ہے..... تم خیریت سے تو ہو نا.....؟ تمہارے چہرے سے پریشانی کیوں جھلک رہی ہے۔''

''اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے۔ یہ بتائیں کہ ڈان سے آپ کی ملاقات کیسی رہی۔'' اس نے کسمسا کر اپنے بازو میری گرفت سے چھڑا لیے۔

''ملاقات بہت اچھی رہی۔ تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ یہاں کیا ہوا ہے!''

''آپ پہلے آرام سے بیٹھ کر جوتے وغیرہ اتاریں۔ کوئی گھبرانے والی بات نہیں ہے۔ آپ کے جانے کے بعد یہاں ایک لیڈی پولیس آفسر آئی تھی۔ وہ تھوڑی دیر پہلے گئی ہے۔''

''یہاں پولیس کا کیا کام؟ وہ کیوں آئی تھی؟'' غزالہ سے وہ سوال کرتے ہوئے میں نے طائرانہ انداز میں کمرے کا جائزہ لیا تو میز پر چائے کی دو خالی پیالیوں اور ٹرے میں رکھے ہوئے چائے کے برتنوں کے سوا وہاں سب کچھ معمول کے مطابق تھا۔

''وہ آپ کے جانے کے دس منٹ بعد آئی تھی۔ یہ کارڈ دے کر گئی ہے۔'' غزالہ نے پتائی کے سرے پر رکھا ہوا سفید وزیٹنگ کارڈ اٹھا کر میری طرف بڑھا دیا۔

کارڈ کی تحریر تھائی زبان میں تھی۔ ایک لفظ بھی میرے پلّے نہیں پڑ سکا۔ میں نے کارڈ کو پلٹ کر دیکھا۔ اس کی پشت سادہ تھی۔ میں نے کارڈ احتیاط سے اپنی جیب میں رکھ لیا۔

''دروازے پر دستک ہوئی تو میں سمجھی کہ آپ لوٹ آئے ہیں۔ دروازہ کھولنے پر اس کا مسکراتا ہوا چہرہ نظر آیا۔ وہ سادہ کپڑوں میں تھی اور اندر آنے کی اجازت طلب کر رہی تھی۔ اس کی زبان سے پولیس کا نام سن کر میرا دل دہل گیا۔ میں نے اسے اندر بلانے سے پہلے ہوٹل کی انتظامیہ کے کسی فرد کو بلانے کا ارادہ کیا مگر پھر اسے اندر بلا لیا۔''

''تمہیں کسی کو بلا لینا چاہیے تھا۔ کارڈ پر پولیس کا مونوگرام نہیں ہے۔ وہ سادہ کپڑوں میں آئی تھی۔ یہ دونوں باتیں شک وشبہے والی تھیں۔ میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔'' جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔ اب جلدی سے بتاؤ الوکہ اس کی آمد کا کیا مدعا تھا۔''

''وہ بہت مہذب اور شائستہ عورت تھی۔ اس کا مختصر نام سامے تھا۔ وہ ہوٹل کے مہمانوں میں خوف وہراس پھیل جانے کے اندیشے کی وجہ سے سرکاری وردی اتار کر عام کپڑوں میں ہمارے کمرے تک آئی تھی۔'' غزالہ دھیمے اور پرسکون لہجے میں بتانے لگی۔ ''کسی نے فون پر پولیس آفس کو اطلاع دی تھی کہ ہمارے کمرے میں مقیم جوڑا یعنی ہم دونوں ہیروئن کے اسمگلر ہیں اور اپنے ساتھ لایا ہوا مال مقامی مارکیٹ میں نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ فون گمنام تھا لیکن اطلاع اہم تھی پولیس ایسی فون کالز پر کوئی کارروائی نہیں کرتی۔ اطلاع کی اہمیت کی وجہ سے اس افسر کو ابتدائی چھان بین کے لیے بھیج دیا گیا تھا۔''

میں نہایت تجسس اور فکرمندی کے ساتھ وہ واقعہ سن رہا تھا۔ غزالہ کے خاموش ہوتے ہی میں نے اسے بے تابی سے لقمہ دیا ''جلدی سے پوری بات بتا ڈالو۔''

''مجھ سے ملنے کے بعد اسے یقین ہوگیا کہ وہ اطلاع غلط تھی۔ وہ میری بنکاک آمد کے مقصد اور تفریحی مقامات کے بارے میں باتیں کرتی رہی۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ مطمئن ہو کر شکایت کو بھول چکی ہے۔ میں نے اس کے لیے چائے منگوائی۔ چائے ختم کرنے کے بعد اس نے نہایت معذرت خواہانہ انداز میں کمرے اور سامان کی سرسری اور رسمی تلاشی لینے کی اجازت چاہی۔ ہماری گفتگو اتنی دوستانہ تھی کہ میں انکار نہیں کر سکی۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''یعنی ایک مشتبہ عورت یہاں آئی اور تلاشی لے کر چلی گئی۔'' میں نے تعجب سے کہا۔

''اس نے واقعی بہت سرسری تلاشی لی۔ مجھے اس ٹائم بم کی طرف سے شدید خطرہ تھا جو ڈریسنگ ٹیبل کی دراز میں رکھا ہوا تھا سامے نے وہ دراز بھی کھولی اور بم والے تھیلے کو چھیڑے بغیر بند کردی۔ اسے کہیں کوئی مشتبہ چیز نہیں مل سکی۔''

اس نے تمہارا سوٹ کیس بھی کھلوایا ہوگا۔'' میں نے ناامیدی کے عالم میں پوچھا۔

''اس میں چند کپڑوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں نے وہ بھی دکھادیا۔''

''بیم گن کہاں گئی؟'' میں نے بے صبری سے سوال کیا۔

''وہ میں کل آپ کے ایک کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال چکی تھی۔''

''تم نے رضا کارانہ طور پر اسے سب کچھ دکھادیا اور تمہیں شبہ نہیں ہوا کہ وہ کوئی فراڈ تھی۔''

''سچ پوچھیں تو جب تک وہ یہاں رہی، مجھے اس پر کوئی شبہ نہیں ہوا۔ اس کی زبان سے پولیس کا نام سن کر میں خوف زدہ ہوئی اور میرا ردِ عمل مدافعانہ ہوگیا تھا۔ اسے آپ میرے دل کا چور یا کچھ بھی کہہ لیں، میں نروس ہوگئی تھی۔''

''وہ یہاں سے کوئی چیز اپنے ساتھ بھی لے گئی ہے؟'' میں نے غزالہ کی قابلِ فہم وضاحت کو دل ہی دل میں قبول کرتے ہوئے پوچھا۔

''ایک تنکا بھی نہیں لے گئی۔ تلاشی کے دوران میں وہ بار بار کہتی جارہی تھی کہ اسے پورا یقین ہے کہ ان لوگوں کو غلط اطلاع دی گئی ہے، کمرے میں کچھ نہیں ملے گا۔''

''تمہیں اندازہ ہوا کہ اسے یہاں کس چیز کی تلاش تھی!''

''بظاہر اسے ہیروئن کے سفوف سے بھری ہوئی تھیلیوں کی تلاش تھی۔ میں ڈر رہی تھی کہ کہیں ہمارے دشمن نے ہیروئن کے بہانے پولیس کو ہمارے پیچھے نہ لگایا ہو۔''

''اب صرف ایک دشمن ہے..... راجن! اور وہ ہمارے وجود سے بے خبر ہے۔ اصل بات تم نے خود مان لی ہے کہ تم نروس ہوگئی تھیں۔ آدمی کے اوسان قابو میں نہ رہیں تو سوچنا سمجھنا ناممکن ہوجاتا ہے۔ وہ تمہاری اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر نکل گئی۔''

''اس کے جانے کے بعد مجھے بھی اپنی حماقت کا احساس ہوگیا تھا۔'' وہ واضح طور پر نادم نظر آرہی تھی۔ ''عورت کا رویہ پولیس والوں جیسا نہیں تھا۔ جب تک وہ میرے ساتھ رہی میں اسے اس کی نرمی سمجھ کر اطمینان کے سانس لیتی رہی۔''

سبقت

ماجد صاحب اپنے برابر کے فلیٹ میں رہنے والی بیوہ رضوانہ سے پینگیں بڑھانے کی کوشش کررہے تھے۔ ایک روز سیڑھیوں میں تنہائی میں کچھ دیر گفتگو کا موقع ملا تو ماجد صاحب نے جرات کرکے رسمی باتوں سے آگے بڑھتے ہوئے کہا ''میں جب صبح بیدار ہوتا ہوں تو میرے ذہن میں سب سے پہلا خیال آپ کا آتا ہے۔''

''یہ تو کوئی خاص بات نہیں ہے۔'' رضوانہ ادائے بے نیازی سے بولیں ''اوپر کے فلیٹ میں رہنے والے نیاز صاحب بھی یہی کہتے ہیں۔''

''لیکن آپ یہ بھی تو دیکھیں کہ میں نیاز صاحب سے بہت پہلے بیدار ہوتا ہوں۔'' ماجد صاحب نے متانت سے یاد دلایا۔

''اس نے تمہیں رابطہ کرنے کے لیے کوئی فون نمبر تو دیا ہوگا۔''

''کارڈ پر اس کے دو فون نمبر موجود ہیں۔'' غزالہ نے بتایا۔

''میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ فون نمبر بلکہ پورا کارڈ جعلی ہوگا آنے سے پہلے اسے معلوم تھا کہ تم تھائی زبان سے ناواقف ہو۔'' اسے جواب دیتے ہوئے میں نے اپنی جیب میں سے وہ کارڈ نکال لیا جو ہم دونوں کے لیے یکسر ناقابلِ فہم تھا۔

''مجھ سے غلطی ہوگئی۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔'' میرے لب و لہجے میں تندی سے غزالہ کی پشیمانی میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔

اس کے چہرے کی اڑی اڑی رنگت اور خوف سے پھیلی ہوئی آنکھیں دیکھ کر مجھے اس پر ترس آنے لگا۔ اسے شرمندہ کرکے گزری ہوئی باتوں کو لوٹانا ناممکن تھا۔ میں نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا۔ ''زیادہ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اب جو کچھ ہوگا وہ دیکھ لیا جائے گا۔ تم اپنے ذہن کو اس بوجھ سے آزاد کرکے کوئی خاص بات یاد کرنے کی کوشش کرو تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ اس عورت کو بھیجنے والے کون تھے۔''

''یہ عجیب اتفاق ہے کہ وہ آپ کی غیر موجودگی میں یہاں آئی۔ آپ یہاں ہوتے تو شاید میں اتنی ہراساں نہ ہوتی۔''

اس کی زبان سے اپنی موجودگی اور غیر موجودگی کا ذکر سنتے ہی میرے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا اور میں نے اضطراب کے

Downloaded from https://paksociety.com

عالم میں اپنی جگہ چھوڑ کر کمرے میں نہلانا شروع کر دیا۔ میں جب سے بنکاک آیا تھا ہوٹل سے دیر سے باہر نکلتا تھا۔ وہ کم وبیش میرا معمول تھا اس روز ڈان نے اچانک ہوٹل کے باہر آکر مجھے قبل از وقت کمرے سے روانہ ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ کسی پروگرام کے بغیر، غیر متوقع طور پر آیا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ میری حوصلہ افزائی کے لیے خود میرے پاس چلا آئے گا۔

شاید چاؤفان کو بھی پہلے سے علم نہیں رہا ہوگا کہ ڈان اس کے ساتھ میری طرف آئے گا۔ ڈان نے اسے بلایا اور وہ سیلرز بار پہنچ گیا۔ ڈان کو لے کر اپنی گاڑی میں ہلٹن ہوٹل کی طرف روانہ ہونے کے بعد چاؤفان کے پاس اتنی مہلت نہیں تھی کہ وہ انجانے میں کسی سے اس سفر کی منزل کا تذکرہ کرتا۔

چاؤفان کو صرف منزل کا علم ہو سکا۔ ڈان اسے زیادہ گھاس نہیں ڈالتا تھا۔ غالب امکان یہ تھا کہ دوران سفر، راستے میں ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی ہوگی۔ ہوٹل پہنچ کر کیا کرنا تھا۔ یہ صرف اور صرف ڈان کو معلوم تھا۔

ادھر ڈان اپنے معمول سے ہٹ کر مجھے اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ ادھر جعلی پولیس افسر میرے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی۔ وہ دونوں واقعات اتفاقی نہیں ہو سکتے تھے۔ ان کے درمیان کوئی نہ کوئی تعلق ضرور تھا۔

اس امر میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ ڈان میری غیر معمولی کارکردگی سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ اس نے مسلسل میرے کام کی تعریفیں کی تھیں۔ تازہ ترین ملاقات میں اس نے مجھے ایک لاکھ بھات کے نقد انعام سے نوازا تھا مگر قرائن بتا رہے تھے کہ وہ میرے کام پر کوئی حرف گیری نہ کرنے کے باوجود میری طرف سے مطمئن نہیں تھا۔

پہلے اسے میرے فرار کا اندیشہ ہوا اور اس نے ہمارے پاسپورٹ ضبط کر لیے۔ وہ قصہ پوری طرح نمٹنے نہیں پایا تھا کہ جعلی پولیس افسر کا معاملہ سامنے آ گیا۔

مجھے شبہ ہو رہا تھا کہ وہ ڈان کا پھیلایا ہوا جال تھا۔ اسے یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی کہ میں نے اس کے کسی آدمی کی مدد لیے بغیر موتی محل کے ناقابل تسخیر حفاظتی نظام کو تہس نہس کر کے وہاں ایک خون آشام دھماکا کر دیا تھا۔

غالب امکان یہ تھا کہ ڈان نے اپنے تحفظات کے سلسلے میں چاؤفان کو اعتماد میں نہیں لیا ہوگا۔ بنکاک میں میرے روابط کا سراغ لگانے کے لیے اس نے میرے اقامتی کمرے کی اچانک تلاشی کا منصوبہ بنایا اور مجھے ہوٹل سے نکال کر لے گیا۔

میرے بعد غزالہ کمرے میں رہ گئی تھی۔ وہاں کے جائزے کے لیے کوئی مرد آتا تو شاید وہ اسے کسی قیمت پر اندر نہ آنے دیتی۔ ڈان کے عملے یا معتقدوں میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل تھیں۔

گفٹ شاپ والی کے معاملے میں چاؤفان نے مجھے بتا دیا تھا کہ ڈان کی ایک وفادار نے دل کھول کر اسے اپنے تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ ڈان نے ایسی ہی کسی عورت کو پولیس کے نام پر میرے کمرے کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا اور وہ عورت آسانی سے غزالہ کو ہراساں کر کے لوٹ گئی۔

اگر میرے وہ اندیشے درست تھے تو میں بہت خوفناک صورتِ حال سے دوچار ہو چکا تھا۔ میں بنکاک میں ڈان کا قیدی بن کر رہ گیا تھا۔ وہ چالاک شخص ایک طرف مجھے پچکار رہا تھا تو دوسری طرف میری پس پردہ سرگرمیوں کا کھوج لگانے کے چکر میں پڑا ہوا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اسے کہیں سے میرے اصل عزائم کا موہوم سا سراغ بھی مل جاتا تو وہ میری گردن کٹوانے میں تاخیر نہ کرتا۔

اسی اثنا میں روم سروس کی ویٹرس کمرے سے خالی برتن لے جانے کے لیے آ گئی۔

میرا ذہن ان واقعات میں بری طرح الجھا ہوا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اسی وقت چاؤفان کو فون کر کے طلب کروں اور اسے پورا قصہ سنا کر وہ وزننگ کاڈ دکھاؤں تاکہ اس کے مندرجات کا علم ہو سکے۔

وہ واقعہ میرے لیے بہت سنگین تھا۔ اس پر چاؤفان کا ردِعمل سامنے آنے کے بعد دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا۔

ویٹرس خالی برتن سمیٹ کر پلٹی تھی کہ غزالہ بول پڑی۔

"یہ مقامی عورت ہے۔ کارڈ کی تحریر اسے کیوں نہ دکھائی جائے!"

وہ بالکل سامنے کی بات تھی۔ ویٹرس بہت اچھی انگریزی بولتی تھی۔ چند روز کے قیام کے دوران میں ہمارا روم سروس کے تقریباً تمام عملے سے واسطہ پڑ چکا تھا اور میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ہلٹن میں میزبانی کے فرائض انجام دینے کے لیے دوسری صلاحیتوں کے ساتھ انگریزی بولنی ضروری تھی..... خدوخال کے اعتبار سے ہوٹل کا بیشتر عملہ مقامی تھا۔

"مس! کیا تم ایک کام کر سکتی ہو!" میں نے اسے آواز دے کر کہا۔ وہ دروازے کے قریب رک کر پلٹی اور پلکیں جھپکا کر میری طرف دیکھنے لگی۔

وہ منہ سے کچھ نہیں بولی۔ اس کے ہونٹوں پر بہت دھیمی سی مسکراہٹ تھی۔ اس کی سیاہ آنکھیں استفسار طلب انداز میں

Downloaded from https://paksociety.com

میری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

''یہ کارڈ پڑھ دو۔ میں تھائی زبان سے واقف نہیں ہوں۔''

میں نے کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے برتنوں کی ٹرے ایک کرسی پر ٹکائی اور میرے ہاتھ سے کارڈ لے کر، اس پر ایک سرسری نظر ڈال کر بولی۔ ''یہ کپی کانگ کیونگ مون کمپنی کا کارڈ ہے۔ نیچے کمپنی کا پتا فون اور فیکس نمبر لکھے ہوئے ہیں۔''

میری اور غزالہ کی نظریں چار ہوئیں، ہمارے شبہے کی تصدیق ہوگئی تھی۔

''اس پر کمپنی کے کس عہدے دار کا نام لکھا ہوا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''کسی کا نام نہیں سر! یہ سادہ بزنس کارڈ ہے۔''

''کیا تم اس کمپنی سے واقف ہو؟'' میں نے سوال کیا۔

''نو سر!'' اس نے بے بسی سے اپنے سر کو جنبش دی۔ ''شہر میں ہزاروں تجارتی اور کاروباری ادارے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی مدد نہیں کرسکتی۔ یہ فرم شہر کے مشہور کاروباری مرکز میں واقع ہے یہ کارڈ دیکھ کر ٹیکسی ڈرائیور آپ کو صحیح پتے پر پہنچا دے گا۔''

''میرا شبہ درست ثابت ہوا۔'' ویٹرس کے چلے جانے کے بعد میں نے کہا۔ ''یہ فضول کارڈ ہے جو کہیں سے اس کے ہاتھ لگا ہوگا۔ اس کا ساسے کی ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''اب کیا کیا جائے؟'' غزالہ پریشانی کے عالم میں بولی۔

''مجھے بالکل اندازہ نہیں ہوسکا کہ وہ عورت یہاں کیا دیکھنے کے لئے آئی تھی۔ کوئی ہمارے پیچھے لگ گیا ہے۔ اب ہم یہاں محفوظ نہیں ہیں، ہمیں چاؤ فان کو اعتماد میں لے کر ہوٹل بدل لینا چاہیے۔''

''مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی تیسرا آدمی نہیں ہے۔ عورت ڈان کی طرف سے آئی تھی۔'' میں نے نرمی سے کہا۔ ''ڈان نے عورت کا کام آسان کرنے کے لیے مجھے یہاں سے ہٹایا تھا۔ مجھے اس کو چھوڑنے کے لیے سیلرز بار جانا اور وہاں سے آنا پڑا۔ وہ چاہتا تو مجھے وہیں بلا سکتا تھا۔ اس بہانے سے اس نے اپنی بھیجی ہوئی عورت کو اتنا وقت دے دیا کہ وہ اطمینان سے اپنا کام پورا کرسکے۔''

ڈان کی ذات پر وہ سنگین الزام غزالہ آسانی سے قبول نہیں کرسکی۔ اس نے پے در پے تنقیدی سوالات کا سلسلہ شروع کردیا۔ میں اس بارے میں پہلے ہی خاصی مغز زنی کر چکا تھا۔ میں اسے تسلی بخش جوابات دیتا چلا گیا اور وہ رفتہ رفتہ میری ہم نوا ہوگئی۔

''آپ ہی وہ خاتون ہیں..... جنہوں نے شکایت کی تھی کہ ان کی پلیٹ میں بھنے ہوئے گوشت پر بال نظر آرہے ہیں؟''

''میں ڈان سے نہیں ملی لیکن آپ نے میرے ذہن میں اس کی جو تصویر بنائی ہے، وہ اس حرکت سے میل نہیں کھاتی۔ میرے خیال میں اسے کھرا آدمی ہونا چاہیے۔ اسے آپ پر کوئی شک ہے تو وہ آپ سے کھل کر بات کیوں نہیں کرتا؟''

''یہ اس کی مجبوری ہے۔ وہ میرے ہاتھ سے راجن کا خاتمہ کرانے کا خواب دیکھ رہا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''چوری چھپے میرے خلاف چھان بین کررہا ہے۔ اسے اندیشہ ہوگا کہ اس نے مجھ سے براہِ راست کوئی پوچھ گچھ کی تو میں بھڑک جاؤں گا۔''

''اب آپ کیا کریں گے؟'' اس نے الجھن آمیز انداز میں سوال کیا۔

''خاموش رہنا خطرناک ہوگا۔'' میں نے سگریٹ سلگا کر جواب دیا۔ ''ڈان سمجھ جائے گا کہ ہمارے دل میں کوئی چور ہے۔ میں پرزور انداز میں اس سے شکایت کروں گا۔''

''کیا یہ عجیب بات نہیں ہوگی کہ اس سے اسی کی شکایت کی جائے؟''

''میں اسے اپنے شبہات سے آگاہ نہیں کروں گا۔ میری شکایت کسی نامعلوم حریف کے خلاف ہوگی۔''

واقعہ تازہ تھا۔ شکایت کرنے میں تاخیر مناسب نہیں تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

میں نے چاؤفان کو درمیان میں لانے کا ارادہ ترک کر کے براہِ راست ڈان سے بات کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

موبائل فون پر گھنٹی بجتے ہی وہ لائن پر آ گیا۔

وہ اس کے لیے میری پہلی فون کال تھی۔ جو غیر متوقع طور پر کی جارہی تھی۔ اس نے اکھڑ اور غراتی ہوئی آواز میں کچھ کہا جو میری سمجھ میں نہیں آیا۔ شاید اس نے اپنی زبان میں کچھ کہا تھا۔

''ڈان! میں علی بول رہا ہوں۔'' اس کے خاموش ہونے پر میں نے رسانیت سے کہا۔

''اوہ! بولو، کیا بات ہے؟'' اس بار ڈان نے انگریزی میں جواب دیا۔ میری آواز سن کر اس کا لب ولہجہ نرم ہوگیا تھا۔

''آج غضب ہوگیا۔ تم مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ پیچھے سے ایک بدمعاش عورت، پولیس والی بن کر میرے کمرے میں گھس آئی اور میری بیوی کو دھمکا کر، سامان اور کمرے کی تلاشی لے کر چلی گئی۔'' میں ایک سانس میں کہتا چلا گیا۔

''کیا وہ تمہارے کمرے سے کوئی چیز چرا کر بھی لے گئی ہے؟'' ڈان نے پرسکون لہجے میں دریافت کیا۔ اس نے میری شکایت پر کسی خاص ردِعمل کا مظاہرہ نہیں کیا۔

''ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ میری بیوی کی نظریں بچا کر کچھ لے گئی ہو۔ سامان کا پوری طرح جائزہ لینے کے بعد پتا چل سکے گا کہ کیا کیا غائب ہے۔''

''واقعہ افسوسناک ہے لیکن تمہیں زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.....''

''ڈان! میں بہت پریشان ہوں۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ''وہ کون تھی..... کس مقصد سے آئی تھی..... اسے کس نے بھیجا تھا؟ ان سوالوں نے مجھے بے چین کیا ہوا ہے۔''

''تم صرف میرے دشمن پر نگاہ رکھو۔ تمہارے ان سب مسائل کے ذمے داری مجھ پر ہے۔ میں تم کو پورا تحفظ فراہم کروں گا۔ اپنا سامان چیک کر کے مجھے بتاؤ کہ وہ کچھ لے تو نہیں گئی۔ کوئی چیز غائب ہے تو وہ تمہیں شام سے پہلے واپس مل جائے گی۔''

ڈان کا جواب واضح نہیں تھا لیکن ذومعنی تھی۔ میری کسی بھی گم شدہ چیز کے واپس دلوانے کا وعدہ کر کے اس نے میرے شبہے کو تقویت دی تھی۔

چاؤفان کا اس سے دم نکلتا تھا مگر میری بات مختلف تھی۔ وہ کتنا ہی سفاک اور خون خوار رہا ہو میں نے اس کی انا سے کھیل کر اسے اس حد تک اپنی مٹھی میں لے لیا تھا کہ وہ میری کسی دو ٹوک بات کا برا نہیں مناتا تھا۔ وہ گول مول باتیں کر کے مجھے ٹالنا چاہ رہا تھا۔ میں نے تہیہ کرلیا کہ اس سے بچ نکلوا کر رہوں گا۔

میں نے کہا۔ ''ڈان.....! یہ لاکھوں کی آبادی کا شہر ہے، تم اس بدمعاش عورت کو کہاں ڈھونڈو گے؟ مجھے اس کا سراغ بتاؤ یا اپنے شبہے سے آگاہ کرو۔ میں خود اس کی آنتیں نکال کر سیلرز بار پہنچادوں گا، میں اپنے دشمنوں کا لہو پی جانے کا عادی ہوں۔''

''اس چھوٹے سے معاملے پر اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔'' میرے سخت جواب پر اس نے ہلکے سے تادیبی لہجے میں کہا۔ ''جب میں نے کہہ دیا ہے تو اسے میں دیکھ لوں گا۔''

''تمہارے ذہن میں کوئی خیال سر ابھار رہا ہے تو مجھے بھی اس میں شریک کرلو!''

''علی.....! تم بہت ضدی ہو۔ مجھے یقین ہے کہ سامے نے تمہارے سامان میں سے کوئی چیز نہیں اٹھائی ہوگی۔ وہ آئی اور چلی گئی۔ تم کو اسے بھول جانا چاہیے۔''

''اوہ.....! تم اس کا نام بھی جانتے ہو!'' میں نے تحیر زدہ لہجے میں کہا۔

''میں بلاوجہ کوئی بات نہیں کہتا۔'' اس کی تحکمانہ آواز سرد ہوگئی۔ ''یہاں کس کی مجال ہے جو اس طرح تمہارے کمرے میں گھس سکے۔ سامے کو میں نے بھیجا تھا!''

ڈان کے وہ الفاظ سن کر میں سناٹے میں آ گیا۔ آخر کار میرا شبہ درست ثابت ہوا تھا۔

''مگر کیوں؟ میں نے دبے لہجے میں احتجاج کیا۔ ''اس نے میری بیوی پر ہیروئن کی اسمگلنگ کا گھناؤنا الزام لگایا تھا..... اس کی کیا ضرورت تھی۔''

''اپنی ضرورتوں کو میں تم سے بہتر سمجھتا ہوں۔'' ڈان نے روکھے لہجے میں جواب دیا۔ ''تم بہت دلیر اور بے خوف جوان ہو میں تمہاری قدر کرتا ہوں۔ یہ اچھا ہوا کہ تم نے مجھ سے سامے کی شکایت کردی۔ خاموش رہتے تو مجھے کوئی دکھ دینے والا فیصلہ کرنا پڑ جاتا۔ اب سب ٹھیک ہے۔''

فوری طور پر میری سمجھ میں نہیں آسکا کہ میں ڈان کو کیا جواب دوں۔ ایک طرف وہ میرا مربی اور سرپرست بنا ہوا تھا۔ دوسری طرف میرے خلاف عجیب وغریب سازشیں کررہا تھا۔ ایک ہاتھ سے ایک لاکھ بھات کی گڈی کا انعام دے رہا تھا اور دوسرے ہاتھ سے سامے کو میرے کمرے میں گھسنے کے اشارے دے رہا تھا۔ اس کے دل میں کیا تھا۔ میرے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہوگیا تھا۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

لاہور میری جائے پیدائش ہے۔ والد صاحب کی وفات اور سوتیلی ماں کے مظالم پر میں نے گھر اور شہر چھوڑ کر کراچی میں پناہ لی تو یہاں جہانگیر، داؤد اور نادر سے میری دوستی ہوئی اور ہم چاروں بے روزگاری سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں منشیات فروشوں کی ایک بین الاقوامی تنظیم شی کے ہتھے چڑھ گئے۔ ان لوگوں نے مغربی معاشرے کو ہیروئن کی وبا سے محفوظ رکھنے کے لیے پاکستان میں چرس کی کاشت کا بحران پیدا کر کے ہیروئن کو فروغ دیا اور قدم جمانے کے بعد پاکستان کے خلاف ہر محاذ پر تخریبی کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ ان ہی دنوں سلطان شاہ مجھ سے آ ٹکرایا اور بعد میں میرا دست راست ثابت ہوا۔ شی کے سربراہ جی لائیڈ کی ملک دشمن سرگرمیوں نے مجھے شی سے بغاوت پر مجبور کر دیا جس پر چی لائیڈ میرے لہو کا پیاسا بن گیا۔ میں نے ملک میں اور ملک سے باہر ان کی تخریبی اور دہشت گرد کارروائیوں کا شانہ بنانا شروع کر دیا۔ میرا لگایا ہوا ہر زخم ان لوگوں کے اشتعال میں اضافہ کر دیتا تھا مگر وہ میرا بال بھی بیکا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ قومی مفاد کے اہم ترین مفسوبوں کے تحفظ میں مجھے اول خان نے بہت مدد فراہم کی۔ وہ زندگی سے بے پروا اور دشمن کے لیے جاں بازوں کی ایک ایسی پراسرار فارمیشن کا مقابلہ سر براہ تھا۔ جسے اسپیشل ٹاسک فورس کہا جاتا تھا۔ جی لائیڈ کی بیٹی ویرا بھی ابتدائی دشمنی کے بعد میری حلیف بن گئی۔ ویرا میری دوست بھی مگر غرائر الیک مدت سے میری محبت تھی۔ حالات کی ستم ظریفی کہ ہم دونوں کو مکاؤ میں ڈون کوانگ فونا کی ایک چینی بدمعاش کے دباؤ پر شادی پر مجبور ہونا پڑا۔ دوسری طرف امریکا میں آئرک بیل نامی ایک نسل پرست یہودی دہشت گرد اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر شی کے بے انداز مالی وسائل پر قابو پا کر انہیں ڈیوڈ انسار نامی صیہونی تنظیم کے لیے استعمال کرنے کا خواہاں تھا۔ جی لائیڈ کو صدارتی انتخابات میں کامیابی کی مجبوری کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اس کی پراسرار ہلاکت کے بعد آئرک بیل اس خطے کی بہترین ہیروئن کے پیداواری ذرائع پر قبضہ کرنے کے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر واپس امریکا فرار ہوا، ہم بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری کوششوں سے اس کی بربادیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوڈ انسار اور امریکی حکومت کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدے کے افشا ہونے کے باعث امریکیوں کی نظر میں مقتوب ٹھہرا۔ اپنے مشن کی کامیابی کے بعد ہم پاکستان واپس آ گئے۔ ہمارا اگلا معرکہ بھارتیوں سے ان کے اپنے دیش میں ہوا جس میں ہم سرخرو ہوئے۔ بھارت سے واپسی پر ہمیں علم ہوا کہ پاکستان میں راسخ گرہم عمل تھی اور اس کی پشت پناہی کو برا کے کو ڈنیم تلے ایک پاکستانی سیاست دان کر رہا تھا۔ بہت جلد ہمیں اس کا سراغ مل گیا۔ وہ سوہراج تھا۔ ہم اس پر نگہبدگی سے ہاتھ ڈالنے کا سوچ رہے تھے۔ اسی وقت ہمیں اطلاع ملی کہ جہانگیر کے گھر میں گھس کر اسے اغوا کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ جہانگیر نے ایک بدمعاش کو قابو میں کر لیا تھا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ کام سنیل کے ذریعے سوہراج نے کرایا تھا۔ تاہم ناکامی کے بعد وہ محاذ جنگ پر اتر آیا تھا۔ سوہراج کے خلاف تمام تیاریاں مکمل تھیں اور اس کا ہانکا شروع ہو گیا تھا۔ اس موقع پر اس نے ملک سے فرار کی راہ اختیار کی۔ اس دوران سوہراج واپس لوٹ آیا اور میری آنکھوں کے سامنے اس پر ناکام قاتلانہ حملہ ہوا۔ حملہ آور امر سنگھ کمانڈوز تھے۔ میں نے سیلائٹ فون پر اس سے رابطہ کیا تو وہ مجھ سے سخت ناراض تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں نے اسے کوئی مہلت نہیں دی تھی۔ میں نے اسے سمجھایا کہ حملہ میں نے نہیں بلکہ بک اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے کرایا گیا تھا۔ میں نے سوہراج کے سیکریٹری سنیل کی خوبرو بیوی سے ملاقات کی وہ خاصی کھلی کھلی ہوئی عورت تھی فوراً ہی مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوششیں کرنے لگی اور مجھے بتایا کہ سوہراج کو سنیل کے ساتھ راج محل میں ہی ہونا چاہیے۔ جلال اس دوران راج محل پر چڑھائی کر چکا تھا مگر سوہراج نے راج محل کو راکھ کا ڈھیر بنا کر وہاں سے راہ فرار اختیار کر لی۔ اب وہ زخمی سانپ کی طرح خطرناک ہو چکا تھا۔ اسی دوران سوہراج نے مجھے بتایا کہ اس کا اگلا نشانہ جہانگیر ہوگا۔ ویرا کے لیے یہ دھمکی اضطراب کا باعث تھی۔ وہ اسی وقت جہانگیر کے گھر روانہ ہو گئی۔ ہمارا خیال تھا کہ سوہراج اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے میں کچھ وقت لگائے گا مگر ایسا نہیں ہوا۔ ویرا، سلمیٰ اور جہانگیر کی ہمراہی میں گھر سے نکلی اس کا ارادہ ہوا خوری کا تھا مگر سوہراج کے بارے میں ہمارے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ ان کا تعاقب کیا گیا اور ویرا تعاقب کنندگان میں سے ایک کو جہنم واصل کرنے میں کامیاب ہوئی جبکہ دو مرشد زخمی حالت میں پولیس کے قابو میں آ گیا۔ اسی وقت سنیل کی خوبرو بیوی نے فون کر کے بتایا کہ سنیل اس کے گھر میں موجود تھا۔ میں اور سلطان شاہ اس کو اس کے گھر سے پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس سے سوہراج کا پتا معلوم ہو گیا۔ آئی بی نے وہاں چھاپا مارا مگر سوہراج اپنی ذہانت کے باعث بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے ساتھ اسے میرے خلوص کا بھی یقین آ گیا۔ اسی دوران میں ایس ٹی ایف کا سربراہ کراچی میں وارد ہوا۔ میری اور اس کی ملاقات کے دوران اسٹیشن نور کی حدود میں اس کی گاڑی کو میزائل سے نشانہ بنا کر تباہ کر دیا گیا۔ اس حملے کی ذمے داری گیری ہارٹ نے قبول کر لی۔ دوسری طرف سوہراج نے بتایا کہ ڈرا ایجنٹ کراچی آ چکے ہیں۔ میں نے ان کو پکڑنے کے لیے کوشش کی مگر وہ تیزی دکھا کر میرے ہاتھ سے نکل گئے۔ سوہراج نے بتایا تھا کہ شاید وہ اس کے مشورے کے مطابق کانشن کے علاقے میں تھے۔ ہم ریڈیائی لہروں کے ذریعے سراغ لگانے والی اسپیشل گاڑیوں کے ذریعے ان کا سراغ لگانے اس علاقے میں پہنچ گئے۔ خوش قسمتی سے ان میں سے چار ہی ایک جاں مسلم معرکے کے بعد میرے ہاتھ آ گیا۔ اس سے تفتیش آئی بی ہی کے ذمے داری تھی۔ اسی دوران سوہراج کا سامنا ویرا سے ہو گیا۔ وہ ویرا کو نہیں دیکھ سکا مگر ویرا نے اسے پکڑنے کی کوشش میں اس کی گاڑی تباہ کر ڈالی اور اسے وہ کار سڑک پر چھوڑ کر فرار ہونا پڑا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے رابطہ کیا اور فرمائش کی کہ میں اس کے دوست کی کار اس کے گھر تک پہنچا دوں۔ میں رضامند ہو گیا۔ سلطان شاہ میرے ساتھ تھا۔ میں گاڑی پہنچانے اس کے دوست کے گھر پہنچا تو وہاں خود سوہراج سے ملاقات ہو گئی۔ میں اس سے ڈبی کا ہر کارہ بن کر ملا تھا۔ اس نے باتوں باتوں میں اندازہ لگایا کہ میں اپنی وفاداریاں تبدیل کر سکتا ہوں تو وہ میرے ساتھ میرے ہی شکار پر روانہ ہو گیا تاہم راستے میں شاید اسے کچھ عقل آ گئی اور وہ ہم پر فائرنگ کرتا ہوا فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے دوست کو بھی قتل کر دیا۔ اس دوران را کے دو ریجنٹ کا کچھ پتا نہیں چل سکا تھا۔ ہمیں توقع تھی کہ را اکیلا ہونے کے باعث وہ کوئی کارروائی نہیں کر سکے گا مگر ہمارا یہ اندازہ غلط نکلا اور ایک اہم شخصیت پر ناکام قاتلانہ حملہ ہوا۔ جائے واردات سے امریکن رائفل کی بازیابی ظاہر کر رہی تھی کہ را کے ایجنٹ نے امریکیوں سے مدد طلب کر لی تھی۔ دوسری طرف سوہراج کے گرگے جہانگیر کو اس کے گھر سے اغوا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جہانگیر زیادہ دیر ان کی قید میں نہیں رہ سکا اور ایس ٹی ایف کی مدد سے ہم نے بہت جلد اسے بازیاب کرا لیا۔ اسی اثنا میں میری ملاقات سوہراج سے ہوئی اور اس نے بتایا کہ گرین کو برا فائل اس کے قبضے میں تھی اور وہ اسے اپنے تحفظ کی ضمانت قرار دے رہا تھا۔ دوسری طرف امریکی بہت زیادہ پر پرزے نکال رہے تھے ان کا ایک سفارت کار کرنل دلاور کی تلاش میں اسٹیشن کے اوپر بیل کاپٹر میں چکر لگا رہا تھا۔ اب ان سے پیچھا چھڑانا ضروری تھا لہٰذا کرنل دلاور کی خودکشی کا ڈراما کھیلا گیا اور اس کی اطلاع مخالف کیمپ میں پہنچا دی گئی۔ اس خبر نے امریکیوں میں چشمن کا سماں پیدا کر دیا اور اس خوشی کو منانے کے لیے وہ سمندر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کو سبق سکھانے کا یہ سنہری موقع تھا۔ جس سے فائدہ اٹھانا ضروری تھا۔ جلال نے اس مہم میں شرکت سے معذوری ظاہر کی تھی لہٰذا میں ایس ٹی ایف کے چند جانبازوں اور اپنی ٹیم کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گیا۔ خوش قسمتی سے تھوڑی سی جدوجہد کے بعد ان کے کمانڈو زیکے بعد دیگرے میرے ہاتھوں ناکارہ ہوتے چلے گئے اور بالآخر تمام میرے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔ تین امریکی کمانڈوز اور تمام کی ہلاکت نے مخالفین کا جوش و خروش ٹھنڈا کر دیا۔ اسی وقت سوہراج نے مجھ سے ملنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ میں نے اس سے ملاقات کی میں اسے گھیرنا چاہتا تھا مگر وہ بہت عیار تھا۔ گرین کو برآمدی فائل کے باعث مجھے اسے واپس جانے کی اجازت دینا پڑی۔ سلطان شاہ اس کے پیچھے تھا مگر وہ اسے بھی جل دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ جلال نے مجھ سے کہا کہ مجھے چند دنوں کے لیے تنہائی

Downloaded from https://paksociety.com

لینڈ کا رخ کرنا چاہیے۔ میں اس کی تجویز پر بات چیت کر رہا تھا کہ میرے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی۔ فون سوبھراج کا تھا۔ اس نے بلا توقف مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اس کے خیال میں، میں نے اسے پھنسوانے کے لیے اپنے کارندے پارک ہاورز کے آس پاس پھیلا رکھے تھے۔ میں نے سختی سے اس کی تردید کی تو وہ تذبذب کا شکار ہو گیا۔ اس کے ساتھی اس نے مجھے تجویز دی کہ یہ ملک میرے لیے مخدوش ہو گیا تھا لہٰذا مجھے یہاں سے باہر نکل جانا چاہیے تھا۔ اس نے پیش کش کی کہ وہ پاکستان سے باہر جانے میں میری مدد کر سکتا تھا۔ میں نے اس کی پیش کش قبول کر لی۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ مجھے ہر قیمت پر گھیرنا چاہتا تھا تاکہ امریکیوں سے اپنے بگڑے معاملات کو سیدھا کر سکے۔ اس نے مجھے ایک ویران مقام پر بلایا۔ مجھے توقع تھی کہ وہ خود بھی وہاں ہو گا۔ اس کا منصوبہ شاندار تھا مگر جلال کی حکمت عملی کے باعث اسے ناکامی ہوئی۔ میں اس کے بلائے ہوئے مقام پر گیا مگر سوبھراج وہاں نہیں تھا البتہ اس کے گرگے مجھے گھیرنے کی پوری تیاری کے ساتھ آئے تھے تاہم جلال کے باعث وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے اور کئی افراد کی بلی کے نشانہ بازوں کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ اس اثنا میں امریکیوں نے عام کے قتل کی ذمے داری مجھ پر ڈالتے ہوئے قانونی مدد طلب کر لی تھی۔ میری گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو گئے تھے۔ ان حالات میں جلال اور اول خان دونوں نے مجھے ملک سے نکل جانے کا مشورہ دیا۔ میں نے تھائی لینڈ کا رخ کیا جبکہ حیرت انگیز طور پر ویرا اور سلطان شاہ کو ہمراہ لے کر امریکا عازم سفر ہو گئی۔ تھائی لینڈ میں آئی بی ایجنٹ اسد نے مجھے خوش آمدید کہا۔ وہ چھوٹا راجن اور سوبھراج دونوں سے بخوبی واقف تھا۔ میرے مشن کی تفصیلات جاننے کے بعد اس نے بتایا کہ بنکاک کی زیرزمین دنیا کا ڈان برنارڈ راجن کے خلاف ہمارا منتظر تھا۔ وہ چھوٹا راجن اور سوبھراج دونوں سے بخوبی واقف تھا۔ میرے مشن کی تفصیلات جاننے کے بعد اس نے بتایا کہ بنکاک کا ڈان برنارڈ راجن کے خلاف ہماری مدد کر سکتا تھا۔ اس کے بارے میں اسد کا کہنا تھا، ڈان برنارڈ خود بھی چھوٹا راجن کا ڈسا ہوا تھا اور بنکاک کے بدمعاشوں کی بڑی دل پرشت نالاں تھا۔ ڈان سے ملاقات دلچسپ رہی اور وہ چھوٹا راجن کے خلاف میری مدد کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے مجھے چاؤفان سے ملایا جو نہایت تیز بدمعاش تھا۔ وہاں سلطان شاہ نے ایک بھکاری میں دلچسپی ظاہر کی تھی۔ اس نے مجھے بنکاک کے کلب میں بم دھماکے کرائے۔ اسی دوران سوبھراج بھی بنکاک پہنچ گیا۔ چھوٹا راجن کا ایک محافظ میری آنکھوں کے زہر کا نشانہ بن گیا تھا جس کے باعث سوبھراج نے بنکاک میں میری موجودگی کا علم ہوا اور میں چاؤفان کے ہمراہ بنکاک کے مضافات میں واقع ایک قصبے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے اس کی موت وہاں گھیر کر لے گئی تھی۔ رات کے اندھیرے میں اس کی قسمت اس کا ساتھ چھوڑ گئی اور وہ لوپ بوری کے کھیتوں میں واصل جہنم ہو گیا۔ اسی کے ساتھ تھائی لینڈ میں ہی راشن پورا ہو گیا تھا۔ میں وہاں سے نکلنا چاہ رہا تھا مگر ڈان نے ہمارے پاسپورٹ اپنے قبضے میں لے لیے۔ اسی دوران میں امریکیوں نے راجن کے گھر میں دھماکا کرایا مگر ڈان نے اس کا کریڈٹ مجھے دیا۔ اس نے مجھے ملاقات کے لیے بلوایا اور ایک لاکھ بھات بطور انعام دیے۔ میں اس سے مل کر واپس آیا تو غزالہ نے بتایا کہ سامنے نامی پولیس آفیسر کسی تلاشی لینے آئی تھی۔ میں نے اس بارے میں ڈان سے بات کی تو اس نے مجھے بتایا کہ سامنے کو اس نے بھیجا تھا۔ یہ ایک مشکل صورت حال تھی۔

اب آپ قسط نمبر 249 کے واقعات ملاحظہ کیجئے

''ڈان! تمہاری باتیں بہت عجیب و غریب ہیں۔''

میں نے غزالہ کو آنکھ مار کر ماؤتھ پیس میں' تھکی ہوئی آواز میں کہا ''مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔''

''زیادہ سوچنے میں یہی خرابی ہوتی ہے۔'' ڈان کی طرف سے خشک لہجے میں جواب آیا ''آدمی کو اپنی بساط سے بڑھ کر نہیں سوچنا چاہیے۔ جب میں نے تم سے کہہ دیا کہ سامنے کو میں نے تمہارے کمرے میں بھیجا تھا' وہ کسی کی جاسوسہ نہیں تھی تو تم کو وہ قصہ بھول جانا چاہیے۔''

''ڈان! میں کوئی روبوٹ نہیں ہوں۔'' میں نے لجلجائی ہوئی آواز میں التجا کی ''جس وقت تم میری کارکردگی پر خوش ہو کر' چاؤفان کی گاڑی میں مجھے ایک لاکھ بھات کے نوٹوں کی گڈی انعام میں دے رہے تھے' شاید عین اسی وقت سامنے میری بیوی پر ہیروئن کی اسمگلنگ میں ملوث ہونے کا الزام لگا رہی تھی۔ یہ تضاد میری سمجھ سے باہر ہے۔''

''کوئی تضاد نہیں ہے۔'' ڈان نے کسی جھجک کے بغیر' فوری طور پر جواب دیا ''تم نے اپنی کامیابیوں سے مجھے حیران کر دیا ہے۔ میں نے دنیا دیکھی ہے لیکن آج تک تم جیسے کسی اور آدمی سے ملنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ یہ بات مجھے الجھا رہی تھی کہ باہر سے آیا ہوا ایک بے سرو سامان پردیسی' چھوٹا راجن کو کیسے ناک چنے چبوا سکتا ہے۔ چاؤفان سے جب بات کرتا ہوں' وہ تمہارے قصیدے پڑھنے لگتا ہے۔ سچ بات یہ ہے کہ موتی محل میں ہونے والے دھماکے نے مجھے تمہاری طرف سے شبہے میں ڈال دیا تھا اور میں نے تمہیں آزمانے کا ارادہ کر لیا۔ کچھ چالاک لوگ تمہارے ساتھی ہوتے تو سامنے ان کے ہاتھوں ماری جاتی۔ اسے میں نے چارا بنایا تھا۔ وہ تمہاری بیوی سے چھیڑ چھاڑ کر کے' صحیح سلامت لوٹ آئی۔ تم نے بہت اچھا کیا کہ مجھ سے اس واقعے کا بلاتاخیر ذکر کر دیا۔ تم خاموش رہتے تو میرا ذہن صاف نہ ہوتا۔''

''تو یوں کہو کہ تم میرا امتحان لے رہے تھے!'' میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

''تم جو چاہو سمجھتے رہو' میں نے تمہیں حقیقت بتا دی ہے۔''

''یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟'' میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

''اب اسے ختم ہی سمجھو۔ تمہارا دامن بے داغ ہے۔ تم اکیلے رہ کر بھی وہ سب کر سکتے ہو جو چاؤفان جیسے پچاس آدمی

Downloaded from https://paksociety.com